

مدیر: اے آر خان

شمارہ: 13
جنوری، فروری، مارچ 2021

سخنور نمبر

سہ ماہی قندیل حق لندن

QINDEEL-E-HAQ

A.R. Khan: +44-7886304637 E-Mail : qindeelehaq@gmail.com



مسجد بیت النصر، ناروے



مسجد بیت السمیع، امریکہ



مسجد ناصر، یوکے

مجلس ادارت

فہرست

اداریہ۔قندیل ہمیشہ جلتی رہے۔	رانا عبدالرزاق خان صاحب	5
ایک عظیم چیلنج کی عظیم حقیقت	آصف محمود باسط	6
پریشان روحوں کی راحت خلافت	محمد ابراہیم شاد	13
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عشق الٰہی	جمیل احمد بٹ	14
حمد	فرید احمد نوید	20
قرآن مجید میں 19 کے لفظ کا استعمال اور تحریک جدید کے مطالبات	ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز	21
مادر علمی جامعہ احمدیہ ربوہ	منور احمد خورشید	36
مولانا ابوالکلام آزاد کا شذرہ	راشد احمد	54
ہم بھی سیاہ رات کے افسانے لے چلے	ابن کریم	56
حضرت میر داؤد صاحب کی یادوں کی خوشبو	خواجہ افضل بٹ	57
حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے مولد و مسکن بھیرہ کی تلخ و خوشگوار یادیں	انجنئر محمود مجیب اصغر	67
غزل	عاصی صحرائی	77
ملک سلیم احمد صاحب مرحوم ۔ایک تعزیتی نوٹ	سر افتخار ایاز صاحب	79
غزل	پروفیسر عبدالکریم	80
اعجاز دعا۔خلیفہ وقت کی دُعاوں کا معجزہ	مرزا عبدالرحیم انور لندن	81
تبصرہ۔بروڈیو۔عبدالودود صاحب قریشی	محمد کولمبس خاں	85
مسائل زندگی کی علامات ہیں	شاہ فیصل سہو	89
قرآن کریم کے ایک سوا حکامات	عاصی صحرائی	92

احمدی کا مبارک امتیازی نام	مولانا دوست محمد شاہد	95
حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان سے وابستہ چند یادیں	عبدالرشید لندن	101
امت محمدیہ ﷺ میں پیغمبروں کا ظلی سلسلہ اور ظہور امام مہدی	انجینئر محمود مجیب اصغر	109
حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد رحمہ اللہ تعالیٰ	خواجہ محمد افضل بٹ	112
آؤ بلبل کے مل کے نالہ کریں	حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم سے	127
حضرت الحاج مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل جٹ ؓ	ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب	128
غزل	پروفیسر عبدالکریم خالد	140
کچھ ایسا فضل رب الوریٰ ہوا	چیف سید معین شاہ لندن	141
غیر مسلم ماننے کا مطالبہ	جمیل احمد بٹ	145
محترم فخر احمد بھٹی صاحب مربی سلسلہ مرحوم	رانا عبدالرزاق خان، لندن	147
جب میں طفل تھا	اعجاز احمد ملک، احمد نگر۔ ربوہ	149
1971ء میں پاکستان توڑنے والوں کا انجام	رانا عبدالرزاق خان	159
میری بہن آپا صفیہ	سید حسن خان	166
یارب کسی معشوق سے عاشق نہ جُدا ہو	حضرت میر محمد اسماعیل صاحب ؓ	171
ایک بے لوث اور بے ریا خادم دین محمد اسلم صاحب بھروانہ	صفدر علی وڑیچ امریکہ	172
سالانہ اجتماع 2018ء مجلس انصار اللہ گمبک ملیشیاء	عبدالمالک	174
مخالفین پاکستان	مولانا ابوالحامد محمد ضیاء اللہ قادری	179
حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی ؓ	محترم بشیر احمد رفیق صاحب، لندن	217
کرم الٰہی ظفر۔ جدید سپین کا طارق بن زیاد	ڈاکٹر فضل الرحمان بشیر افریقہ	224
گلدستہ۔ نماز کے دوران مقتدی کہاں کھڑا ہو	مرتبہ رانا عبدالرزاق خان	228
ناسخ ومنسوخ	انجینئر مجیب اصغر	229
بلڈ پریشر کے اثرات احتیاط وعلاج	زکریا ورک۔ کینڈا	233



اداریہ　یہ قندیل ہمیشہ جلتی رہے

رانا عبدالرزاق خان ۔لندن



جنوری 2018ء میں اس میگزین قندیلِ حق کو شروع کرنے میں میرے کئی عالم دوستوں کے مشورے کا عمل دخل تھا۔ کیونکہ کئی سنجیدہ مضامین آرہے تھے ۔جن کو شائع کرنا ضروری تھا۔احمدیوں کے مضامین دوسرے لوگ شائع کرنے سے گریزاں ہیں۔پاکستان میں میڈیا ٹرائل کے ذریعہ جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔اوراحمدیہ عقائد کی اشاعت پر کلی پابندی ہے۔بلکہ جرائدرسائل کو بند کر دیا گیا ہے۔

جماعت احمدیہ کے خلاف بہت سی طاغوتی طاقتیں صف آرا ہو چکی ہیں ۔ہر مفاد پرست غلط فہمیوں میں مبتلا ہے ۔دجالی طاقتوں نے صدق وصفا کا گلا تک گھونٹ دیا گیا ہے۔ عام آدمی کو اخبارات سے سچ تلاش کرنا بہت مشکل ہے ۔جبکہ سب لوگ شور مچارہے ہوں شیر آیا، شیر آیا۔انسان جہالت اورطمع کی دلدل میں اسقدر پھنس کر رہ گیا ہے کہ سچ اسے وقت کی صلیب نظر آتا ہے۔ہماری یہ بھولی بھٹکی قوم اُسوہ حسنہ کی باتیں تو بہت کرتی ہے مگر کلیتاً اس سے نابلد بلکہ بدکرداری کی آخری حدود کو چھورہی ہے۔حقوق اللہ اور حقوق العباد سے یہ بیزار قوم، وقت کے امام کی منکر جہالت کی دلدل میں غرق ہونے کو ہے۔نہ کوئی قانون ہے، نہ انصاف ہے، نہ کوئی قول یا کوئی اصول ۔یہ قوم ابوجہل اور یزید کی طرح اپنے صوابدیدی اصولوں کو لاگو کرنے کی ناکام کوشش میں ہے۔ دنیا میں یہ کشکول گدائی لے کر اپنی غیرت کا سودا کر چکی ہے۔ علمائے سُونے اپنی دوکانداری خوب چمکا رکھی ہے۔نہ خود عمل کناں ہیں اور نہ اپنے مریدوں کو عمل کی تاکید کرتے ہیں ۔ ایک انبوہِ کثیر ہے جو بغیر کسی گڈریئے کے ادھر ادھر بھاگ رہا ہے ۔امر باالمعروف اور نہی عن المنکر سے بھی نابلد یہ قوم حالت زار میں ہے۔مگر ہمیں تو یہ قندیل حق جلانا ہے۔اور اورگم گشتہ راہ عوام الناس کی راہنمائی کرنی ہے۔امام وقت کی بتائی ہوئی سچائیوں کو بتانا ہے تا کہ نیک اور سعید فطرت لوگ اس طرف آئیں ۔اور امام وقت کی بیعت کریں اور اُسے پہچانیں ۔المختصر۔یہ قندیل حق اللہ تعالیٰ ہمیشہ جلائے رکھے ۔اورہمیں امام وقت کے مشن کو پورا کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔آمین۔

ایک عظیم چیلنج کی عظیم حقیقت

(آصف محمود باسط)

کورونا وائرس کے باعث دنیا بھر میں لاک ڈاؤن کے انوکھے سلسلے شروع ہوئے۔ ہر ملک کے ہر شہر کے اربابِ اختیار اور باسی سب اس فکر میں لگ گئے کہ اس ناگہانی آفت سے کیونکر جان بچائی اور چھڑائی جائے۔ لیکن ساری دنیا میں ایک طبقہ ایسا تھا جو انسانیت کو درپیش اس عجیب وغریب ابتلا سے بے نیاز اسی فکر میں گھلا جارہا تھا کہ احمدیت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے اور کیا کیا جائے۔



احمدیہ مخالف طاقتیں چونکہ یوں بھی اس مخالفت کو ایک کُل وقتی پیشہ کے طور پر لیتی ہیں، لہذا ان ایام میں فراغت میسر آئی تو اس طرف تمام تر طاقت اور وقت کے ساتھ سرگرم ہو گئے۔

ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر ''جواب آپ بھی دیں'' کے نام سے ایک پروگرام شروع کیا گیا جس میں مخالفین کو آئینہ دکھانا مقصود تھا۔ طرز یہ رکھی گئی کہ اُن سے اُن کے عقائد کے بارہ میں پوچھیں تاکہ خود ان کے جوابوں کے ذریعے ان کے عقائد اور نظریات کے تضادات سطح پر آجائیں۔

میں ان ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دفتری ملاقات کے لیے حاضر ہوتا، تو حضور نے پروگرام کا جس قدر حصہ دیکھا ہوتا، ازراہِ شفقت اس پر تبصرہ بھی فرماتے اور زریں ہدایات سے بھی نوازتے۔ یہ ہدایات ہر احمدی کے لیے رہنمائی کا موجب ہوں، میں اس خیال سے ان میں سے کچھ یہاں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس پروگرام میں جہاں ناظرین کو سقم نظر آئے ہوں، وہ ان بصیرت افروز ہدایات کو سمجھنے میں میری کوتاہی کا نتیجہ ہیں۔

پہلے پروگرام کے بعد فرمایا:



''بعض موقعوں پر تمہارا لہجہ درشت ہوگیا۔ ایک طرف کہتے ہو کہ ہم اپنے امام سے گفتگو کے اسلوب سیکھتے ہیں اور دوسری طرف لہجے میں درشتی بھی لے آتے ہو۔ ہمارے مخالفوں نے کیسا کیسا ظلم نہیں کیا۔لیکن میں نے تو کبھی اپنا لہجہ درشت نہیں کیا۔ میں نے تو آواز تک اونچی نہیں کی۔نرم لہجے میں بات کا زیادہ اثر ہوتا ہے''۔

فطری طور پر میں سخت تاسف کا شکار ہوا۔کوئی بھی پروگرام پیش کرتے وقت میرے لیے ہمیشہ تمام دنیا کے ناظرین ایک طرف رہے ہیں، اور یہ خیال کہ شاید کسی لمحے میں حضور کی نظر سے پروگرام کا کوئی حصہ گزرے، یہ خیال ایک طرف رہا ہے۔اور ہر دوسرے خیال پر حاوی رہا ہے۔ اس پر یہ احساس کہ میرا کوئی بھی فعل حضور کے لیے کوفت کا سامان کر گیا، قیامت خیز تھا۔اس افسردگی میں دھنستا جاتا تھا، کہ اچانک پیغام موصول ہوا:

''لیکن کبھی ڈرنا بھی نہیں۔کھل کر بات کرنا!''

وہ جو کہتے ہیں کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ میں اس حالت میں بیٹھا تھا۔یہ ایک جملہ میرے بدن میں خون پیدا کرنے کا باعث ہوا۔میں دوبارہ زندہ ہوگیا۔میرے سب اندیشے کافور ہوگئے۔مگر یہ جملہ کوئی عام جملہ نہیں۔الفاظ تو اس میں سات یا آٹھ ہیں، مگر توازن کی ایک ایسی تعلیم اس میں بیان فرمادی کہ کیا ہی کوئی طویل مضمون اسے اس خوبصورتی سے بیان کرے گا۔

ایک پروگرام میں ہم نے اس اعتراض کا جواب دینا تھا کہ اسرائیلی فوج میں احمدی بھرتی ہیں اور اسلامی اقوام کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔یہ اعتراض تو ہمارے مخالفین پہلے بھی کر چکے ہیں اور اُس وقت کی پاکستانی حکومت کے وزرا خود اس کی تردید بھی کر چکے ہیں، مگر جب فساد کھڑا کرنے کو کچھ نہ ملے تو ہمارے مخالفین پرانے اعتراضات کو ری سائیکل کر لینے میں بھی عار محسوس نہیں کرتے۔سو اب ایک صحافی نے ایک کالم لکھ دیا اور یہی بے بنیاد الزام لگا دیا۔اس کے اس الزام کو پاکستانی چینل لے اڑے اور خوب تشہیر کی۔

پروگرام کی تیاری کے دوران خیال آیا کہ کیوں نہ اس صحافی کا انٹرویو کیا جائے اور اسے پوچھا جائے کہ تمہارے پاس اس اعتراض کی بنیاد کیا ہے؟ اگر نہیں ہے تو ایسا فساد کھڑا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس کا انٹرویو کیا گیا۔وہ کافی دیر کج بحثی کرتا رہا۔جواب تو تھا نہیں سو وہ اپنی بات پر اڑا رہا کہ تم ثابت کر دو کہ نہیں ہیں تو میں مان لوں گا۔ میں اس بات پر اَڑا رہا کہ دعویٰ تم نے کیا ہے۔ بارِ ثبوت تم پر ہے۔ یہ کج بحثی طول پکڑ گئی اور بات ذرا لمبی ہوگئی۔

اس پروگرام کے بعد ایک ملاقات میں فرمایا:

''تم نے بلاوجہ بات کو بہت لمبا کیا۔ جب پتہ چل گیا

کہ آدمی کج بحث ہے تو اس نے تمہاری بات کو ماننا ہی نہیں ہے۔ پھر لمبی بات کا کیا فائدہ۔ مجھے پتہ ہے آج کل لوگ ٹی وی کے ٹاک شو دیکھ کر اس طرح کی بحث کو پسند کرنے لگے ہیں، مگر مجھے تو بہت لمبی بحث کبھی پسند نہیں آئی۔ اپنا موقف بتاؤ، اس کا پوچھو اور لوگوں پر چھوڑ دو۔ اس کی بات میں وزن تھا ہی نہیں۔ لوگ خود ہی فیصلہ کر لیتے‘‘۔



ایک پروگرام میں شریکِ گفتگو ایک مہمان سے سوال پوچھا تو انہوں نے تمہید اتنی لمبی کر دی کہ اصل بات کی طرف آتے آتے پروگرام کا آدھا وقت گزر چکا تھا۔ اس پروگرام کے حوالہ سے فرمایا:

’’سب کو پتہ ہونا چاہیے کہ کس سوال پر کتنا جواب دینا ہے۔ یہ بھی پتہ ہونا چاہیے کہ ان کے پاس وقت کتنا ہے۔ اس کے حساب سے تمہید لمبی یا چھوٹی کریں۔ اصل بات تک پہنچنے میں ہی اتنا وقت لگ گیا کہ پھر باقی کے پروگرام میں تمہیں جلدی پڑی رہی اور تیز تیز بول کر پروگرام وقت کے اندر اندر ختم کرنا پڑا‘‘۔

پھر فرمایا: ’’سب کو اچھی طرح ان کے جواب کے لیے معین وقت بتایا کرو۔ اور پھر خود بھی آہستہ آہستہ بولا کرو۔ اگر کسی کو بات سمجھ ہی نہ آئی تو فائدہ؟‘‘

یہاں بھی حکمت کے موتی ملاحظہ ہوں۔ میں جو خوش تھا کہ چلو ایک دوست کے لمبے جواب کے باوجود پروگرام کو وقت کے اندر اندر ختم کر لیا، تو مجھے بھی ایک مرتبہ پھر توازن کی حسین تعلیم سے نوازا۔

ایک پروگرام کے بعد فرمایا:

’’سب سے کہو اچھی طرح تحقیق کر کے آیا کریں۔ پروگرام کی طرز نئی رکھی ہے تو مواد اور اسے پیش کرنے کا انداز بھی نیا ہونا چاہیے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض اوقات جواب میں پرانی باتیں جو سنی ہوئی ہیں دہرا دی جاتی ہیں۔ سب سے کہو کہ پروگرام کے موضوع پر اچھی طرح تحقیق کیا کریں‘‘۔

یوں ہم سب کو یہ یاددہانی بھی فرما دی کہ کبھی تساہل سے کام نہیں لینا۔ کہ تیار شدہ مواد اٹھا کر پیش کر دیا جائے۔ نئے مواد، نئے حوالوں کی جستجو ہمیشہ رہنی چاہیے۔

اس سلسلہ میں ایک اور بات عرض کرنا چاہوں گا۔ تحقیق اور مواد کے حصول کے معاملہ میں جو حوصلہ افزائی حضور فرماتے ہیں، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس سلسلہ میں حضور سے زیادہ کشادہ دل کوئی نہیں ہوسکتا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا کوئی بھی ثبوت، جماعتی تاریخ کے لحاظ سے اہم کوئی بھی دستاویز جہاں ہے، جیسے ہے کی بنیاد پر حاصل کرنے کے لیے حضور کی طرف سے نہ صرف ہمیشہ اجازت دیکھی بلکہ وہ حوصلہ افزائی اور دریا دلی دیکھی ہے کہ اگر اس سے مستفید ہوتے ہوئے ہم نئے سے نئے

مواد کی تلاش میں نہ رہیں اور اس کے حصول کے لیے تڑپ نہ اٹھیں تو یہ ہماری اپنی کوتاہی ہے۔

ایک مرتبہ ہمارے مخالفین نے یوٹیوب پر جماعت کی مقدس ہستیوں کے خلاف سخت غلیظ قسم کے اعتراضات پر مبنی وڈیوز ڈالیں۔ موقع ملا تو عرض کی کہ حضور احمدیوں کے دل ایسے اعتراضات سے سخت دکھے ہوئے ہیں۔ بہت لوگ کہتے ہیں کہ ان کا جواب ضرور دینا چاہیے۔ فرمایا:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے جو انقلاب آیا ہے وہ آپؑ کی تعلیمات اور آپ کی تحریرات کے ذریعے سے آیا ہے۔ علمی اعتراض ہوں تو علمی جواب دے دینے چاہئیں۔ تاریخ کو مسخ کیا جا رہا ہو تو تاریخی حقائق پیش کر دینے چاہئیں۔ اخلاق سے گرے ہوئے اعتراضات پر بحث کرنا تو کیچڑ میں پتھر پھینکنے والی بات ہے۔ کیا ضرورت ہے؟''

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت کی بزرگ ہستیوں پر گھٹیا اعتراضات پر حضور سے زیادہ بھلا کس کا دل دکھ سکتا ہے؟ مگر حضور تو ان اخلاقِ فاضلہ کے نہ صرف داعی ہیں بلکہ خود ان پر کارفرما ہیں جو آنحضور ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اتارے۔ تا کہ انسان اور حیوان میں تمیز ممکن ہو۔ پھر ان اخلاقِ حسنہ کو آنحضور ﷺ کے غلامِ کامل اور عاشقِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم فرمایا اور ان کا کامل نمونہ دکھایا۔ اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین ہیں، ان اخلاقِ فاضلہ کا بہترین نمونہ ہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر دکھ کا بیان ضروری نہیں۔ یہ دکھ بھی انہی دکھوں میں سے ہے جو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے رب کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ ایک موقع پر فرمایا:

''مجھے مخالفین کی طرف سے کیسے کیسے خط ملتے ہیں، تمہیں دکھاؤں تو تم پڑھ بھی نہ سکو۔ آدمی انہی کو لے کر بیٹھ جائے تو کام کیسے کرنا ہے؟''

اب یہاں توازن کی تعلیم میں آتا ہوا نکھار کیا ہی رنگ رکھتا ہے! لہجہ درشت نہ ہو۔ ڈرنا بھی کسی سے نہیں ہے۔ مگر ایسی بحث سے دور رہنا ہے جس کا نتیجہ بجائے خود منفی اثر رکھتا ہے۔

ناموس رسالت ﷺ کے نام پر غیر احمدی مولویوں کی طرف سے چلائی جانے والی تحریکات جن میں قتل و غارت گری ہوتی ہے اور اس کی ترغیب بھی دلائی جاتی ہے، اس میں ایک شخص کو بطور ہیرو کے پیش کیا جاتا ہے۔ بیانیہ یہ ہے کہ اس نے گستاخِ رسول ﷺ کو قتل کیا اور بڑا ہی اچھا کام کیا اور ہر کسی کو اس کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے۔ تحقیق سے ثابت ہے کہ یہ بیانیہ 1978 سے پہلے تک کہیں موجود نہیں تھا۔ ضیا الحق کی نام نہاد Islamisation کی تحریک کا آغاز ایسے ہی سیاہ کارناموں سے ہوا۔ اس سے پہلے تک اسے کوئی جانتا بھی کم ہی تھا۔ پھر اس کا مزار بھی بن گیا اور وہاں عرس بھی

منایا جانے لگا۔

خاکسار کو تحقیق کے دوران معلوم ہوا کہ جس شخص کو ہیرو بنا کر پیش کیا جاتا ہے، اس نے لاہور ہائی کورٹ میں بیان دیتے ہوئے بتایا کہ گستاخِ رسول ﷺ کو قتل کرنے کا محرک اصل میں اس کا اپنا ایک ذاتی مسئلہ تھا۔ یہ مسئلہ اخلاق کی ہر تعریف سے گرا ہوا تھا۔ وہ خودکشی کرنا چاہتا تھا لیکن ایک دوست نے اسے مشورہ دیا کہ ایسی گھٹیا وجہ سے خودکشی کرو گے تو ہمیشہ کے لیے بدنامی اپنے نام لکھ جاؤ گے۔ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ فلاں گستاخِ رسول کا قتل کر دو۔ پھانسی لگ جاؤ گے اور نیک نامی کے ساتھ دنیا سے جاؤ گے۔

یہ چونکا دینے والا بیان دیکھ کر میں بہت چونکا۔ مجھے لگا کہ اسے بیان کر دیا جائے تو ناموسِ رسالت ﷺ کے نام پر چلائی جانے والی قتل و غارت کی تحریکوں کی بنیاد ہی ہل جائے گی اور یوں ہمارا موقف زیادہ بہتر طور پر سامنے آئے گا کہ ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ آنحضور ﷺ کی سیرت سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔

میں نے خوشی خوشی تمام ماجرا حضور کے سامنے بیان کیا۔ حضور کا جواب سن کر مجھے احساس ہوا کہ میں جوش میں ہوش نہ کھونے کی ہدایت سے چوک گیا تھا۔ فرمایا:

''ایسی باتیں جو اس کی ذاتی زندگی کی ہیں، انہیں بیان کرنے سے ہمیں کیا حاصل ہوگا؟ یہی ہوگا کہ اس کی شخصیت کا ایک شرمناک پہلو دنیا کے سامنے آجائے گا۔ یہ ہمارا طریقہ نہیں ہے۔ تم نے وہ واقعہ نہیں پڑھا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف عدالت میں ایک مقدمہ کی سماعت ہو رہی تھی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی آپؑ کے خلاف گواہی دینے آیا تھا۔ حضورؑ کے وکیل نے جج کو کہا کہ میں مولوی صاحب کی زندگی کی ایسی بات بتانا چاہتا ہوں جو بہت شرمناک ہے۔ ابھی اس نے اتنا کہا ہی تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے وکیل کو ٹوک دیا اور کہا کہ ذاتی زندگی جیسی بھی ہے، اسے بے نقاب کرنے کی ضرورت نہیں!

''دیکھو حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم ہمیں یہ سکھاتی ہے۔ ہمیں بھی یہی طریق اختیار کرنا چاہیے۔ اس لیے رہنے دو!''

سچ پوچھیں، تو جماعت کی بزرگ ہستیوں پر ناپاک حملے کرنے والوں کو لاجواب کرنے کو حضور کا یہی جواب کافی ہے۔ آج ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کا سب سے بڑا علمبردار وہ شخص نہ ہو تو اور کون ہو جو انسانیت کے ناطے ہر انسان کی عزت کا خیال کرتا ہے۔ جو اپنے دشمن کی ذاتی زندگی سے شرمناک پہلوؤں پر سے پردہ ہٹانا نہ خود پسند فرماتا ہے اور نہ اپنے پیروؤں کو ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ ناموسِ رسالت ﷺ کے سب سے بڑے محافظ تو خود اخلاقِ رسول ﷺ ہیں۔ اور اس دور میں ان اخلاقِ عالیہ پر عمل کرنے والا ہی اس مقدس امانت کا امین ہے۔ اور یہ دعویٰ نہیں بلکہ حقائق بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

کچھ روز سے ہمارے مخالفین کو ایک نئی بات سوجھی۔ انہوں نے دیکھا کہ اگر انٹرنیٹ کے کسی بھی search engine پر خلیفہ یا خلیفۂ اسلام کی اصطلاح ڈالی جائے تو نتائج میں سرِ فہرست جماعت احمدیہ کے خلیفہ کا نام آتا ہے۔ یوں دنیا میں یہ غلط فہمی پھیل رہی ہے کہ ''قادیانیوں کا خلیفہ'' ہی اسلام کا خلیفہ ہے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ مخالفین کی طرف سے بڑی سرگرم تحریک شروع کی گئی کہ دنیا بھر کے مسلمان اپنی ''دینی غیرت'' کا مظاہرہ کریں اور انٹرنیٹ کے تمام search engines پر جا کر رپورٹ کریں کہ یہ بات درست نہیں۔



(امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ الودود بنصرہ العزیز)

جانے کیوں ہمارے مخالفین یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کی ہر کوشش ہمیشہ جماعت احمدیہ کے حق میں نہایت مفید ثابت ہوئی ہے۔ وہ اپنی کوششوں میں لگے رہے اور ان کی یہ کوشش حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کو دنیا بھر کے لوگوں سے متعارف کرواتی چلی گئی۔ جنہیں نہیں بھی معلوم تھا، انہیں بھی معلوم ہو گیا کہ اسلام کا علم اٹھائے اس وقت صرف ایک وجود ہے اور وہ ہے سیدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔

جب ناپاک عزائم پر مبنی یہ تحریک ہمارے مخالفین کی طرف سے شروع ہوئی تو انہی دنوں میں مجھے حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع میسر آیا۔

اس کے ذکر پر فرمایا:

''خلیفہ تو خدا بناتا ہے۔ کوئی سرچ انجن تو نہیں بنا دیتا۔ اور میں نے تو کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں امتِ مسلمہ کا خلیفہ ہوں۔ میری مہر پر لکھا ہے خلیفۃ المسیح۔ دنیا کے لیڈروں کو بھی جو خط لکھیں ہیں، وہ میرے اسی letterhead پر لکھ کر بھیجیں ہیں جس پر لکھا ہے خلیفۃ المسیح۔ وہ مجھے خلیفہ کے طور پر جانتے ہیں۔ اور مجھ سے ہمیشہ انہوں نے اسلام کا پیغام سنا ہے۔ جو میرا کام ہے وہ میں کر رہا ہوں۔ مخالفوں نے جو کرنا ہے کر لیں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟''

جب مخالفوں کی یہ تحریک زور پکڑ گئی تو ایک عجیب نظارہ دیکھنے کو ملا۔ ہم سب کو معلوم تو ہے کہ ہر احمدی حضرت خلیفۃ المسیح سے بے حد محبت کرتا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ یہ محبت عشق کے درجہ پر فائز ہے۔ مگر جماعت کا بچہ بچہ خلافت کے لیے ننگی تلوار ہے، یہ ان دنوں میں دیکھنے کو ملا۔

دنیا بھر میں مجالس خدام الاحمدیہ حرکت میں آ گئیں۔ مجھے مجلس خدام الاحمدیہ یو کے کی طرف سے جو کارروائی ہوئی اسے دیکھنے کا موقع ملا۔ سو میں اس کا عینی شاہد ہوں۔ یہ تو اس جہاد کے لیے بلاوا تھا جس کے ہم قائل ہیں۔ پس خدام الاحمدیہ کا گویا ہر طفل اور ہر خادم بلکہ ہر فرد خلافت کی حفاظت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ جماعتی ذرائع ابلاغ اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب کے ہاتھ میں دلیل کی تلوار تھی۔ مخالفوں کی طرف سے خلافتِ احمدیہ نے جو اعتراض کیا، احمدی ذرائع ابلاغ نے ٹھوس دلیل سے اس کا جواب دیا۔ ایسا کہ مخالفین کو خود اپنی صف لپیٹتے ہی بنی۔ یہ مظاہرہ تھا اس حقیقت کا کہ خلیفۃ المسیح اور جماعت احمدیہ مسلمہ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔

ایم ٹی اے پر بھی پروگرام کی تیاری شروع کی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ مخالفین کی کارروائیوں سے قطع نظر یہ بتایا جائے کہ خلافت دراصل ہے کیا؟ یہ کیسا مقدس ادارہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیغام کو عام کرنے کا عظیم فریضہ ادا کرتا ہے۔ اور یہ بھی کہ خلیفہ خدا بناتا ہے نہ کہ انسان یا دنیوی ادارے۔

جس روز پروگرام ہونا تھا، اس روز صبح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ بڑا نادر موقع تھا سو حضور کی خدمت میں عرض کی کہ آج شام پروگرام ہے، دعا کی درخواست ہے۔ حصولِ برکت و رہنمائی کی غرض سے پروگرام کا خاکہ بھی پیش کیا۔ جو سوالات آخر پر مخالفین کو پوچھنے تھے، وہ بھی عرض کیے۔

میں اپنی طرف سے بات ختم کر چکا تھا۔ ملاقات اپنے اختتام پر تھی۔ حضور کچھ فرمانے لگے تو مجھے لگا کہ اب ملاقات برخاست ہو جائے گی۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ فرمایا:

''تم انہیں کھل کے چیلنج کیوں نہیں دیتے؟ ان کو اچھی طرح کھول کر بتاؤ کہ اب خلافت صرف اور صرف خاتم الخلفاء، مسیح ومہدیٔ موعود علیہ السلام کی خلافت ہی کی شکل میں ممکن ہے۔ بے شک کہہ دینا کہ ہماری طرف سے چیلنج ہے کہ اگر مسلم دنیا کے تمام ممالک کے سربراہان، اور امتِ مسلمہ کے تمام مسالک کے تمام افراد متفقہ طور پر کسی ایک شخص کو بطور خلیفہ تسلیم کر لیں اور اس کی بیعت میں شامل ہو جائیں، تو جماعت احمدیہ بھی اُس خلیفہ کو تسلیم کرنے اور امت کے باقی مسالک کے ساتھ اس کی بیعت کرنے پر ضرور غور کرے گی!''

اس کے بعد کچھ دیر کا توقف تھا۔ میں ان مبارک الفاظ کو اپنے قلم سے سمیٹ کر محفوظ کر رہا تھا۔ پھر ارشاد ہوا:

''یہ بھی ان کو اچھی طرح بتا دینا کہ تم ایسا نہیں کر سکو۔ نہیں کر سکو گے۔ ایسا تم کر ہی نہیں سکتے''۔

اس لمحہ کی کیفیت کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کے الفاظ میں کیا شان تھی۔ کیا جلال تھا۔ کیا تیقن تھا۔ کیا ایمان تھا۔

میں نے یہ الفاظ پروگرام کے آخر پر پیش کیے۔ میں دراصل اپنے پیارے امام کے الفاظ کو دہرا رہا تھا۔ میں تو کیا

کوئی بھی انسان ان الفاظ کو اس طرح نہیں پیش کرسکتا جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ادا فرمایا تھا۔

مجھے اس لمحے میں یہ احساس ہوا کہ خلافت واقعی ایک ڈھال ہے۔ وہ ڈھال جس کے پیچھے ہم ہر حملہ سے تحفظ حاصل کرتے ہیں۔جس سے ٹکرا کر ہر طوفان پلٹ جاتا ہے۔

ان الفاظ کی برکت دیکھیے۔ ہمارے مخالفین جو بڑے زوروں سے خلافتِ احمدیہ پر حملہ آور ہونے نکلے تھے، اس چیلنج میں بھرے ایمان اور یقین کے آگے ڈھیر ہو گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا یہ چیلنج آئندہ آنے والے ہر زمانے کے لیے خلافتِ احمدیہ کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت بن کر موجود رہے گا۔ بالکل اسی طرح جس طرح خلافتِ احمدیہ تا قیامت قائم رہے گی۔ اور اس کے مخالفین کوئی خلافت قائم نہ کرسکیں گے۔ کیونکہ ’’وہ ایسا کر ہی نہیں سکتے۔ کر ہی نہیں سکتے۔ کر ہی نہیں سکتے‘‘!

خلافتِ احمدیہ زندہ باد!!

(مورخین کی سہولت کے لیے بتاتے چلیں کہ خلافتِ احمدیہ کی طرف سے یہ چیلنج 20 دسمبر 2020 بروز اتوار تمام امتِ مسلمہ کے لیے پیش کیا۔

(بحوالہ سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل 25 دسمبر 2020ء)



پریشان روحوں کی راحت خلافت

(محمد ابراہیم شاد)

خدا کی عطا کردہ نعمت خلافت
ہے ایمان والوں کی دولت خلافت
نبوت کی زندہ صداقت خلافت
خدا کی طرف سے امانت خلافت
نبوت خدا کی مکمل ہدایت
ہدایت کی کامل اِشاعت خلافت
خلافت نبوت کا اک تکملہ ہے
خلافت نبوت، نبوت خلافت
نہیں ہوتے معزول ہرگز خلیفے
کہ رکھتی ہے اک خاص نصرت خلافت
نہیں چھین سکتا خلیفہ سے کوئی
خدا کا عطیہ ہے خلعت خلافت
ہراساں دلوں کی تسلی کا موجب
سراپا تشفی سکینت خلافت
غمِ رحلتِ انبیا کا مداوا
پریشان روحوں کی راحت خلافت
ہے بندوں پہ گر انتخابِ خلافت
ہمیں ناز ہے اس غلامی پہ ہر دم
ملی دائمی ایک نعمت خلافت
مشرف بہ بیعت ہوئے شاد ہم بھی
کہ ہے موجبِ صد سعادت خلافت

(شعری مجموعہ بہارِ جاوداں صفحہ 94،93))



آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشقِ الٰہی

جمیل احمد بٹ



آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشقِ الٰہی کا مضمون آپ کی تمام حیاتِ طیبہ پر محیط ہے۔حضرت مسیح موعود نے اپنے درج ذیل فارسی شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عاشقانِ الٰہی کے گروہ کا بادشاہ فرما کر عشقِ الٰہی کے اس دریائے مضمون کو کوزے میں سمیٹ دیا ہے کہ ؎

سرورِ خاصانِ حق ، شاہِ گروہ عاشقان

آنکہ روحش کرد طے ہر منزلِ وصلِ نگار

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ 23)

ترجمہ: وہ خاصانِ حق کا سردار اور عاشقانِ الٰہی کی جماعت کا بادشاہ ہے جس کی روح نے معشوق کے وصل کے ہر درجے کو طے کرلیا ہے۔

اس عشق کے چند پہلوؤں کا کسی قدر ذکر اس مضمون کا موضوع ہے۔

1۔ابتداء سے اسیرِ محبت:

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ نبوت کے شب و روز تو تمام تر عشقِ الٰہی کے اظہار سے منور تھے ہی لیکن واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ایک دلدار اور دلبر کے اسیر رہے۔لڑکپن اور نوجوانی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے ہم جولیوں کی سرگرمیوں سے الگ اور ممتاز رہنا۔جوانی میں طاہر، امین اور صدیق بن کر اسبابِ دنیا سے بے نیازی اور سیر چشمی روا رکھنا اور ظاہرا محرومیوں کو ایک شانِ استغناء سے نظر انداز کر کے ہمیشہ ایک صابر اور راضی با رضا وجود بنے رہنا یہ سب ایک اعلیٰ اور برتر ہستی کے عشق میں مگن رہنے کے اظہار ہی تو تھے۔

محبت کی یہی تڑپ فزوں تر ہو کر آپ کو بار بار زندگی کی ہل چل سے دور، شہر سے باہر ایک تنگ و تاریک غار میں لے جاتی ۔جہاں کئی کئی دن آپ تنِ تنہا قیام کر کے ہمہ وقت اللہ کی یاد میں محو رہتے۔آپ کو وہاں تاریکی سے وحشت ہوتی نہ تنہائی سے اداسی، نہ بچھوؤں کا خوف ہوتا اور نہ سانپوں کا ڈر۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب و روز یوں عشق میں گم دیکھنے والے آپ کے مخالف بھی پکار اٹھتے: عَشِقَ مُحمدٌ رَبَّہ، کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ربّ کا عاشق ہے۔

2۔بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت:

یہ بے خودی ، ایک ایسا غیر معمولی اظہار عشق تھا جو

بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوا اور آپ کو قربِ الٰہی کا انعام عطا ہوا جیسا کہ اللہ نے فرمایا: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۞ (ضحیٰ 8:93) ترجمہ: اور تجھ کو ضال پایا پس اپنی طرف کھینچ لایا۔ اس آیت کے لفظ ضال کی حضرت مسیح موعود نے یہ خوبصورت توضیح فرمائی ہے کہ

'ضال یعنی عاشقِ وجہُ اللہ'

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ نمبر 171)

یہ منزل آنحضرت ﷺ کے عشقِ الٰہی کے سفر میں ایک نیا آغاز بن گئی اور آپ نے خدا سے اتنی محبت کی کہ جو بالآخر اس سَند خوشنودی کی حق دار ٹھہری کہ:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (انعام 163:6)

ترجمہ: تو کہہ دے کہ یقیناً میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

3۔ سرشاریٔ عشق:

عشقِ الٰہی کی یہی سرشاری تھی کہ جب اہلِ مکہ نے آپ ﷺ کو اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے مال و دولت، حسین عورت اور سرداری کی پیش کش کی تو آپ نے دنیا کی ان نعمتوں کو ذرہ برابر اہمیت نہ دی اور ان سب کو بلا تامّل ٹھکرا کر ان کی جگہ اللہ کی خاطر اپنے لئے گالیاں، کانٹے، برستے پتھر، بہتا خون اور جلا وطنی کو اختیار کر لیا۔ اسی دیوانگیٔ عشق نے آپ کو مکہ کی گلیوں میں مجنون کہلوایا۔

4۔ مزید طلب گارِ محبت:

اس عشق کے باوجود اللہ سے محبت کو اور بھی بڑھانے کے لئے آپ یوں دعا گو رہتے: 'اے اللہ مَیں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور ان کی محبت جو تجھ سے محبت کرتے ہیں اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے میرے اللہ ایسا کر کہ تیری محبت مجھے اپنی جان، اپنے مال، اپنے اہل و عیال اور ٹھنڈے میٹھے پانی سے بھی زیادہ پیاری لگے'۔ (ترمذی کتاب الدعوات)

5۔ ذکرِ محبوب:

ایک عاشقِ صادق ہونے کے ناطے محبوب کا ذکر ہر دم آپ ﷺ کی زبان پر رہتا۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے غرضیکہ ہر حرکت اور سکون میں آپ اللہ کو یاد کرتے اور اسی سے مدد چاہتے۔ ہر ارادہ پر ان شاء اللہ، ہر کام کے آغاز پر بسم اللہ، ہر نعمت پر الحمد للہ، ہر بڑے واقعہ پر سبحان اللہ، مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ، مکروہ بات پر لاحول ولا قوۃ الا با اللہ، گناہ کی بات پر استغفر اللہ اور ہر اہم کام کے آغاز پر اعوذ باللہ وردِ زبان ہوتا۔ اس کے علاوہ ہر موقع کی مناسبت سے اللہ سے دعائیں آپ کا معمول تھا۔

6۔ غیرتِ محبوب:

محبوب کے لئے غیرت عشق کا ایک لازمہ ہے۔ یہ اسی کا ایک بے تابانہ اظہار تھا کہ جب جنگِ احد کے اختتام پر ایک کافر سردار نے آپ اور آپ ﷺ کے قریبی ساتھیوں کے نام پکارے اور صحابہؓ تعمیلِ حکم میں خاموش رہے تو دشمن کو اپنی جیت اَور بڑی لگی اور اُس نے ھُبل بت کے حق میں نعرہ لگایا تب آپ ﷺ غیرتِ الٰہی سے تڑپ اُٹھے اور نزاکتِ وقت سے بے پرواہ ہو کر صحابہؓ کو ان جوابی نعروں کی ہدایت فرمائی کہ:

اللّٰہُ اَعلیٰ و اَجَل اللّٰہُ مَولٰنا وَلاَ مَولیٰ لَکُم

(بخاری کتاب المغازی)

کہ اللہ ہی صاحبِ عزت اور عظمت ہے، اللہ ہمارا دوست ہے اور تمہارا کوئی کارساز نہیں۔

7۔شغفِ عبادت

اپنے محبوب کے پاس حاضری کے لئے حالتِ نماز آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ ’آپ کی نماز کے حسن اور طوالت کا کیا کہنا‘! (بخاری کتاب الجمعہ)

نماز میں خُدا کے حضور اتنی دیر کھڑے رہتے کہ پنڈلیاں سوج جاتیں۔ کسی وقت شریک نماز ایک صحابیؓ کا درج ذیل اظہار اسی کیفیت پر گواہی ہے:

’ مَیں نے ایک ایسی بات کا ارادہ کیا جو بُری تھی اچھی نہ تھی۔ پوچھا گیا یہ کیا بات تھی بتایا کہ مَیں نے ارادہ کیا کہ مَیں بیٹھ جاؤں اور آں حضور ﷺ کو اکیلا کھڑا رہنے دوں‘۔(بخاری کتاب الجمعہ)

سجدہ کا یہ عالم تھا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے شبہ ہوا کہ کہیں حضور نے اپنی جان آفریں کے سپرد نہ کر دی ہو۔ بے چینی سے اٹھی، پاؤں کو ہاتھ لگایا تو تسلی ہوئی۔ حضور ﷺ اس سجدہ میں یوں دعا گو تھے: ’’اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، پس مجھے معاف کر دے۔‘‘

خدا تعالیٰ سے راز و نیاز کرنا آپ کو اتنا عزیز تھا کہ کئی سرد اور تاریک راتوں میں آپ حضرت عائشہؓ کا بستر چھوڑ کر نماز میں مصروف ہو جاتے۔ ایک بار حضرت عائشہؓ آپ کو بستر پر نہ پا کر تلاش کے لئے نکلیں تو آپ کو اس حالت میں سجدہ میں پایا کہ سینہ ہنڈیا کی طرح ابل رہا تھا۔ اور: زبان پر بتکرار یہ اظہارِ عشق تھا۔

سَجَدَ لَکَ سَوَادِی وَ خَیَالِی (مجمع الزوائد ھیثمی جلد 2)

ترجمہ: (اے اللہ) تیرے حضور سجدہ کرتے ہیں میرے جسم و جان۔

ایک بار حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اگر اجازت دو تو یہ رات مَیں اپنے مولیٰ کی عبادت میں گزار لوں۔ حضرت ام المومنینؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری خوشی تو اسی میں ہے

جس میں آپ راضی ہیں۔



اور پھر وہ طویل رات آپ نے اپنے ربّ کی عبادت میں گزار دی۔(درِمنثور سیوطی جلد6)

ان شب بیداریوں کے بعد بھی جب آپ سوتے تو دل خیالِ یار میں ہی اٹکا رہتا جیسا کہ فرمایا:'میری آنکھیں تو بے شک سوتی ہیں لیکن دل بیدار رہتا ہے'(بخاری)

یہ شوقِ عبادت ہی تھا کہ وفات سے کچھ پہلے شدتِ بیماری میں نماز کے لئے اس حال میں چلے کہ آپ کے ہاتھ دو صحابہ کے کندھوں پر تھے اور پاؤں زمین پر گھسٹتے جاتے تھے۔(بخاری کتاب الاذان)

8۔سوزشِ عشق::نماز کی طرح آپ ﷺ کے عشقِ الٰہی کا یہی رنگ روزہ میں بھی نمایاں تھا۔ماہِ رمضان آتے ہی آپ ذکرِ الٰہی اور عبادت کے لئے پہلے سے بھی زیادہ کمر بستہ ہو جاتے۔ایک عاشقانہ کیفیت میں روزہ گزارتے اور جب افطار کرتے تو کہتے : **اللھم لك صمت وعلیٰ رزقك افطرت** کہ اے اللہ مَیں تیرے لئے ہی کھانے سے رکا تھا اور اب تیرے دئے ہوئے رزق سے ہی پھر کھاتا ہوں

سراپا جودوسخا بن کر اس مہینہ میں آپ کی تیز آندھی جیسی سخاوت اور سب کچھ لٹا دینے کی کیفیت بھی محبت کی ایک ترنگ ہی تھی۔(بخاری کتاب الصوم)

جب آخری عشرہ آتا تو بقول حضرت عائشہؓ آپ راتوں کو اور بھی زندہ کر دیتے۔ہر سال اعتکاف بیٹھتے اور دس دن رات مسجد میں ڈیرے ڈالے اپنے پیارے ربّ سے راز و نیاز کے علاوہ کوئی شغل نہ ہوتا۔(بخاری کتاب الصلاۃ)

9۔شکرگزاری::محبوب کی شکرگزاری بھی محبت کا ایک قرینہ ہے۔آں حضور ﷺ اللہ کی ہر نعمت پر انتہائی شکر کرتے۔اس شکر کا یہ عاشقانہ اظہار ہی تھا کہ بارش ہوتی تو اس کے قطرہ زبان پر لیتے اور فرماتے:'یہ میرے ربّ کی تازہ نعمت ہے'۔(مسند احمد جلد3)

عبادتِ الٰہی میں مشقت کو بھی آپ اسی شکر گزاری کا تقاضا جانتے۔چنانچہ یہ کیا ہی خوب شکرِ نعمت تھا کہ جب ایک بار حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ آپ کو اللہ نے بخش دیا ہے تو پھر کیوں آپ عبادت میں اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں تو فرمایا:'کیا مَیں اپنے ربّ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں'؟ (بخاری کتاب التفسیر)

10۔خشیتِ الٰہی: : محبت کے رنگوں میں سے ایک محبوب کی ناراضگی کا خوف ہے۔آنحضور ﷺ بھی اس سے ترساں رہتے۔اس خشیت کا یہ عالم تھا کہ 1 یک بار افق پر غبار چھایا تو آپ ﷺ مضطراب ہو کر ٹہلنے لگے۔کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ بادل آئے ہیں گھبرانے



کی کون سی بات ہے؟ فرمایا ثمود کی قوم پر اسی طرح ہوا چلی تھی جس نے سب کچھ تباہ کر کے رکھ دیا تھا۔

اسی کے تحت کسی بھی کمی رہ جانے کے امکان کے خیال سے استغفار آپ کا معمول تھا۔ نیز حالت سجدہ میں اپنے رب سے معافی کے یوں طالب رہتے کہ "اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، پس مجھے معاف کر دے۔"

11۔شوقِ ملاقات:: عاشق کا منتہیٰ محبوب سے ملاقات ہے۔آپ ﷺ کے عشقِ الٰہی کی یہ معراج تھی کہ اس شوقِ ملاقات میں آپ نے دنیا کو تج دیا۔ فتح مکہ کے بعد ایک دن فرمایا: "اللہ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ چاہو تو اس دنیا میں رہو اور چاہو تو میرے پاس آ جاؤ اور بندے نے اپنے مولیٰ کے پاس جانا ہی پسند کیا۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ سنا تو بے اختیار رو پڑے کہ جان گئے کہ یہ بندہ خود آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں جنہوں نے اپنے محبوب خدا سے ملنے کو اس دنیا میں رہنے پر ترجیح دی ہے۔

اور بالآخر جب یہ وقت آ گیا تو ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے زبان پر تکرار سے محبوب ہی کا نام تھا کہ:

اللّٰھُمَّ بِالرَّفِیقِ الاَعلیٰ

اے اللہ! بزرگ و برتر ساتھی اور یہی کہتے کہتے ہاتھ ڈھلک گیا (بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ) اور اپنے ربّ سے ملاقات کی منتظر آپ کی روحِ اطہر اسے پکارتی ہوئی اس کے حضور حاضر ہو گئی اور یوں عشق الٰہی میں گزری ہوئی اس تمام زندگی کا وقتِ آخر بھی اس بات پر گواہ ہوا کہ عَشِقَ مُحمدٌ رَبَّہٗ



12۔چراغ سے چراغ:

اس عشقِ الٰہی نے آپ کو صاحبِ قوسین اور مظہرِ اتم الوہیت کے آخری روحانی مقام پر پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عالمین کے لئے رحمت کر دیا جس کے تحت آپ ﷺ نے تمام مخلوق کو اللہ کی اولاد جان کر سب سے خوب محبت کی اور جہاں ان سے شفقت اور محبت کا سلوک کیا وہیں ان کی ہدایت کے لئے بھی مضطرب اور بے چین رہے۔ بعض راتیں یہ دعا مانگتے گزر جاتیں کہ:

"اے اللہ! اگر تو انہیں عذاب دینا چاہے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو تُو غالب اور حکمت والا ہے"۔ (نسائی کتاب الافتتاح)

اسی تڑپ اور دعاؤں کے نتیجہ میں ایک عظیم روحانی

انقلاب برپا ہوا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی آپ دوبارہ اس کو دنیا میں لائے ۔ پشتوں سے شرک میں مبتلا لوگ آپ ﷺ کی قوت قدسیہ سے نہ صرف باخدا ہو گئے بلکہ ایسے خدا نما وجود بن گئے جن کے بارے میں ایک موقع پر یہ ارشاد ہوا: ''اللہ کے بعض بندے پراگندہ بال اور غبار آلود ہوتے ہیں۔ دروازوں پر سے ان کو دھکے دیئے جاتے ہیں لیکن اگر وہ اللہ کی قسم کھالیں کہ ایسا ہو تو خدا تعالیٰ ویسا ہی کر دیتا ہے''۔ (مسلم)

یہ اصحاب آنحضور ﷺ کے عشقِ الٰہی کی اس شدت کے زیرِ اثر خود بھی اللہ کے عاشق ہو گئے تھے۔ یہ عشق ہی تھا کہ حضرت بلال ؓ سزا بھگت کر ہوش میں آتے تو پھر زبان پر یہی اقرارِ جرم ہوتا کہ احد، احد کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ ایک ہے۔

یہ عشق ہی تھا جس نے اپنی شہ رگ سے ابلتے ہوئے خون کو دیکھ کر حضرت حرام بن ملحان ؓ سے یہ نعرۂ مستانہ لگوایا: فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ

(بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع)

کہ ربّ کعبہ کی قسم مَیں کامیاب ہو گیا۔

یہ عشق ہی تھا کہ حضرت علی ؓ کی ایڑی میں پیوست نیزہ نکالنے کے لئے بہترین وقت وہ ٹھہرا جب وہ نماز میں خدا کے حضور سجدہ ریز ہوں اور دنیا کی ہوش نہ رہے۔

یہ اللہ کا عرفان اور اُس کا عشق ہی تھا جس نے آں حضرت ﷺ کی وفات پر آپ کے دوست اور ساتھی حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو صحابہ ؓ کی تسلی کے لئے یہ الفاظ سجھائے کہ: 'جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے لیکن جو خدا کی عبادت کرتا تھا وہ یاد رکھے کہ خدا زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا'۔

(بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ)

محبت کے یہ سب چراغ عشقِ الٰہی کی اُسی شمع سے روشن ہوئے جسے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اپنی تمام زندگی میں پوری شان سے جلائے رکھا۔

13۔ محبت الٰہی کی راہ

آنحضور ﷺ کی اس محبت کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرفِ قبولیت بھی بخشا کہ اس کی پیروی آئندہ اللہ کی محبت پانے کا ذریعہ قرار پائی۔ جیسا کہ فرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (آلِ عمران 32:3)

ترجمہ: تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو (تو) وہ (بھی) تم سے محبت کرے گا۔

اطاعتِ رسول ﷺ کے طریق پر چلنے والوں کو قرآن کریم میں نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین کے ہم رُتبہ ہونے کی بشارت دی گئی اور بعض کو حدیثِ رسول ﷺ میں انبیاء بنی اسرائیل جیسا اور مجدد اور مسیح و مہدی

کا نام دیا گیا۔سب نے اس سبق کو دہرایا۔ چنانچہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریق پر چل کر امتی نبی کا نام پانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام اور عاشق، صادق حضرت مسیح موعود نے آج عشقِ الٰہی کی اس شمع کو پھر لَو دی ہے۔ اور خدا سے محبت کے اس چلن کو یوں عام کرنا چاہا ہے کہ فرمایا

'یہ دولت لینے کے لائق ہے اگر چہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگر چہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 21)

اسی لئے ہم سب محبتِ الٰہی کے اس راستے کے مسافر ہیں۔اللہ تعالیٰ کی معرفت، صرف اُس کو اپنا ربّ جاننا، اُس سے ذاتی تعلق پیدا کرنا، اُس سے ڈرنا اور اس سے محبت کرنا ہماری منزلیں ہیں۔اس راستہ پر حضرت مسیحِ موعود کی بیان فرمودہ یہ خبر ہمارا زادِ راہ ہے کہ

"تمہیں خوش خبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے۔ جو لوگ پورے زور سے اس دروازے سے داخل ہونا چاہتے ہیں اُن کے لئے موقع ہے کہ وہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خُدا سے خاص انعام پاویں۔ (الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 308۔309)

محبت اور عشقِ الٰہی کا یہ خالی میدان ہمارے ارادوں اور پیش قدمی کا منتظر ہے۔





حمد

(فرید احمد نوید)

ملک تیرے ، مکان تیرے ہیں
یہ زمین آسمان تیرے ہیں

کوئی سورج جلا نہیں سکتا
سر پہ گر سائبان تیرے ہیں

خاک تا انتہائے ہفت افلاک
ہر قدم پر نشان تیرے ہیں

اس سے بڑھ کر غنی نہیں کوئی
جس کی جھولی میں دان تیرے ہیں

تیرے دم سے ہے قوت پرواز
بال و پر اور اڑان تیرے ہیں

خوش نصیبی پہ ناز کرتے ہیں
ہم جو زیر امان تیرے ہیں

حمد کے گیت ہیں عطا تیری
یہ زبان و بیان تیرے ہیں

ہم نے مانا کہ ہیں بہت کمزور
پھر بھی جیسے ہیں جان تیرے ہیں



قرآن مجید میں لفظ 19 کا استعمال اور تحریک جدید کے 19 مطالبات۔ایک جائزہ

(ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز: لندن)



اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے دُنیا میں مختلف شریعتیں اُتارتا رہا ہے۔چنانچہ آخری الٰہی شریعت جو کامل ہدایت کے ساتھ نازل ہوئی وہ قرآن کریم ہے۔قرآن کریم کے معارف ہر عقل اور ہر طبقہ اور زمانہ کے لئے ہیں ۔یہ تمام قوموں کی رہنمائی اور تمام دُنیا کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

امام الزمان سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی پیروی میں اس زمانہ میں قرآن مجید کو ایک زندہ معجزہ کے طور پر پیش فرمایا ہے۔اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے جو قیامت تک کے لئے زندہ ہے۔اس کے فیوض و برکات، علوم کا سلسلہ لامتناہی ہے۔ چنانچہ اس حوالہ سے آپ علیہ السلام نے مختلف مقامات میں بیان جوفرمایا ہے اُس کی چند تحریرات بطور نمونہ پیش ہیں۔

’’قرآن جواہرات کی تھیلی ہے اور لوگ اس سے بے خبر ہیں‘‘ (ملفوظات جلد اول ص542)

’’قرآن کی وہ اعلیٰ شان ہے کہ ہر ایک شان سے بلند ہے۔وہ حَکَم ہے یعنی فیصلہ کرنے والا اور وہ مُہیمن ہے یعنی تمام ہدایتوں کا مجموعہ ہے۔ اس نے تمام دلیلیں جمع کر دیں اور دُشمنوں کی جمعیت کو تِتّر بِتّر کر دیا اور وہ ایسی کتاب ہے کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اور اس میں آئندہ اور گزشتہ کی خبریں موجود ہیں اور باطل کو اس کی طرف راہ نہیں ہے ،نہ آگے سے نہ پیچھے سے اور وہ خدا تعالیٰ کا نور ہے‘‘

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 103)

پھر فرمایا: ’’قرآن شریف ایسا معجزہ ہے کہ نہ وہ اول مثل ہوا اور نہ آخر کبھی ہوگا۔اس کے فیوض و برکات کا در ہمیشہ جاری ہے اور وہ ہر زمانہ میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں ہے جیسا آنحضرت ﷺ کے وقت تھا۔علاوہ اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر شخص کا کلام اس کی ہمت

کے موافق ہوتا ہے جس قدر اس کی ہمت اور عزم اور مقاصد عالی ہوں گے اسی پایہ کا وہ کلام ہوگا۔ وحی الٰہی میں بھی یہی رنگ ہوتا ہے۔ جس شخص کی طرف اس کی وحی آتی ہے جس قدر ہمت بلند رکھنے والا وہ ہوگا اسی پایہ کا کلام اُسے ملے گا۔ آنحضرت ﷺ کی ہمت و استعداد اور عزم کا دائرہ چونکہ بہت وسیع تھا اس لئے آپ ﷺ کو جو کلام ملا وہ بھی اس پایہ اور رتبہ کا ہے کہ دوسرا کوئی شخص اس ہمت اور حوصلہ کا کبھی پیدا نہ ہوگا۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 40)

قرآن مجید کے عددی معجزات

قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی باطل بات داخل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ قرآن حکیم کا ایک ایک حرف اتنی زبردست کیلکولیشن اور اتنے حساب و کتاب کے ساتھ اپنی جگہ پر فٹ ہے کہ اسے تھوڑا سا اِدھر اُدھر کرنے سے وہ ساری کیلکولیشن درہم برہم ہوجاتی ہے جس کے ساتھ قرآنِ پاک کی اعجازی شان نمایاں ہے۔

اتنی بڑی کتاب میں اتنی باریک کیلکولیشن کا کوئی رائٹر تصور بھی نہیں کرسکتا۔

بریکٹس میں دیئے گئے یہ الفاظ بطور نمونہ ہیں ورنہ قرآن کا ہر لفظ جتنی مرتبہ استعمال ہوا ہے وہ تعداد اور اس کا پورا بیک گراؤنڈ اپنی جگہ خود علم و عرفان کا ایک وسیع جہان ہے۔

☆ دنیا کا لفظ اگر 115 مرتبہ استعمال ہوا ہے تو اس کے مقابل آخرت کا لفظ بھی 115 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس۔

(شیاطین و ملائکہ:88)

(موت و حیات:145)

(نفع و فساد:50)

(اجر و فضل 108)

(کفر و ایمان:25)

(شہر:12) سال میں بارہ مہینے ہی ہوتے ہیں۔ (شھر کا مطلب مہینہ)

اور یوم کا لفظ 360 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

اتنی بڑی کتاب میں اس عددی مناسبت کا خیال رکھنا کسی بھی انسانی مصنف کے بس کی بات نہیں۔

قرآن مجید میں حرف 19 کا استعمال:

قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ اس کی زبانی حفاظت کے لئے حفاظ کرام کا عظیم الشان نظام قائم فرمایا اور اسی طرح تحریری طور پر بھی اس کی حفاظت کا شروع سے نظام قائم فرمایا۔

ان کے علاوہ قرآن حکیم کے حفاظتی نظام میں 19 کے عدد کا بڑا عمل دخل ہے۔کلام اللہ میں 19 کا ہندسہ صرف سورہ مدثر ،آیت 31 میں آیا ہے جہاں اللہ نے دوزخ پر 19 نگران مقرر کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔: چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنۡ هٰذَآ اِلَّا قَوۡلُ الۡبَشَرِ ۝ سَاُصۡلِيۡهِ سَقَرَ ۝ وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبۡقِىۡ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلۡبَشَرِ ۝ عَلَيۡهَا تِسۡعَةَ عَشَرَ ۝

(سورہ المدثر 26 تا 31)

ترجمہ یہ ایک قولِ بشر کے سوا کچھ نہیں۔میں یقیناً اُسے سَقَر میں ڈال دوں گا۔اور تجھے کیا سمجھائیں کہ سَقَر کیا ہے؟ نہ وہ کچھ باقی رہنے دیتی ہے نہ (پیچھا) چھوڑتی ہے۔چہرے کو جُھلسا دینے والی ہے۔اُس پر اُنیس (نگران) ہیں۔

چونکہ قرآنِ کریم خالقِ کائنات کی تصنیف ہے اور اس کا اپنا کلام ہے اس لئے اس کے علوم اور حکمتوں پر مکمل عبور انسان کے بس کی بات نہیں۔دوزخ پر 19 محافظ فرشتوں کو مقرر کرنے میں کیا حکمت ہے یہ تو رب ہی جانے لیکن اتنا اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کہ 19 کے عدد کا تعلق اللہ کے کسی حفاظتی نظام سے ہے۔

19 کے ہندسہ میں ایک دھائی اور 9 اکائیاں ہیں۔گنتی میں مکمل قدرتی ہندسہ ایک سے کم اور نو سے زیادہ نہیں۔ کوئی بھی فلاسفر آج تک 9 سے بڑا ایک عدد والا ہندسہ نہیں لا سکا اور نہ یہ لا سکے گا۔گویا کہ اس 19 کے عدد نے ایک سے لے کر 9 تک کے تمام ہندسوں کو اپنے احاطہ میں لے لیا ہے۔

جب آپ 19 کے عدد کی تفصیل میں جائیں گے تو ایسے حیرت انگیز حقائق سامنے آئیں گے کہ انسان بے ساختہ پکار اٹھے گا۔اللہ اکبر! کیا خوب کلامِ خدا ہے۔

پھر یہ دیکھ کر مزید حیرت میں اضافہ ہوتا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ترتیب کے ساتھ 4 الفاظ استعمال ہوئے ہیں

اور ان کے بارے میں ثابت ہے کہ لفظ ''اسم'' پورے قرآن میں 19 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔لفظ الرحمن 57 مرتبہ استعمال ہوا ہے جو 19×3 کا حاصل ہے اور لفظ الرحیم 114 مرتبہ استعمال ہوا ہے جو 19×6 کا حاصل ہے اور لفظ اللہ پورے قرآن میں 2699 مرتبہ استعمال ہوا ہے اگر اسے 19 سے تقسیم کریں گے تو اُس کا حاصل 142 ہوگا بقیہ 1۔ **یہاں بقیہ ایک رہتا ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ اللہ کی ذات پاک کسی حساب کے تابع نہیں، وہ یکتا ہے۔**

قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد بھی 114 ہے جو 19×6 کا حاصل ہے۔ ہر سورۃ کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو رکھا گیا ہے۔لیکن سورہ توبہ کے آغاز میں بسم اللہ نازل نہیں ہوئی اس کے علاوہ سورہ نمل آیت نمبر 30 میں مکمل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل کرکے 19 کے فارمولا کی تصدیق کردی۔

☆ اب آیئے ،آنحضرت ﷺ پر اترنے والی پہلی وحی کی طرف : یہ سورعلق کی پہلی 5 آیات ہیں اور یہیں سے 19 کے اس حسابی فارمولے کا آغاز ہوتا ہے!

ان 5 آیات کے کل الفاظ 19 ہیں اور ان 19 الفاظ کے کل حروف 76 ہیں جو ٹھیک 19×4 کا حاصل ہیں لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی ،جب سورہ علق کے کل حروف کی گنتی کی گئ تو عقل تو ورطہ حیرت میں ڈوب گئ کہ اسکے کل حروف 304 ہیں جو 19×4×4 کا حاصل ہیں۔

قارئین کرام !عقل یہ دیکھ کر حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں مزید ڈوب جاتی ہے کہ قرآنِ پاک کی موجودہ ترتیب کے مطابق سورہ علق قرآن پاک کی 96 نمبر سورت ہے۔ اب اگر قرآن کی آخری سورت والناس کی طرف سے گنتی کریں تو اخیر کی طرف سے سورہ علق کا نمبر 19 بنتا ہے اور اگر قرآن کی ابتدا سے دیکھیں تو اس 96 نمبر سورت سے پہلے 95 سورتیں ہیں جو ٹھیک 19×5 کا حاصل ضرب ہیں جس سے یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ سورتوں کے آگے پیچھے کی ترتیب بھی انسانی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حسابی نظام کا ہی ایک حصہ ہے۔

☆ قرآنِ پاک کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت سورہ نصر ہے۔

یہ سن کر آپ پر پھر ایک مرتبہ خوشگوار حیرت طاری ہوگی کہ اللہ پاک نے یہاں بھی 19 کا نظام برقرار رکھا ہے ۔پہلی وحی کی طرح آخری وحی سورہ نصر ٹھیک 19 الفاظ پر مشتمل ہے۔ یوں کلام اللہ کی پہلی اور آخری سورت ایک ہی حسابی قاعدہ سے نازل ہوئیں۔

☆ سورہ فاتحہ کے بعد قرآن حکیم کی پہلی سورت سورہ بقرہ کی کل آیات 286 ہیں ۔ 2 ہٹادیں تو مکی سورتوں کی تعداد سامنے آتی ہے۔ 6 ہٹادیں تو مدنی سورتوں کی تعداد سامنے آتی ہے۔ 86 کو 28 کے ساتھ جمع کریں تو کل سورتوں کی تعداد 114 سامنے آتی ہے۔

آج جبکہ عقل وخرد کو سائنسی ترقی پر بڑا ناز ہے،یہی قرآن پھر اپنا چیلنج دہراتا ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل پر غور وخوض کے بعد یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید کا حسابی نظام اتنا

پیچیدہ ہے مگر منظم ہے کہ یہ انسانی عقل کے بس کی بات نہیں ۔لا ریب تمام جن وانس مل کر بھی ایسی بے مثال محیر العقول کتاب کی مثل ایک سورت نہیں بنا سکتے۔زمانہ حاضرہ پر نظر ڈالیں اس وقت دمشق، شام اور عراق میں لاکھوں عیسائی اور یہودی ایک محتاط اندازے کے مطابق 200 ملین کے قریب موجود ہیں۔جن کی مادری زبان عربی ہے جو عربی زبان میں نثر لکھنے پر قادر ہیں اور ان میں ایسے ایسے ادیب اور ماہرِ لسانیات ہیں جنہوں نے لغاتِ عربیہ پر ''نظر المحیط المنجد''؛ ''اقرب الموارد''اور''المحیط''جیسی ضخیم کتابیں لکھ ڈالیں مگر وہ تورات؛ زبور؛ اور انجیل کے بارے میں اس قسم کے کمپیوٹرازڈ نظام نہ پیش کر سکے۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ قدرت نے یہ نظام ازل ہی سے قرآن مجید کے لئے مختص فرما دیا تھا جس کا اظہار اب کمپیوٹر کے زمانے میں ہوا ہے۔

عَلَيۡهَا تِسۡعَةَ عَشَرَ کی تفسیر اور مفسرین کرام!

قرآن مجید کے مختلف بطون اور مطالب ہیں۔اس کے خزانے قیامت تک کہ لئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ کے لئے اس کے معانی و مطالب کو بیان فرمایا ہے۔قرآن مجید کی سورۃ المدثر کی آیت نمبر 31 کی تفسیر میں گذشتہ مفسرین نے جو معانی بیان کئے ہیں وہ بھی قارئین کے لئے پیش خدمت ہیں۔

(1)صاحب تفسیر فی ظلال القرآن کا مؤقف

سید قطب شہید صاحب اپنی کتاب تفسیر فی ظلال القرآن جلد 10 میں زیر آیت لکھتے ہیں کہ

''جہنم کا منظر اور اس پر انیس منظم فرشتوں کے ذکر کے حوالے سے مشرکوں نے اس کا مذاق اڑایا تھا اور ضعیف الایمان لوگوں میں ایک قلق کی لہر دوڑ گئی تھی۔یہ سورۃ اس عدد کے تذکرہ کی حکمت بتاتی ہے۔پھر اللہ کے غیب کی حقیقت کا ایک روشن دان کھولتی ہے اور بتاتی ہے کہ غیب اسی کے ساتھ مختص ہے۔یہ روشن دان اللہ کے پوشیدہ غیب کی حقیقت کے لئے ایمانی عقیدے کی ایک جانب روشنی ڈالتا ہے۔''

(تفسیر فی ظلال القرآن جلد 10 صفحہ 367 سید قطب شہید ترجمہ پروفیسر میاں منظور احمد ناشر اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور)

(2)صاحب تفسیر حُسینی مسمّیٰ بہ تفسیر قادری کا مؤقف

صاحب تفسیر حُسینی مسمّیٰ بہ تفسیر قادری اس آیت کی تشریح میں رقم کرتے ہیں کہ

''انیس فرشتے یا انیس قسم کے فرشتے مسلط اور متعین ہوں گے۔''

(تفسیر حُسینی مسمّیٰ بہ تفسیر قادری ناشر محمد لیاقت بنارسی ادبی دنیا مٹیا محل دہلی صفحہ 556)

(3)صاحب تذکیر القرآن کا مؤقف

مولانا وحید الدین خان صاحب قرآن مجید کی تفسیر تذکیرالقرآن میں اس آیت کی تشریح میں بیان کرتے ہیں کہ

''جہنم کے احوال جو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں وہ سب اَن دیکھی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہنم میں 19 فرشتوں کا ہونا بھی اسی نوعیت کی چیز ہے آدمی اگر موشگافی کرے تو یہی بات ان کے شبہات میں اضافہ کرے گی۔ لیکن اگر مجمل ایمان کا طریقہ اختیار کیا جائے تو اس قسم کی باتوں سے آدمی کے خوف آخرت میں اضافہ ہوگا۔''

(تذکیرالقرآن صفحہ 1542 و 1543 ناشر گڈور بستی نظام الدین۔)

حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول ؓ کی بیان فرمودہ عظیم الشان تفسیر

قارئین کرام سورۃ المدثر کی مندرجہ بالا آیت کی مفسرین نے جو معانی کئے ہیں وہ آپ نے ملاحظہ کر لئے ہیں۔اس کے بالمقابل ایک اور معنی حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بیان کئے ہیں۔ان دونوں معانی کے تقابلی مطالعہ سے صاف عیاں ہوجاتا ہے کہ قرآن مجید کے معانی و مطالب کے بیان کرنے میں آپ کو ایک خاص ملکہ اور فوق العادت طاقت دی گئی تھی۔

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی ؓ فرماتے ہیں کہ

''حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بار بار مجھے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی تفسیر قرآن آسمانی تفسیر ہے۔۔۔صاحبزادہ صاحب ان سے قرآن پڑھا کرو اور ان کے درس قرآن میں بہت بیٹھا کرو اور سنا کرو اگر تم نے دو تین سیپارہ بھی حضرت مولوی صاحب سے سنے یا پڑھے تو تم کو قرآن شریف سمجھنے کا مادہ اور تفسیر کرنے کا ملکہ ہو جائے گا۔ یہ بات مجھ سے حضرت اقدس علیہ السلام نے شاید پچاس مرتبہ کہی ہوگی۔''

(تذکرۃ المہدی جلد اول صفحہ 174)

چنانچہ ایک موقعہ پر حضرت مولانا نورالدین صاحب ؓ قرآن مجید کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

''میں نے بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔اور خوب سمجھ کر پڑھی ہیں۔ مجھے قرآن کے برابر پیاری کوئی کتاب نہیں ملی۔اس سے بڑھ کر کوئی کتاب پسند نہیں ہے۔قرآن کافی کتاب ہے۔''

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 342 قادیان)

فرمایا: ''مَیں جب قرآن شریف پڑھتا ہوں۔تو اسے نئی شان میں پاتا ہوں۔قرآن کے بعد کوئی نئی کتاب آنے والی نہیں۔بس وہی نئی شان میں جلوہ گر ہوتا ہے۔''

(حقائق الفرقان جلد نمبر 3 صفحہ 107)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے قرآن کریم کا غیر معمولی فہم عطا فرمایا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کے بعد اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی تائید و نصرت شامل ہوگئی تو آپ نے اپنے دروس قرآن اور خطابات اور تحریرات میں نئے نئے معارف قرآن بیان فرمائے۔

عَلَيۡهَا تِسۡعَةَ عَشَرَ کی تفسیر میں آپ نے جو معانی و تفسیر بیان فرمائی انتہائی ایمان افروز اور وجد آفریں ہے۔

''بتلایا گیا ہے کہ جہنم کے داروغے 19 ہیں۔ اس عدد میں ایک عجیب راز ہے۔ دانشمند غور کریں تو وہ اس قرآنی فلسفہ سے لطف اٹھائیں۔ انسان کہ وہ اعضا و قویٰ کہ جن سے خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں کا ظہور ہوسکتا ہے۔ وہ بھی تعداد میں انیس ہی ہیں۔ دو ہاتھ۔ دو پاؤں۔ زبان۔ دل آلہ تناسل۔ مقعد۔ پیٹ۔ منہ حواسہ خمسہ۔ فکر عقل۔ شہوت۔ غضب۔'' (حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 262)

تحریک جدید کے 19 مطالبات حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں

قارئین کرام! ایک طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں جہنم کے 19 فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ جو اُس کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ قرآن مجید کے مفسرین نے اس کے الگ الگ معانی بیان کئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے وہ انسانی قویٰ مراد لئے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سرزد ہوتی ہے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے، جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے شاگرد خاص تھے، نے خدائی منشاء کے تحت 1934ء میں تحریک جدید کا عالمگیر نظام قائم فرمایا۔ اور اس خدائی تحریک میں شاملین سے 19 مطالبات کئے۔ یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ خاص موعود فرزند تھے۔ جن کی پیدائش کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قبل از ولادت کئی عظیم الشان پیشگوئیاں بیان فرمائی تھیں نیز علامات بیان کی تھیں۔ ان علامات میں سے ایک یہ تھی ''وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دِل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔''

گناہوں میں مبتلاء ہونے کے 19 ذرائع ہیں۔ تو دوسری طرف پاکیزگی اور اسلام کی ترقی کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے 19 مطالبات شاملین تحریک جدید سے کئے ہیں۔ اس میں کیا رمز اور بھید ہیں اس کی تفصیل تو اللہ

تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

تحریک جدید ایک الٰہی تحریک ہے

حضرت مصلح موعود نے یہ تحریک خاص منشاء الٰہی سے جاری کی۔ چنانچہ ایک موقعہ پر حضرت مصلح موعودؓ تحریک جدید کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کی نسبت فرماتے ہیں کہ

''میں نے کہا ہے کہ میں نے تحریک جدید جاری کی۔مگر یہ درست نہیں ۔میرے ذہن میں یہ تحریک بالکل نہیں تھی ۔اچانک میرے دل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تحریک نازل ہوئی۔ پس بغیر اس کے کہ میں کسی قسم کی غلط بیانی کا ارتکاب کروں۔میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ تحریک جدید جو خدا نے جاری کی میرے ذہن میں یہ تحریک پہلے نہیں تھی میں بالکل خالی الذہن تھا۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے یہ سکیم میرے دل پر نازل کی اور میں نے اسے جماعت کے سامنے پیش کر دیا۔

پس یہ میری تحریک نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی نازل کردہ تحریک ہے۔''

(خطبہ جمعہ 27 نومبر 1942ء الفضل 2 دسمبر 1942ء)

تحریک جدید کے 19 مطالبات حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں

حضرت مصلح موعودؓ نے 23 نومبر 30 نومبر اور 7۔ دسمبر 1934ء کے تین خطبات میں اپنی سکیم تفصیلی طور پر جماعت کے سامنے رکھی اور اسے 16۔ دسمبر 1934ء کے ایک مطبوعہ اعلان میں تحریک جدید کے نام سے موسوم فرمایا۔تحریک جدید کی سکیم انیس مطالبات پر مشتمل تھی۔ جن کی تشریح وتوضیح ذیل میں خود سیدنا امیر المومنین خلیفہ المسیح الثانیؓ کے الفاظ مبارکہ میں درج کی جاتی ہے۔ یہ خلاصہ تاریخ احمدیت جلد 8 سے لیا گیا ہے۔

پہلا مطالبہ: (سادگی)

آج سے تین سال کے لئے ۔۔۔۔ ہر احمدی جو اس جنگ میں ہمارے ساتھ شامل ہونا چاہے یہ اقرار کرے کہ وہ آج سے صرف ایک سالن استعمال کرے گا۔ روٹی اور سالن یا چاول اور سالن یہ دو چیزیں نہیں بلکہ دونوں مل کر ایک ہوں گے۔لیکن روٹی کے ساتھ دو سالنوں یا چاولوں کے ساتھ دو سالنوں کی اجازت نہ ہوگی ۔۔۔۔لباس کے متعلق میرے ذہن میں کوئی خاص بات نہیں آئی۔ ہاں بعض عام ہدایات میں دیتا ہوں مثلاً یہ کہ جن لوگوں کے پاس کافی کپڑے ہوں۔ وہ ان کے خراب ہو جانے تک اور کپڑے نہ بنوائیں پھر جو لوگ نئے کپڑے زیادہ بنواتے ہیں۔ وہ نصف پر یا تین چوتھائی پر یا ۵ / ۴ پر آجائیں ۔۔۔۔علاج کے متعلق میں کہہ چکا ہوں

کہ اطباء اور ڈاکٹر سستے نسخے تجویز کیا کریں ۔۔۔۔۔۔ خرچ سنیما اور تماشے ہیں۔ ان کے متعلق میں ساری جماعت کو حکم دیتا ہوں کہ تین سال تک کوئی احمدی کسی سنیما سرکس تھیٹر وغیرہ غرض کہ کسی تماشہ میں بالکل نہ جائے ۔۔۔ شادی بیاہ کا معاملہ ہے۔ چونکہ یہ جذبات کا سوال ہے اور حالات کا سوال ہے اس لئے میں یہ حد بندی تو نہیں کرسکتا کہ اتنے جوڑے اور اتنے زیور سے زیادہ نہ ہوں۔ ہاں اتنا مدنظر رہے کہ تین سال کے عرصہ میں یہ چیزیں کم دی جائیں۔

دوسرا مطالبہ:

دوسرا مطالبہ جو دراصل پہلے ہی مطالبہ پر مبنی ہے یہ کرتا ہوں کہ جماعت کے مخلص افراد کی ایک جماعت ایسی نکلے جو اپنی آمد کا ۵ / 1 سے 3 / 1 حصہ تک سلسلہ کے مفاد کے لئے تین سال تک بیت المال میں جمع کرائے۔ اس کی صورت یہ ہو کہ جس قدر وہ مختلف چندوں میں دیتے ہیں یا دوسرے ثواب کے کاموں پر خرچ کرتے ہیں یا دارالانوار کمیٹی کا حصہ یا حصے انہوں نے لئے ہیں (اخبارات وغیرہ کی قیمتوں کے علاوہ) وہ سب رقم اس حصہ میں سے کاٹ لیں اور باقی رقم اس تحریک کی امانت میں صدر انجمن احمدیہ کے پاس جمع کرادیں۔

تیسرا مطالبہ:

تیسرا مطالبہ میں یہ کرتا ہوں کہ دشمن کے مقابلہ کے لئے اس وقت بڑی ضرورت ہے کہ وہ جو گندہ لٹریچر ہمارے خلاف شائع کررہا ہے اس کا جواب دیا جائے یا اپنا نقطہ نگاہ احسن طور پر لوگوں تک پہنچایا جائے اور وہ روکیں جو ہماری ترقی کی راہ میں پیدا کی جارہی ہیں انہیں دور کیا جائے۔ اس کے لئے بھی خاص نظام کی ضرورت ہے۔ روپیہ کی ضرورت ہے۔ آدمیوں کی ضرورت ہے اور کام کرنے کے طریقوں کی ضرورت ہے ۔۔۔۔۔۔ اس کام کے واسطے تین سال کے لئے پندرہ ہزار روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ فی الحال پانچ ہزار روپیہ کام کے شروع کرنے کے لئے ضروری ہے۔ بعد میں دس ہزار کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور اگر اس سے زائد جمع ہوگیا تو اسے اگلی مدات میں منتقل کردیا جائے گا۔

اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا کہ میری دی ہوئی ہدایات کے مطابق دشمن کے پروپیگنڈا کا بالمقابل پروپیگنڈا سے مقابلہ کرے۔ مگر اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا کہ تجارتی اصول پر کام کرے۔ مفت اشاعت کی قسم کا کام اس کے دائرہ عمل سے خارج ہوگا۔

چوتھا مطالبہ:

قوم کو مصیبت کے وقت پھیلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کہتا ہے کہ مکہ میں اگر تمہارے خلاف جوش ہے تو کیوں باہر نکل کر دوسرے ملکوں میں نہیں پھیل جاتے۔ اگر باہر نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ترقی کے بہت سے راستے کھول دے گا۔ اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت میں بھی ایک حصہ ایسا ہے جو ہمیں کچلنا چاہتا ہے اور رعایا میں بھی ہمیں کیا معلوم ہے کہ ہماری مدنی زندگی کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے۔ قادیان بے شک ہمارا مذہبی مرکز ہے۔ مگر ہمیں کیا معلوم کہ ہماری شوکت وطاقت کا مرکز کہاں ہے۔ یہ ہندوستان کے کسی اور شہر میں بھی ہوسکتا ہے اور چین، جاپان، فلپائن، سماٹرا، جاوا، روس، امریکہ غرض کہ دنیا کے کسی ملک میں ہوسکتا ہے۔ اس لئے جب ہمیں یہ معلوم ہو کہ لوگ بلاوجہ جماعت کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ کچلنا چاہتے ہیں تو ہمارا ضروری فرض ہو جاتا ہے کہ باہر جائیں اور تلاش کریں کہ ہماری مدنی زندگی کہاں سے شروع ہوتی ہے۔ ہمیں کیا معلوم ہے کہ کونسی جگہ کے لوگ ایسے ہیں کہ وہ فوراً احمدیت کو قبول کرلیں گے۔۔۔۔۔۔

پس میں اس تحریک کے ماتحت ایک طرف تو ایسے نوجوانوں کا مطالبہ کرتا ہوں جو کچھ خرچ کا بوجھ خود اٹھائیں ورنہ وقف کرنے والوں میں سے ان کو چن لیا جائے گا جو کرایہ اور چھ ماہ کا خرچ لے کر ان ملکوں میں تبلیغ کے لئے جانے پر آمادہ ہوں گے جو ان کے لئے تجویز کئے جائیں گے۔ اس چھ ماہ کے عرصہ میں ان کا فرض ہوگا کہ علاوہ تبلیغ کے وہاں کی زبان بھی سیکھ لیں اور اپنے لئے کوئی کام بھی نکالیں جس سے آئندہ گزارہ کرسکیں۔ اس تحریک کے لئے خرچ کا اندازہ میں نے دس ہزار روپیہ کا لگایا ہے۔ پس دوسرا مطالبہ اس تحریک کے ماتحت میرا یہ ہے کہ جماعت کے ذی ثروت لوگ جو سوسو روپیہ یا زیادہ روپیہ دے سکیں اس کے لئے رقوم دے کر ثواب حاصل کریں۔

پانچواں مطالبہ:

تبلیغ کی ایک سکیم میرے ذہن میں ہے جس پر سو روپیہ ماہوار خرچ ہوگا اور اس طرح 1200 روپیہ اس کے لئے درکار ہے۔ جو دوست اس میں بھی حصہ لے سکتے ہوں وہ لیں۔ اس میں بھی غرباء کو شامل کرنے کے لئے میں اجازت دیتا ہوں کہ وہ اس تحریک میں حصہ لینے کے لئے پانچ پانچ روپے دے سکتے ہیں۔

چھٹا مطالبہ:

میں چاہتا ہوں کہ وقف کنندگان میں سے پانچ افراد کو مقرر کیا جائے کہ سائیکلوں پر سارے پنجاب کا دورہ کریں اور اشاعت سلسلہ کے امکانات کے متعلق مفصل رپورٹیں مرکز کو بھجوائیں۔ مثلاً یہ کہ کس علاقہ کے لوگوں پر کس طرح

اثر ڈالا جاسکتا ہے۔کون کون سے بااثر لوگوں کو تبلیغ کی جائے تو احمدیت کی اشاعت میں خاص مدد مل سکتی ہے۔کس کس جگہ کے لوگوں کے کس کس جگہ کے احمدیوں سے رشتہ داریاں ہیں کہ ان کو بھیج کر وہاں تبلیغ کرائی جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پانچ آدمی جو سائیکلوں پر جائیں گے مولوی فاضل یا انٹرنس پاس ہونے چاہئیں۔ تین سال کے لئے وہ اپنے آپ کو وقف کریں گے۔ پندرہ روپیہ ماہوار ان کو دیا جائے گا۔تبلیغ کا کام ان کا اصلی فرض نہیں ہوگا۔ اصل فرض تبلیغ کے لئے میدان تلاش کرنا ہوگا۔ وہ تبلیغی نقشے بنائیں گے۔ گویا جس طرح گورنمنٹ سروے (SURVEY) کراتی ہے وہ تبلیغی نقطہ نگاہ سے پنجاب کا سروے کریں گے۔ان کی تنخواہ اور سائیکلوں وغیرہ کی مرمت کا خرچ ملا کر سو روپیہ ماہوار ہوگا۔ اور اس طرح کل رقم جس کا مطالبہ ہے ساڑے ستائیس ہزار بنتی ہے۔مگر اس میں سے ساڑھے سترہ ہزار کی فوری ضرورت ہے۔

ساتواں مطالبہ:

تبلیغ کی وسعت کے لئے ایک نیا سلسلہ مبلغین کا ہونا چاہئے اور وہ یہی ہے کہ سرکاری ملازم تین تین ماہ کی چھٹیاں لے کر اپنے آپ کو پیش کریں تا کہ ان کو وہاں بھیج دیا جائے جہاں ان کی ملازمت کا واسطہ اور تعلق نہ ہو۔ مثلاً گورداسپور کے ضلع میں ملازمت کرنے والا امرتسر کے ضلع میں بھیج دیا جائے۔ امرتسر کے ضلع میں ملازمت کرنے والا کانگڑہ یا ہوشیار پور کے ضلع میں کام کرے۔ گویا اپنی ملازمت کے علاقہ سے باہر ایسی جگہ کام کرے جہاں ابھی تک احمدیت کی اشاعت نہیں ہوئی۔ اور وہاں تین ماہ رہ کر تبلیغ کرے۔۔۔ایسے اصحاب کا فرض ہوگا کہ جس طرح ملکانہ تحریک کے وقت ہوا وہ اپنا خرچ آپ برداشت کریں۔

آٹھواں مطالبہ:

ایسے نوجوان اپنے آپ کو پیش کریں۔ جو تین سال کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔

نواں مطالبہ:

جو لوگ تین ماہ وقت نہ دے سکیں۔۔ایسے لوگ جو بھی موسمی چھٹیاں یا حق کے طور پر ملنے والی چھٹیاں ہوں انہیں وقف کر دیں۔ ان کو قریب کے علاقہ میں ہی کام پر لگا دیا جائے گا۔

دسواں مطالبہ:

اپنے عہدہ یا کسی علم وغیرہ کے لحاظ سے جو لوگ کوئی پوزیشن رکھتے ہوں۔ یعنی ڈاکٹر ہوں، وکلاء ہوں، یا اور ایسے معزز کاموں پر یا ملازمتوں پر ہوں جن کو لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایسے لوگ اپنے آپ کو پیش کریں تا کہ مختلف مقامات کے جلسوں میں مبلغوں کے سوائے ان کو بھیجا جائے۔

گیارھواں مطالبہ:

دراصل خلیفہ کا کام نئے سے نئے حملے کرنا اور اسلام کی اشاعت کے لئے نئے سے نئے رستے کھولنا ہے مگر اس کے لئے بجٹ ہوتا ہی نہیں۔ سارا بجٹ انتظامی امور کے لئے یعنی صدر انجمن کے لئے ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ سلسلہ کی ترقی افتادی ہو رہی ہے اور کوئی نیا رستہ نہیں نکلتا ------۔ آج سے دس سال قبل میں نے ریزروفنڈ قائم کرنے کے لئے کہا تھا تا کہ اس کی آمد سے ہم ہنگامی کام کر سکیں۔ مگر افسوس جماعت نے اس کی اہمیت کو نہ سمجھا اور صرف 20 ہزار کی رقم جمع کی۔ اس میں سے کچھ رقم صدر انجمن احمدیہ نے ایک جائداد کی خرید پر لگا دی اور کچھ رقم کشمیر کے کام کے لئے قرض لے لی گئی اور بہت تھوڑی سی رقم باقی رہ گئی۔ یہ رقم اس قدر قلیل تھی کہ اس پر کسی ریزروفنڈ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ ہنگامی کاموں کے لئے تو بہت بڑی رقم ہونی چاہئے جس کی معقول آمدنی ہو۔ پھر اس آمدنی میں سے ہنگامی اخراجات کرنے کے بعد جو کچھ بچے اس کو اسی فنڈ کی مضبوطی کے لئے لگا دیا جائے۔ تا کہ جب ضرورت ہو اس سے کام لیا جا سکے ----۔ جماعت کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک ہنگامی کاموں کے لئے بہت بڑی رقم خلیفہ کے ماتحت نہ ہو کبھی ایسے کام جو سلسلہ کی وسعت اور عظمت کو قائم کریں نہیں ہو سکتے۔''

بارھواں مطالبہ:

وہ بیسیوں جو پنشن لیتے ہیں اور گھروں میں بیٹھے ہیں خدا نے ان کو موقع دیا ہے کہ چھوٹی سرکار سے پنشن لیں اور بڑی سرکار کا کام کریں یعنی دین کی خدمت کریں -----۔ تا ان سکیموں کے سلسلہ میں ان سے کام لیا جائے یا جو مناسب ہوں انہیں نگرانی کا کام سپرد کیا جائے۔

تیرھواں مطالبہ:۔

باہر کے دوست اپنے بچوں کو قادیان کے ہائی سکول یا مدرسہ احمدیہ میں سے جس میں چاہیں تعلیم کے لئے بھیجیں -------۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ یہاں پڑھنے والے لڑکوں میں سے بعض جن کی پوری طرح اصلاح نہ ہوئی ہو وہ بھی الا ماشاء اللہ جب قربانی کا موقع آیا تو یکدم دین کی خدمت کی طرف لوٹے اور اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیا۔ یہ ان کی قادیان کی رہائش کا ہی اثر ہوتا ہے۔

چودھواں مطالبہ:

بعض صاحب حیثیت لوگ ہیں جو اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانا چاہتے ہیں ان سے میں کہوں گا کہ بجائے اس کے کہ بچوں کے منشاء اور خواہش کے مطابق ان کے متعلق فیصلہ کریں ---۔ وہ اپنے لڑکوں کے مستقبل کو سلسلہ کے

لئے پیش کردیں۔

پندرھواں مطالبہ:

وہ نوجوان جو گھروں میں بیکار بیٹھے روٹیاں توڑتے ہیں اور ماں باپ کو مقروض بنا رہے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ اپنے وطن چھوڑیں اور نکل جائیں ۔۔۔۔۔۔۔ جو زیادہ دور نہ جانا چاہیں۔ وہ ہندوستان میں ہی اپنی جگہ بدل لیں۔ مگر میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بعض نوجوان ماں باپ کو اطلاع دیئے بغیر گھروں سے بھاگ جاتے ہیں۔ یہ بہت بری بات ہے جو جانا چاہیں اطلاع دے کر جائیں اور اپنی خیروعافیت کی اطلاع دیتے رہیں۔

سولھواں مطالبہ:

جماعت کے دوست اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ میں نے دیکھا ہے اکثر لوگ اپنے ہاتھ سے کام کرنا ذلت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ ذلت نہیں بلکہ عزت کی بات ہے۔

سترھواں مطالبہ:

جو لوگ بیکار ہیں وہ بیکار نہ رہیں۔ اگر وہ اپنے وطنوں سے باہر نہیں جاتے تو چھوٹے سے چھوٹا جو کام بھی انہیں مل سکے وہ کرلیں۔ اخباریں اور کتابیں ہی بیچنے لگ جائیں۔ ریزروفنڈ کے لئے روپیہ جمع کرنے کا کام شروع کردیں۔

غرض کوئی شخص بیکار نہ رہے خواہ اسے مہینہ میں دو روپے کی ہی آمدنی ہو۔

اٹھارھواں مطالبہ:

قادیان میں مکان بنانے کی کوشش کریں۔ اس وقت تک خدا تعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں لوگ مکان بنا چکے ہیں مگر ابھی بہت گنجائش ہے۔ جوں جوں قادیان میں احمدیوں کی آبادی بڑھے گی ہمارا مرکز ترقی کرے گا اور غیر عنصر کم ہوتا جائے گا ۔۔۔۔۔۔۔ ہاں یاد رکھو کہ قادیان کو خدا تعالیٰ نے سلسلہ احمدیہ کا مرکز قرار دیا ہے۔ اس لئے اس کی آبادی ان ہی لائنوں پر چلنی چاہئے جو سلسلہ کے لئے مفید ثابت ہوں۔

انیسواں مطالبہ:

دنیاوی سامان خواہ کس قدر کئے جائیں آخر دنیاوی سامان ہی ہیں۔ اور ہماری ترقی کا انحصار ان پر نہیں بلکہ ہماری ترقی خدائی سامان کے ذریعہ ہوگی اور یہ خانہ اگرچہ سب سے اہم ہے مگر اس کو میں نے آخر میں رکھا اور وہ دعا کا خانہ ہے۔ وہ لوگ جو ان مطالبات میں شریک نہ ہو سکیں۔ اور ان کے مطابق کام نہ کرسکیں۔ وہ خاص طور پر دعا کریں کہ جو لوگ کام کر سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں کام کرنے کی توفیق دے اور ان کے کاموں میں برکت دے

۔۔۔۔ پس وہ لولے لنگڑے اور اپاہج جو دوسروں کے کھلانے سے کھاتے ہیں۔ جو دوسروں کی امداد سے پیشاب پاخانہ کرتے ہیں اور وہ بیمار اور مریض جو چار پائیوں پر پڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش ہمیں بھی طاقت ہوتی اور ہمیں بھی صحت ہوتی تو ہم بھی اس وقت دین کی خدمت کرتے۔ان سے میں کہتا ہوں کہ ان کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے دین کی خدمت کرنے کا موقعہ پیدا کر دیا ہے۔وہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور چار پائیوں پر پڑے پڑے خدا تعالیٰ کا عرش ہلائیں تا کہ کامیابی اور فتح مندی آئے۔پھر وہ جواَن پڑھ ہیں اور نہ صرف اَن پڑھ ہیں بلکہ کند ذہن ہیں اور اپنی اپنی جگہ کڑھ رہے ہیں کہ کاش ہم بھی عالم ہوتے۔ کاش ہمارا بھی ذہن رسا ہوتا اور ہم بھی تبلیغ دین کے لئے نکلتے۔ان سے میں کہتا ہوں کہ ان کا بھی خدا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عبارت آرائیوں کونہیں دیکھتا۔اعلیٰ تقریروں کونہیں دیکھتا بلکہ دل کو دیکھتا ہے وہ اپنے سیدھے سادھے طریق سے دعا کریں خدا تعالیٰ ان کی دعا سنے گا اور ان کی مدد کرے گا۔

تحریک جدید کے ان 19 مطالبات کی بہت اہمیت ہے۔ اس کی افادیت کے حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں

’’تحریک جدید کو چاہئے کہ وہ اس پہلو کی طرف بھی توجہ کرے۔ جہاں مالی قربانی میں اضافہ ہورہا ہے وہاں وقتاً فوقتاً تحریک جدید کے 19 نکاتی پروگرام کومختلف رنگ میں جماعت کے سامنے پیش کرتے رہنا چاہئے تا کہ ہمارے قدم متوازن طور پر آگے بڑھیں ہمارے کردار میں بھی برکت مل رہی ہو اور ہمارے قربانیوں کے معیار میں بھی برکت مل رہی ہو۔‘‘(خطبہ جمعہ فرمودہ 28 ،اکتوبر 1983ء)

تحریک جدید کے 19 سالہ دفاتر

قرآن مجید میں بیان فرمودہ 19 نگران فرشتوں کا مقرر ہونا نیز گناہ کے 19 اعضا اور اسی طرح تحریک جدید کے 19 مطالبات کا ذکر کرنے کے بعد خاکسار یہ امر بھی بیان کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے مطابق تحریک جدید کے جو دفاتر کی تقسیم ہوئی ہے وہ بھی 19 سال کوملحوظ رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔گو بعض حالات کی وجہ سے ابتداء میں سنوں میں کچھ کمی وزیادتی ہے۔لیکن اصل اصول 19 سالہ ہی ہے۔

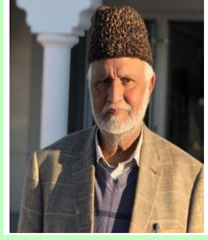
اس حوالہ سے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تحریک جدید کے دفاتر کی

تقسیم کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ

’’تحریک جدید جیسا کہ مَیں نے بتایا، پہلا دور دس سال کا تھا۔حضرت مصلح موعودؓ نے شروع کیا تو اس وقت آپؓ نے اس دور کو دفتر کہا۔1934ء میں جب شروع کیا تو وہ دس سال کے لئے تھا وہ دفتر اول کہلاتا تھا۔اس میں جیسا کہ میں نے بتایا پانچ ہزار مجاہدین شامل تھے۔پھر کام کی نوعیت کے لحاظ سے اور اس کی اہمیت کے پیش نظر جیسا کہ مَیں نے کہا آپؓ نے اس کو مزید آگے بڑھا دیا، دس سال سے زائد کر دیا۔اور اس دوسرے دور کو دفتر دوم کا نام دیا گیا۔شروع میں تو دفتر دوم کا کوئی معین عرصہ نہیں تھا، جہاں تک مَیں نے دیکھا ہے، لیکن بعد میں آپ کا ایک ارشاد ملتا ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ آئندہ یہ دفتر قائم ہوتے چلے جائیں گے اور ہر دور، ہر دفتر 19 سال کا ہوگا۔لیکن دفتر دوم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی لمبی بیماری کی وجہ سے بند نہ ہوا اور اس وقت، 1964ء میں دفتر سوئم جاری ہونا چاہئے تھا۔لیکن دفتر سوم اس وقت جاری نہ ہو سکا۔اور 1966ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے نئے آنے والوں کے لئے دفتر سوم کا اجراء فرمایا اور فرمایا کہ کیونکہ یہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہونا چاہئے تھا اس لئے میں اس کو یکم نومبر 1965ء سے شروع کرتا ہوں۔تو اس طرح سے یہ دفتر حضرت مصلح موعودؓ کے دور خلافت سے منسوب ہو جائے گا۔کیونکہ حضرت مصلح موعودؓ کی وفات 9 نومبر 1965ء کو ہوئی تھی۔لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا کہ کیونکہ اعلان مَیں کر رہا ہوں اس لئے اس کا ثواب مجھے بھی مل جائے گا۔تو بہرحال اس دفتر سوم کا اعلان خلافت ثالثہ میں ہوا تھا۔اور پھر دفتر چہارم کا آغاز 19 سال بعد 1985ء میں خلافت رابعہ میں ہوا۔اور اس اصول کے تحت کہ (وہ جو حضرت مصلح موعودؓ نے اصول رکھا تھا کہ 19 سالہ دور ہوگا) آج 19 سال پورے ہونے پر دفتر چہارم کو بھی 19 سال پورے ہو گئے ہیں اس لئے آج سے دفتر پنجم کا آغاز ہوتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔اب آئندہ سے جتنے بھی نئے مجاہدین تحریک جدید کی مالی قربانی میں شامل ہوں گے وہ دفتر پنجم میں شامل ہوں گے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 5رنومبر 2004ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم پر تدبر اور مطالعہ کی پہلے سے بڑھ کر توفیق عطا فرمائے۔اور ہمیں تحریک جدید کے ان 19 مطالبات کو اپنی زندگی میں اتارنے کی توفیق دے۔آمین



مادر علمی جامعہ احمدیہ ربوہ

(مرسلہ: مولانا منور احمد خورشید مربی سلسلہ انگلستان)

گاہے گاہے باز خوان ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

کہتے ہیں، جوں جوں انسان بڑھاپے کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔اسے اپنی پرانی یادیں، پرانی اشیاء اور پرانے رشتے بہت یاد آتے ہیں۔آج میں بھی، جامعہ احمدیہ ربوہ کے زمانہ طالبعلمی کی حسین یادوں میں میں کھویا ہوا تھا۔سارے منظر بند آنکھوں سے بڑے ہی صاف و شفاف نظر آرہے تھے۔جامعہ احمدیہ میں روز اوّل سے شاہد کی ڈگری کے حصول تک کا ایک طویل سفر ایک فلم کی طرح نظروں کے سامنے دوڑتا چلا گیا۔سوچا کیوں نہ ان یادوں کو صفحہ قرطاس کی زینت بنا دیا جائے۔شاید میری طرح کسی اور دوست کی یادیں بھی تازہ ہو جائیں اور عین ممکن ہے دور حاضر کی جامعات کے طلبہ کے لئے بھی سابقہ اور موجودہ ادوار میں حصول علم کے میدان میں پیش آنے والی سہولتوں اور صعوبتوں کا موازنہ اور تقابلی جائزہ، کسی بھی رنگ میں ان کے لئے مہمیز بن جائے۔یاد رہے کہ یہ چند یادداشتیں 1967ء سے 1975ء تک کی ہیں۔اس دور سے قبل کے حالات کا جائزہ آپ خود لے سکتے ہیں۔



جامعہ احمدیہ کا آغاز

یہ وہ مقدس ادارہ ہے جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے رکھی۔اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ جب جماعت احمدیہ کے دو جید اور متبحر عالم حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحب اور مولوی برھان الدین جہلمی صاحب یکے بعد دیگرے اس جہان فانی سے

کوچ کر گئے۔جس کی وجہ سے جماعت میں ایک علمی خلا پیدا ہونے کا امکان نظر آنے لگا۔

اس صورت حال کے پیش نظر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1906ء میں اس مادر علمی کی بنیاد دینیات کلاس کے نام سے جاری کی۔اب اس کے شیریں ثمرات سے اکناف عالم میں ہر قوم وملت اور رنگ ونسل کے لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں اور ان شاء اللہ تا قیامت یہ چشمہ معرفت رواں دواں ہی رہے گا۔

جامعہ احمدیہ میں داخلہ

یہ 1967ء کی بات ہے، میں نے میٹرک پاس کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخلہ کی تیاری کی۔ انٹرویو کے لئے ربوہ کا رخ کیا۔ یہ میری زندگی کا کسی بزرگ کی نگرانی کے بغیر پہلا آزادانہ سفر تھا۔اس سفر میں مجھے چار مقامات پر اس دور کی میسرہ سفری سہولیات کو تبدیل کرنا تھا۔جس میں پیش آمدہ مشکلات کا ذکر کرنا خاصا مشکل امر ہے۔کیونکہ کچھ حصہ پیدل، کچھ بس کے اندر اور کچھ حصہ بس کی چھت پر طے کیا۔آج کا نوجوان تو یہی کہے گا۔اللہ معاف، بابا کیسی کیسی گپ مارتا ہے۔

بخیریت ربوہ پہنچ گئے۔رات دارالضیافت میں گزاری،اس دور کے دارلضیافت کا نقشہ صرف ہمیں ہی سمجھ میں آسکتا ہے۔آج تو اللہ کے فضل سے ایک نئی دنیا آباد ہو چکی ہے۔دارلضیافت میں میرے کمرے میں میری طرح اور بہت سے دیہاتی نوجوان جامعہ میں داخلہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔اس طرح ادھر ہی ان سب سے علیک سلیک ہوگئی۔پھر امتداد زمانہ کے ساتھ یہ علیک سلیک ان میں سے بعض کے ساتھ چھ دہائیوں پر محیط ہوگئی ہے۔لیکن ان میں سے ایک بڑی تعداد بھولی بسری یاد بن چکے ہیں۔

جامعہ میں داخلہ کے لئے انٹرویو

جامعہ احمدیہ میں پرنسپل صاحب کے دفتر کے سامنے برآمدہ میں جملہ امیدوار ڈرے ڈرے اور سہمے ہوئے بیٹھے ہوئے ہیں۔بڑی بے چینی سے اپنی باری اور قسمت کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہیں۔بالآخر میری باری آتی ہے۔لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ پرنسپل صاحب کے دفتر میں داخل ہوا۔پرنسپل صاحب کرسی صدارت پر براجمان ہیں اور بقیہ بزرگ اساتذہ اطراف میں تشریف فرما ہیں۔ان اساتذہ کی شخصیات کا ایک ایسا سحر تھا کہ ایک دیہاتی نوجوان کی اس صورت حال میں کیا کیفیت ہوسکتی ہے۔اس کا اندازہ آپ خود ہی بخوبی لگا سکتے ہیں۔چند ایک سوال پوچھے گئے۔میری نروس

شدہ صورت حال کے پیش نظر معزز کمیٹی نے مجھے جلد ہی رخصت سے نواز دیا۔ بعد میں علم ہو کہ مجھے داخلہ مل گیا ہے۔ الحمدللہ

جامعہ میں آمد

پھر واپس اپنے گاؤں پہنچا۔ والدین کو نوید مسرت سنائی۔ پھر مجوزہ تاریخ پر دوبارہ عازم ربوہ ہوا۔ اس دفعہ تو میرے پاس ایک چار پائی بھی تھی۔ جسے کھول کر باندھ لیا گیا تھا۔ ایک بکسہ اور کچھ متفرق سامان بھی تھا۔ اس وقت مجھے جہاں بھی بس بدلنی ہوتی، اپنا سامان بس کی چھت پر چڑھانا ہوتا تھا۔ جو ایک نیا تجربہ تھا۔ ابتدا میں خاصا دشورا کام تھا۔ لیکن بعد ازاں اس میں ماہر ہو گئے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ ساحل سمندر پر کسی نے ایک گول پتھر دیکھا۔ اس نے پتھر سے پوچھا بھئی تم اس قدر گول کیسے ہو گئے ہو۔ اس نے جواب دیا ٹھوکریں کھا کھا کر۔ یہی کیفیت اس دنیا میں ہم سب کی ہے۔

پرنسپل صاحبان

جب ہم جامعہ میں داخل ہوئے، ان دنوں مکرم سید میر داود احمد صاحب پرنسپل تھے۔ بہت ہی بارعب شخصیت تھے۔ بہت ہی زبردست منتظم ہونے کے علاوہ علم حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ جملہ طلبہ کی ہر قسم کی تربیت اور فلاح و بہبود کی خاطر شب و روز کوشاں رہتے۔ لیکن مع الاسف زندگی نے وفا نہ کی اور محض انچاس برس کی میں اس عالم فانی سے رخصت ہو گئے۔

ان کے بعد مکرم ملک سیف الرحمان صاحب نے جامعہ کی کمان سنبھالی۔ پھر کما حقہ اپنے فرائض کو خوب نباہا۔ کیا ہی خوبصورت درویش صفت بزرگ تھے۔

جامعہ احمدیہ کا تدریسی پروگرام

جامعہ احمدیہ میں سات سالہ کورس ہوتا تھا۔ کلاسز، ممہدہ، اولی، ثانیہ، ثالثہ، رابعہ، خامسہ اور شاہد کہلاتی تھیں۔ غیر ملکی طلبہ کے لئے اردو سیکھنے کے لئے ایک دو سال اضافی ہوتے تھے۔

مضامین، اردو، انگریزی، قرآن پاک ناظرہ، قراءت، قرآن پاک ترجمہ، تفسیر القرآن، کلام، حدیث، منطق، عربی، صرف ونحو اور فقہ اور کئی دیگر مضامین بھی ہوتے تھے۔

یہ ایک بہت ہی بھرپور تعلیمی پروگرام تھا۔ سال بھر باقاعدگی سے پڑھائی کرنی پڑتی تھی۔

ہمارے بہت سے رفیق جامعہ احمدیہ کا طویل المیعاد سفر دیکھ کر یا کسی اور وجہ سے جامعہ کو الوداع کہہ گئے۔ مجھے یاد ہے کہ میری کلاس میں چھیالس طلبہ نے داخلہ لیا

تھا۔آخر میں صرف آٹھ طالبعلم اپنی منزل مقصود تک پہنچے۔

لیکن جامعہ چھوڑنے والے طلبہ میں ایک بات قدرے مشترک ہے۔جب بھی وہ دوست زندگی میں کہیں ملتے ہیں ۔تو وہ جامعہ چھوڑنے پر اپنی پشیمانی کا اظہار ضرور کرتے ہیں۔بلکہ بعض دوست تو ایسے بھی ہیں جنھوں نے اپنے بچوں کو جامعہ بھجوا کر تسکین خاطر حاصل کی ہے اور اپنی ناکامی کے درد کا مداوا کیا اور وہ اس کامیابی پر بہت خوش ہیں۔الحمدللہ

جامعہ کی لائبریری

جامعہ احمدیہ میں ایک مختصر سی لائبریری ہوتی تھی۔ ہمارے دور میں مکرم حمید احمد خالد صاحب اس کے انچارج ہوا کرتے تھے۔اس کے علاوہ خلافت لائبریری کی نعمت میسر تھی۔تحقیقی امور کے لئے بسااوقات طلبہ کو لاہور یا دیگر شہروں میں بھی جانا پڑتا تھا۔دور حاضر میں تو گھر بیٹھے دنیا جہان کی کتب کو کاپی اور پیسٹ کیا جاسکتا ہے۔

انٹرنیشنل طلبہ

اس دور میں کئی رنگ ونسل کے مختلف زبانیں بولنے والے طلبہ ایک ہی چھت کے تلے بہت ہی پیار محبت اور ایک ہی کنبے کے افراد کی طرح رہتے تھے۔بہت ہی خوبصورت ماحول تھا۔ان طلبہ کا تعلق گھانا، کینیا، یوگنڈا، تنزانیہ، امریکہ، بنگلہ دیش، انڈونیشیا، فجی اور ماریشس وغیرہ سے تھا۔

جامعہ کا اسمبلی ہال

جامعہ احمدیہ میں ایک اسمبلی ہال ہوتا تھا۔جس میں روزانہ اردو،عربی اور انگریزی تقاریر کا پروگرام ہوتا تھا۔نیز علمی مقابلہ جات اور امتحانات وغیرہ کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا۔اس ہال نے ،کسی دور میں ، بڑے بڑے اسٹیجوں پر خطاب کرنے والوں کی ٹانگوں کو باقاعدہ کپکپاتے اورلرزتے دیکھا ہے۔کیونکہ ان مقررین کی ابتدائی تقاریر کا آغاز اسی ہال میں ہوا کرتا تھا۔بہرحال کہتے ہیں۔

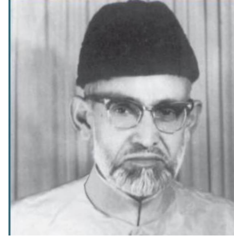
نہال اس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

اس تاریخی ہال میں ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ، حضرت سر چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب،اور دیگر بہت سارے مشہور ومعروف اور دیگر مشہور زمانہ ہستیوں کو سننے کا اعزاز حاصل ہے۔

ہمارے محسن اساتذہ

میں اپنے قابل قدر اساتذہ کرام اور دیگر کارکنان

جامعہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ جنہوں نے کمال بے نفسی سے ہماری علمی، روحانی، جسمانی اور فکری صلاحیتوں کو جلا بخشی۔



فجز اھم اللہ احسن الجزاء

ہر گل را رنگ و بوئے دگر است

مکرم میر سید داود احمد صاحب، پرنسپل جامعہ، ماہر منتظم، حدیث، افسر جلسہ سالانہ

مکرم ملک سیف الرحمان صاحب، مفتی سلسلہ، حدیث، فقہ، مصنف

مکرم محمد احمد جلیل صاحب۔ مفتی سلسلہ۔ حدیث۔

مکرم ملک مبارک احمد صاحب۔ عربی دان۔ ان کی جماعتی کتب کے عربی تراجم کی خدمات لازوال ہیں۔

مکرم محمد احمد ثاقب صاحب فقہ۔ شفیق اور ہمدرد وجود

مکرم نور الحق انور صاحب ۔قرآن کریم سابق مبلغ امریکہ

مکرم نور الحق تنویر صاحب عربی ادب۔ شیریں زبان

مکرم محمد دین ناز صاحب ۔صرف و نحو۔ اعلیٰ منتظم

مکرم لئیق احمد طاہر صاحب موازنہ مذاہب مبلغ انگلستان

مکرم میاں رفیع احمد صاحب۔۔تصوف۔۔مبلغ سلسلہ

مکرم میر محمود احمد صاحب منطق تحقیق و تدقیق کے ماہر

مولانا غلام باری سیف صاحب علم کلام، پُرجوش خطیب

مکرم قاری محمد عاشق صاحب۔۔قراءت

دیگر کارکنان جامعہ

شریک ہم بھی تھے اس گلشن کی آبیاری میں

میجر نذیر احمد صاحب سدا بہار وجود تھے۔ انہیں میجر پیار سے کہتے تھے۔ان کا کام ڈاک وغیرہ لانا ہوتا تھا۔ جب کبھی ہمارا خط آتا تھا۔ تو نظر آنے پر بے اختیار ان کے لبوں پر ایک خوبصورت مسکراہٹ کھیلا کرتی تھی۔ جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ آج ہمارا خط آیا ہے۔ قریشی سعید احمد صاحب ۔راجہ عزیز احمد صاحب ۔بابا سیلونی صاحب اور سلیم احمد صاحب وغیرہ کا ذکر نہ کرنا بھی ناانصافی ہوگی۔ کیونکہ اس گلشن کی آبیاری میں سب نے ہی اپنے اپنے رنگ میں ایک اہم حصہ ڈالا ہے۔ فجز اھم اللہ احسن الجزاء یہ سب ہی نگینے لوگ تھے۔ جنہوں نے پس پردہ رہ کر بھی ہماری علمی، روحانی اور جسمانی، ذہنی نشوونما میں بے مثل کردار ادا کیا ہے۔ یہ سب ہی سادگی اور پُروقار انسانیت کا مرقع تھے۔

مسجد حسن اقبال

مکرم میر داؤد احمد صاحب کے ایک دوست مکرم حسن اقبال صاحب لندن میں رہتے تھے۔ایک دفعہ وہ ربوہ میں جامعہ احمدیہ میں تشریف لائے۔ انہوں نے جامعہ احمدیہ میں باقاعدہ مسجد بنانے کی خواہش کا اظہار کیا۔جس کی انہیں اجازت مل گئی۔ اللہ کے فضل سے انہوں نے اپنے ذاتی خرچ پر ایک خوبصورت سی مسجد تعمیر کی۔

چند سال قبل مکرم حسن اقبال صاحب کا لندن میں وصال ہوا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نے از راہ شفقت ان کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جنازہ بھی ادا فرمائی۔

ناصر ہاسٹل جامعہ احمدیہ

ناصر ہاسٹل میں طلبہ کی عمومی نگرانی ،علمی ،جسمانی اور دیگر تربیتی ضروریات کے پیش نظر بزرگ اساتذہ کرام مکرم ملک مبارک احمد صاحب ،مکرم محمد احمد صاحب جلیل ،مکرم نورالحق صاحب تنویر اور مکرم محمد دین ناز صاحب جیسے بزرگ مقرر تھے۔ جو کمال پیار محبت اور تندہی کے ساتھ اپنا فریضہ ادا فرمایا کرتے تھے۔ ان کی معاونت کے لئے پریفیکٹس ہوتے تھے۔

ناصر ہاسٹل میں میسرہ آسائشیں

جامعہ احمدیہ کے شمال مشرق میں ایک وسیع وعریض کمپاؤنڈ تھا۔جس کے مین انٹرنس پر سپرنٹنڈنٹ صاحب ہاسٹل کا ایک سادہ سا آفس ہوتا تھا۔اس بلڈنگ کے شمال مشرقی جانب شرقاً غرباً بڑے بڑے چھ کمرے ہوتے تھے۔ جن کی کھڑکیاں شمال کی جانب کھلتی تھیں۔ جہاں سے طلبہ آتی جاتی ٹرینوں کا نظارہ کیا کرتے تھے۔ان کمروں کے سامنے ایک کوریڈور ہوتا تھا۔ کوریڈور کے عین سامنے چھوٹے کمرے تھے جن میں حسب ضرورت دو سے چار تک طلبہ کا قیام ہوتا تھا۔ان کمروں کے مابین ایک درمیانہ سا ہال نما کمرہ تھا جس میں نمازیں ہوتی تھیں۔موسم گرما میں شدت حرارت کے پیش نظر بیرونی گیٹ کے قریب صحن میں ہی مصلے بچھا کر نماز مغرب اور عشاء ادا کی جاتی تھیں۔اس احاطہ کے مغربی جانب، شمال کی طرف مختصر سا کچن اور اس کے ساتھ ہی ڈائننگ ہال ہوتا تھا۔اس کی دوسری جانب سینئر طلبہ کے لئے کیوبیکلز بنے ہوئے تھے۔جن میں ہر ایک کمرہ میں ایک ایک طالب علم رہتا تھا۔

طہارت خانے، غسل خانے اور بیوت الخلاء

ناصر ہاسٹل میں ڈائننگ ہال کے قریب ایک جانب چھ غسل خانے تھے۔ جہاں گرمیوں میں سخت گرم اور موسم سرما میں یخ بستہ پانی ہوتا تھا۔موسم سرما میں نہانا

جوئے شیر لانے کے برابر ہوتا تھا۔یہ پانی نمکین ہوتا تھا۔یہاں سوائے لائف بوائے صابون کے کسی اور کمپنی کے صابن کی دال نہ گلتی تھی۔ہاں دلچسپ اتفاق یہ بھی ہے کہ اس پانی میں عام دال بھی نہیں گلتی تھی۔

یاد رہے پینے والا پانی دو ماشکی دوست میٹھے پانی کی مشکیزے اپنے کندھوں پر لاد کر نصرت گرلز کالج کے قریب ٹیوب ویل سے لایا کرتے تھے۔جسے کھانا پکانے اور پینے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

اس دور کے حالات کو نئی نسل کے لئے بیان کرنا خاصا مشکل اور دشوار کام ہے۔اس زمانہ میں سہولیات کی کمی کے پیش نظر گھروں سے ہٹ کر کسی قدرے کھلی جگہ پر ٹائلٹ بنائی جاتی تھی۔جہاں صفائی کرنے والے افراد روزانہ گندگی اٹھایا کرتے تھے۔عام طور پر ٹائلٹس میں پانی کا انتظام نہیں ہوتا تھا۔اس لئے ہر کوئی اپنی بدنی صفائی کے لئے پانی بھرا لوٹا اٹھا کر ساتھ لے جاتا تھا۔

جامعہ ہاسٹل میں غالباً پانچ ٹائلٹس تھیں۔جو ہاسٹل کی عمارت کے باہر قدرے دور بنی ہوئی تھیں۔علی الصبح سب طلبہ قضائے ضروریہ کے لئے اپنے اپنے لوٹے اٹھائے ٹائلٹس کے قریب اپنی اپنی باری کے انتظار میں کھڑے رہتے۔یہ محض اس دور کی عکاسی کے پیش نظر لکھ دیا ہے۔

ناصر ہاسٹل کی تعمیر نو

غالباً 1973 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی شفقت اور منظوری سے اس دور کے اعتبار سے ایک خوبصورت بلڈنگ تعمیر کی گئی۔جس کے نتیجہ میں طلبہ کے لئے کافی جدید سہولیات میسر ہو گئیں۔

جن میں کچن، رہائشی کمرے، ڈائننگ ہال کے علاوہ بہت اچھے صاف ستھرے غسل خانے اور بیوت الخلاء وغیرہ بھی شامل تھیں۔

دیگر مہربان خدمت گزار

کچن میں چند دوست شب و روز ہماری میزبانی کے لئے مصروف کار رہتے۔جن میں بھائی محمد علی صاحب اس ٹیم کے نگران ہوتے تھے۔ایک مزدور پیشہ ہونے کے باوجود ایک بہت ہی بارعب اور قابل احترام شخصیت تھے۔اپنے کام میں انہیں بڑی مہارت تھی۔وہ ہمارے لئے کھانا تیار کیا کرتے تھے۔۔اس ٹیم میں مولوی محمد دین صاحب اور بابا ستار صاحب نمایاں کارکنان تھے۔باقی کئی ایک کارکن آتے جاتے رہتے تھے۔ہم سب کے لئے دعا گو اور ممنون احسان ہیں۔

طلبہ جامعہ کا لنچ اور ڈنر

اس دور میں ملک بھر میں اکثر لوگ بہت ہی سادہ کھانا

کھایا کرتے تھے۔ دستور زمانہ کے موافق جامعہ احمدیہ میں بھی بہت سادہ کھانا ملا کرتا تھا۔اس دور میں بڑا گوشت قدرے سستا ہوتا تھا۔اس کے مقابل پر چھوٹے گوشت کی قیمت دوگنی ہوتی تھی جبکہ مرغی اس سے بھی مہنگی ہوتی تھی۔اس دور میں صرف دیسی مرغی میسر ہوتی تھی۔اس لئے مرغی کا گوشت لوگ بہت ہی کم کھایا کرتے تھے۔بقول شخصے ہم مرغی اس وقت کھایا کرتے تھے جب کبھی ہم بیمار ہوں یا مرغی بیمار ہو۔اس لئے جامعہ ہاسٹل میں عام طور پر دال گوشت،سبزی گوشت یا سادہ دال بنتی تھی۔دو دن گوشت کا سرکاری ناغہ ہوتا تھا اس لئے ان دو دنوں میں دال یا سبزی وغیرہ تیار کی جاتی تھی۔ایک پلیٹ میں عموماً اکلوتی بوٹی ہوتی تھی۔ہفتہ میں ایک بار بڑی لذیذ کھیر تیار کی جاتی تھی جسے ہم ''ڈش'' کہتے تھے۔اس کا طلبہ کو بڑی شدت سے انتظار ہوتا تھا۔

جامعہ احمدیہ کی ٹک شاپ

جامعہ احاطہ کے داخلی گیٹ کے پاس ہی ایک چھوٹا سا کمرہ ہوتا تھا جسے سب ٹک شاپ کہتے تھے۔اس کے باہر دور تک لکڑی کی کرسیاں اور بنچ لگے ہوتے تھے جہاں پر طلبہ فارغ اوقات میں بیٹھ کر گپ شپ لگاتے اور چائے،دہی اور دیگر لوازمات کے ساتھ اپنے دل بہلاتے۔ہماری ٹک شاپ کی دودھ پتی،دودھ،دہی اور گاجر کا حلوہ ربوہ بھر میں مشہور و مقبول تھا۔جب ہم لوگ جامعہ میں داخل ہوئے تو اس وقت ایک دوست مکرم ارشاد صاحب اس کے مالک تھے۔کچھ عرصہ کے بعد وہ ایک میرو نامی بچے کو بطور مددگار لے کر آ گئے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرو اپنی شبانہ روز محنت اور جانفشانی سے ترقی کرتے کرتے ٹک شاپ کا مالک بن کر امیر خان بن گیا۔

ربوہ کے پاک ماحول کا طلبہ جامعہ احمدیہ کی تربیت میں اہم کردار

یہ وہ روحانی بستی ہے جس کی سرزمین کو خلفائے کرام کی قدم بوسی کا شرف نصیب ہوا ہے۔اس کا روحانی ماحول بذات خود ایک یونیورسٹی کا درجہ رکھتا ہے۔اس شہر کے باسی سو فیصد تعلیم یافتہ ہیں۔ ہر امیر و غریب کے لئے یکساں تعلیمی سہولیات میسر ہیں وہ بھی اس کی دہلیز پر۔پاکستان بھر میں ربوہ ایسا شہر ہے جس میں سب سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں کیونکہ دنیا بھر میں تبلیغ کے لئے جانے والے ہمارے مبلغین میں سے ہر ایک کسی نہ کسی ملک کی قومی اور مقامی زبان جانتا ہے۔



پاکستان بھر میں اعلیٰ تعلیمی ادارے بھی ادھر ہوا کرتے تھے لیکن ان کو بھٹو صاحب کی نظر لگ گئی۔

اس بات کا اندازہ آپ ربوہ اور اس کی مضافاتی بستیوں سے لگا سکتے ہیں۔ اگر ان کا ربوہ سے موازنہ کیا جائے تو ستر سالہ ہمسائیگی کے باوجود ان کی زبان، کلچر، بودوباش اور تہذیب وتمدن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔



یہ وہ دور تھا جب ربوہ بھر کے گلی کوچوں میں اطفال اور خدام کی ٹولیاں علی الصبح صَلِّ علی کی آوازیں بلند کیا کرتی تھیں جس کی گونج سحر کے سناٹے میں دور دور تک سنائی دیتی اور گونجتی تھی۔ جامعہ میں بھی یہ روح پرور روایت جاری تھی۔

ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا بھر میں ربوہ ہی ایسی بستی ہے جو روحانی اعتبار سے ایک خاص مقام حاصل رہا ہے۔ امام الزمان کے خلیفہ کا مسکن اور مرکز احمدیت ہونے کے ناطے اسے ایک فقید المثال مقام حاصل تھا۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ پنجابی پروگرام کرنے والے مکرم نظام دین صاحب کسی دوست کے ہمراہ ربوہ دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ ربوہ کا ماحول دیکھا، بہت متاثر ہوئے۔ بعد میں کسی نے ان سے پوچھا کہ نظام دین صاحب! بتائیں کہ آپ نے ربوہ میں کیا کچھ دیکھا ہے؟ اپنے مخصوص انداز میں کہنے لگے کہ ربوہ میں ہر کوئی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ایک دوسرے کو سلام کہنے میں پہل کرتا ہے۔

ربوہ کی مساجد

ایک عزیز لندن سے ربوہ گئے۔ واپس تشریف لائے تو ایک روز کہنے لگے کہ میں نے ربوہ ہی صرف ایسا شہر دیکھا ہے جہاں پر ہر نماز آپ مسجد میں باجماعت ادا کر سکتے ہیں کیونکہ ہر محلہ میں مسجد ہے جہاں اوقات مقررہ پر باجماعت نماز کا اہتمام ہوتا ہے۔ الغرض یہ مسجدوں کا شہر کہلا سکتا ہے۔

بہشتی مقبرہ میں بزرگان کی قبروں کی زیارت

ایک دفعہ ایک غیر ملکی مہمان ربوہ تشریف لائے۔ میزبان نے انہیں ربوہ کا تعارفی وزٹ کرایا۔ اس دوران وہ بہشتی مقبرہ بھی گئے۔ بہشتی مقبرہ کے صاف اور پُرسکون

ماحول اور قبروں کی ترتیب و تزئین دیکھ کر بے اختیار کہنے لگے کہ جس قوم کے وفات شدگان اس ترتیب میں ہیں تو ان کے زندہ کس قدر منظم ہونگے۔

جلسہ سالانہ کے روح پرور نظارے

خدام اور انصار کے اجتماعات، علمی اور جسمانی مقابلے، صحابہ کرام، بزرگان اور علماء سے ملاقات اور انکی نصائح نیز مسجد مبارک میں علمائے کرام کے ماہ صیام میں درس القرآن اور مجالس عرفان کے روح پرور نظارے آنکھوں کے سامنے ہیں۔

جامعہ احمدیہ کے طلبہ کی خدمات پر ایک طائرانہ نظر

خنجر چلے کسی پہ، تڑپتے ہیں ہم، امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

سیلابوں میں خدام کی جانثاری فقید المثال تھی۔ سیلاب کی تباہ کاریوں میں خدام ہتھیلی پر جان رکھ کر متاثرین کی مدد میں جا پہنچتے تھے۔ کہیں دوائیاں تقسیم کی جارہی ہیں تو کہیں متاثرہ لوگوں کو کھانا کھلایا جارہا ہے۔

پاک و ہند کی جنگ میں مہاجرین کی دادرسی میں خدام شب و روز انسانیت کی خدمت میں سرگرم ہیں۔

جامعہ احمدیہ کے درجہ شاہد کے طلبہ جان کا نذرانہ ہتھیلیوں پر سجائے وطن عزیز کی سرحدوں کی حفاظت کی خاطر مجاہد فورس میں شامل ہوجاتے تھے۔



موسم برسات میں وبائیں پھیلنے پر خدام سائیکلوں پر قریبی دیہاتوں میں جاکر بنی نوع انسان کی خدمت میں لگ جاتے تھے۔

دامن خلافت سے وابستہ یہ شیدائی مرکز کی حفاظت کے سلسلہ میں ہر دم تازہ اور تیار رہتے۔

غمی یا خوشی کے انتظامات کے موقع پر طلبہ جامعہ احمدیہ سرفہرست ہوتے اور خدمت کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے۔

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر سب طلبہ اپنے کمرے مہمانوں کو پیش کر کے خود اپنی ڈیوٹی پر پہنچ جاتے تھے اور ہر قسم کی چھوٹی اور بڑی خدمت کے لئے دل و جان سے حاضر رہتے۔

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ

جامعہ احمدیہ میں طلبہ کی صحت کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ ان کی ذہنی نشوونما کے ساتھ ان کی جسمانی صحت کا بھی خیال رکھا جاتا تھا۔ ہر طالب علم کے لئے کسی نہ کسی کھیل میں شامل ہونا لازمی ہوتا تھا جس کے لئے روزانہ نماز عصر کے بعد کھیلوں کے اوقات مقرر ہوتے تھے۔ ان کھیلوں

میں ہر ایک طالب علم کی شمولیت لازمی ہوتی تھی۔ عدم شمولیت قابل مؤاخذہ ہوا کرتی تھی۔

جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا

لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

جامعہ احمدیہ میں طلبہ کی تعلیمی، تربیتی اور جسمانی نشوونما اور ترقی اور ان میں مقابلہ کی روح پیدا کرنے کے لئے انہیں پانچ گروپس میں تقسیم کر رکھا تھا۔ یہ گروپس صداقت، شجاعت، امانت، رفاقت اور دیانت کہلاتے تھے۔ ان گروپس کے مابین سال بھر علمی اور جسمانی مقابلوں کا دور چلتا رہتا تھا۔ کھیلوں کے سالانہ مقابلہ جات منعقد ہوتے تھے۔ پھر جیتنے والوں کو مہمان خصوصی انعامات دیا کرتے تھے۔ یہ سال بھر کے اہم دنوں میں سے ایک یادگار دن ہوتا تھا۔

جامعہ احمدیہ کے طلبہ کے لئے دوران تعلیم ایک سو بیس میل کا پیدل سفر کرنا لازمی ہوتا تھا۔

اسی طرح پچیس میل کی دوڑ فیصل آباد سے ربوہ تک بھی ہوا کرتی تھی۔ ربوہ سے سرگودھا اور پھر واپس ربوہ تک کا سائیکل ریس کا مقابلہ بھی جامعہ کے اہم مقابلہ جات میں سے ایک تھا۔

صحت جسمانی کے متفرق دلچسپ مقابلہ جات

جامعہ کی کھیلوں کے مقابلہ جات کے علاوہ ربوہ میں بھی دیگر اس نوع کے مقابلے بڑے پیمانے پر منعقد ہوتے تھے جن میں جامعہ کے طلبہ کو شرکت یا کوئی اور خدمت کرنے کی توفیق ملتی تھی۔

طاہر کبڈی ٹورنامنٹ کے لئے پاکستان بھر سے کبڈی کی ٹیمیں ربوہ آتی تھیں۔ تعلیم الاسلام کالج کے قریب کبھی باسکٹ بال کا میلہ سج جاتا تھا تو کبھی کشتی رانی کے مقابلہ جات منعقد ہوتے تھے جو شائقین کو دریائے چناب پر لے جاتے تھے۔ کبھی گھوڑ دوڑ کے شائقین ربوہ چلے آرہے ہوتے تھے جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے گھوڑے اشقر اور گھوڑی لُبنیٰ کا خوب چرچا ہوتا تھا۔

جامعہ کے ایام کی متفرق یادیں

☆......حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے کامیاب دورۂ افریقہ سے واپسی پر جامعہ احمدیہ کے احاطہ میں یادگار اور تاریخی دعوت

☆......برج نہر پر سالانہ پکنک

☆......یکووالا بنگلے پر سالانہ پکنک

☆......مبلغین کی آمد و رفت ربوہ سٹیشن پر اور وہاں نعرہ ہائے تکبیر کی صدائیں

☆......مسجد اقصیٰ کا افتتاح اور پہلے جمعہ کی روح

پرور یادیں

☆...... 1974ء کا پُر آشوب دور اور خدام کی ڈیوٹیاں

☆دریائے چناب پر پکنک اور کشتی رانی کے مقابلے

جمیل صاحب (دھوبی) کا حافظہ

جامعہ احمدیہ کے ہاسٹل میں ایک دھوبی جمیل لالیاں سے آیا کرتا تھا۔ بہت ہی محنتی اور جفاکش انسان تھا۔ وہ جامعہ کے طلبہ کے علاوہ ربوہ میں دیگر کئی لوگوں کے بھی کپڑے دھویا کرتا تھا۔ حیرانگی کی بات یہ تھی کہ سینکڑوں کپڑے بڑی ترتیب کے ساتھ ہر کسی کو دیتا تھا۔ آپ کی شکل دیکھ کر فوراً آپ کو آپ کے کپڑے دے دیتا تھا۔ اس کے پاس ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا پتھر ہوتا تھا جسے وہ سوئی نما چیز کے ساتھ رگڑ کر ہر کسی کے کپڑے پر نشان لگا دیتا تھا۔ پھر نہ جانے وہ کیسے ہر کسی کو اس کے کپڑے تھما دیتا تھا۔

چند دلچسپ اور ایمان افروز واقعات

جامعہ احمدیہ ربوہ کے بارے میں ایک نو مبائع کے تاثرات کچھ یوں تھے کہ جس دور میں خاکسار سینیگال کے دارالحکومت ڈاکار میں بطور مربی سلسلہ مقیم تھا تو وہاں ایک روز میرے پاس ایک احمدی دوست مکرم رفیق چانن صاحب تشریف لائے۔ ان کا تعلق سوئٹزرلینڈ سے تھا۔ یہ ایک عرب ملک میں کسی این جی او کے لئے خدمات کر رہے تھے۔

میں نے اس معزز مہمان کے اعزاز میں احباب جماعت کے ساتھ ایک میٹنگ کا اہتمام کیا جس میں ڈاکار شہر میں مقیم احمدی دوست تشریف لائے۔ میں نے مکرم رفیق چانن صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے قبول احمدیت کا واقعہ بیان فرمائیں نیز اپنے سفر احمدیت کے بارہ میں چند ایمان افروز واقعات بھی بتائیں۔

مکرم چانن صاحب نے بہت ہی خوبصورت اور روح پرور واقعات بیان فرمائے۔

ایک واقعہ کچھ یوں بتایا کہ جب میں پہلی بار ربوہ گیا تھا تو اس وقت تک میں نے بیعت نہیں کی تھی۔ یہ میرا ایک تحقیقی دورہ تھا۔ مجھے جماعتی نظام کے تحت ربوہ کے اہم مقامات پر لے جایا گیا اور ان مقامات کی تاریخی اہمیت کے بارے میں بتایا گیا۔ اسی سلسلہ میں جامعہ احمدیہ میں بھی جانے کا موقع ملا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ ہمارا دینی تعلیمی ادارہ ہے جہاں کے فارغ التحصیل نوجوان انشاءاللہ تعالیٰ دنیا بھر میں غلبۂ اسلام کی مہم سر کریں گے۔

میں نے دیکھا کہ ان طلبہ کا معیار زندگی، بود و باش اور

وضع قطع بہت ہی سادہ تھی۔ بظاہر لگتا تھا کہ ان کو تو مناسب بنیادی ضروریات بھی میسر نہیں ہیں۔ جامعہ میں موجود سہولیات دنیا میں موجود معروف تعلیمی اداروں کے مقابل پر نہ ہونے کے برابر تھیں۔

کہنے لگے کہ میزبان کے کلمات سن کر اس کی باتوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ ان کی خوش فہمی جان کر خاموشی میں ہی مصلحت جانی۔ لیکن قبول احمدیت کے بعد اللہ کے فضل سے کسب معاش کے سلسلہ میں مجھے بہت سے ممالک میں جانے کی توفیق مل رہی ہے۔ جہاں کہیں بھی جاتا ہوں تو میں دیکھ رہا ہوں کہ اس ادارہ کے فارغ التحصیل طلبہ بفضل ایزدی ایسے ایسے کارنامے سرانجام دے رہے ہیں کہ ان کے سامنے عالمی شہرت یافتہ اداروں سے فارغ التحصیل طلبہ بھی علمی اور تبلیغی میدان میں بے بس اور لاچار نظر آتے ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ

چار آنے عیاشی

آج کے دور کا اس دور سے مقابلہ ظاہری طور پر تو ممکن نہیں ہے۔ ہاں ہم اس دور میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر تو ادا کر سکتے ہیں۔ وہ بہت سادہ زمانہ تھا۔ ہم میں سے بیشتر طلبہ کی مالی کشائش نہ ہونے کے برابر ہوتی تھی۔ سفید پوشی اور بھرم رکھنے کے لئے بہت کچھ کرنا پڑتا تھا۔ ہمیں جامعہ کی طرف سے ماہانہ وظیفہ تیس روپے ملتا تھا جس میں سے ہاسٹل کے کھانے کا بل بھی دینا ہوتا تھا۔ ہمارے ایک دوست تھے جو اللہ کے فضل سے بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں درازیٔ عمر سے نوازے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنا ہفتہ وار بجٹ تیار کیا۔ اس میں بنیادی ضروریات لکھیں اور درمیان میں لکھا۔ چار آنے عیاشی۔ بریکٹ میں لکھا ''مونگ پھلی''۔ اس واقعہ سے اس دور کی معاشی صورت حال کی عکاسی ہوتی ہے نیز اس دور میں روپے کی قدر و قیمت کا بھی علم ہو جاتا ہے۔

جذبۂ خدمت دین

یہ ایک بہت سردرات کا واقعہ ہے جب تعلیم الاسلام کالج میں ایک مشاعرہ ہو رہا تھا۔ میں بھی ادھر چلا گیا۔ تقریباً رات گیارہ بجے میں نے کالج کی گری ہوئی دیوار کراس کی پھر ہائی سکول سے گزر کر جامعہ احمدیہ کے احاطہ میں داخل ہو گیا اور چلتے چلتے میں جامعہ کی بلڈنگ کے قریب فوارے کے پاس پہنچ گیا۔

اچانک دائیں طرف سے سائیکل چلنے کی آواز قریب آنی شروع ہوئی۔ میں حیران ہو رہا تھا کہ اس وقت اتنی رات گئے کون سائیکل پر ادھر آ سکتا ہے؟ اتنے میں ایک بارعب مانوس آواز فضا میں گونجی۔ ''السلام علیکم''۔ یہ آواز

مکرم سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم پرنسپل جامعہ احمدیہ کی تھی۔ میرے تو خوف سے اوسان خطا ہو گئے کیونکہ میر صاحب مرحوم کا، باوجود محبت اور شفقت کے طلبہ پر رعب بھی بہت تھا۔

خاکسار نے وعلیکم السلام کہا۔ اب میر صاحب نے فرمایا کہ میرے دفتر میں آؤ۔ اب تو اور زیادہ پریشانی ہوئی کہ نہ معلوم میر صاحب کیا کہیں گے۔

خیر! میر صاحب نے سائیکل ایک طرف کھڑی کی۔ اپنے دفتر کا دروازہ کھولا اور اندر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد میں بھی اندر چلا گیا۔ میر صاحب نے استفسار فرمایا کہ اس وقت کہاں سے آئے ہو؟ میں نے عرض کی کہ کالج میں مشاعرہ ہو رہا تھا میں ادھر مشاعرہ سننے گیا تھا۔ آپ مسکرائے اور فرمانے لگے کہ آپ کو بھی مشاعرہ سننے کا شوق ہے؟ میں نے اثبات میں سر ہلایا تو فرمانے لگے کہ بیٹھ جاؤ۔ میں سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس وقت میر صاحب پینٹ شرٹ میں ملبوس تھے۔ سر پر ایک سفید رنگ کی پٹی باندھی ہوئی تھی اور آنکھوں میں تکلیف کے آثار نمایاں نظر آتے تھے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری لکھائی کیسی ہے؟ میں نے عرض کی کہ کوئی خاص نہیں۔ فرمانے لگے کہ آپ کی رہائش کدھر ہے؟ میں نے عرض کی کہ دارالبرکات میں کچھ طلبہ کرایہ کے کمرے میں رہ رہے ہیں، وہاں رہتا ہوں۔ اس زمانہ میں ناصر ہاسٹل کی نئی بلڈنگ زیرِ تعمیر تھی۔

آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور اپنے ساتھ مزید پانچ طلبہ کو بلا کر لاؤ۔ ان میں سے کم از کم تین خوش خط ہوں۔

تعمیل ارشاد میں مَیں ہاسٹل میں گیا اور مکرم عبدالباسط صاحب طارق، مکرم مقصود احمد صاحب قمر، مکرم محمد اکرم باجوہ صاحب اور باقی دو دوستوں کے نام یاد نہیں رہے، ان کے ہمراہ مکرم میر صاحب کے دفتر میں حاضر ہو گیا۔

مکرم میر صاحب نے کچھ کاغذات ہمیں دیئے اور فرمایا کہ آپ میں سے تین یہ صفحات پڑھیں اور دیگر تین اسے لکھتے جائیں۔ دراصل یہ کوئی بہت ہی اہم مسودہ تھا جس کی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کو فوری ضرورت تھی۔ حضور رحمہ اللہ نے یہ کام مکرم میر صاحب کو تفویض فرمایا ہوا تھا۔ اس وجہ سے میر صاحب اس سرد رات میں دیر تک باوجود بیماری کے کام میں مشغول تھے۔

مکرم میر صاحب نے فرمایا کہ جا کر مکرم عبدالرزاق صاحب پی ٹی آئی کو بلا لائیں۔ اس زمانہ میں فون کی ایسی

سہولت تو میسر نہ تھی کہ فون کرتے اور وہ آ جاتے۔ جامعہ کے احاطہ میں ہی ان کا کوارٹر ہوا کرتا تھا۔ رات گئے انہیں جا کر اٹھایا اور میر صاحب کا پیغام دیا۔ وہ فوراً تشریف لے آئے۔ میر صاحب نے فرمایا: رزاق صاحب! انہیں چائے تو پلادیں۔ رزاق صاحب نے چائے بنائی۔ چینی الگ پیش کی گئی۔ عبدالباسط طارق صاحب نے چینی کے چمچہ کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ میر صاحب نے فرمایا: ''باسط! آپ چینی کو ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟'' باسط صاحب کہنے لگے: بڑے عرصہ کے بعد چینی کی زیارت ہوئی ہے پھر نہ جانے کب دوبارہ دیکھنے کو ملے۔ دراصل اس دور میں چینی بازار میں نہیں ملتی تھی۔ بلکہ کوٹہ سسٹم کے تحت کارڈ پر ملتی تھی۔ میر صاحب اس بات پر بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ کل سب کو ایک ایک کلو چینی دی جائے۔ خیر رات گئے کام ختم ہوا اور ہم اپنے گھروں کو چل دئے۔

اندوہناک سانحہ

جس رات مکرم میر صاحب کے لئے ہم کام کر رہے تھے۔ مکرم میر صاحب نے اپنے سر پر ایک رومال نما پٹی باندھ رکھی تھی، جو اس بات کی غماز تھی کہ آپ کو شدید سر درد ہے۔ لیکن اس کے باوجود اطاعت خلافت میں رات بھر کام کرتے رہے۔

اگلے روز جامعہ کی سالانہ کھیلوں کا آخری دن تھا۔ جس کے بعد تقسیم انعامات کی تقریب تھی۔ ربوہ بھر سے مہمان اور شائقین آئے ہوئے تھے۔ پھر ایک واقعہ پیش آیا جس کا مکرم میر صاحب کی طبیعت پر بہت ہی ناخوشگوار اثر ہوا۔ میر صاحب نے سائیکل پکڑی اور گھر تشریف لے گئے۔ اس سے اگلے روز مکرم میر صاحب شدید بیمار ہو گئے۔ آپ کو راولپنڈی لے جایا گیا۔ جہاں کچھ دنوں بعد آپ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

احباب جماعت کے دلوں میں واقفین کے لئے محبت اور احترام

خاکسار جب جامعہ احمدیہ درجہ ثانیہ کا طالب علم تھا تو ایک دفعہ شدید بیمار ہو گیا۔ پہلے تو ربوہ سے مختلف ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج کروایا، مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ مکرم پرنسپل صاحب جامعہ احمدیہ سے رخصت حاصل کی تاکہ اپنے آبائی گاؤں جا کر والدین کے پاس رہ کر علاج وغیرہ کراؤں۔

وہاں گجرات شہر کے بعض ڈاکٹر صاحبان سے علاج کرایا گیا مگر کوئی فرق نہ پڑا۔ بیماری کے باعث بدن بہت

لاغر ہو گیا۔ جس کی وجہ سے ہم سب بہت پریشان تھے۔

ایک روز مکرم محمد دین صاحب مربی سلسلہ جو ان دنوں گجرات شہر میں بطور مربی متعین تھے ہمارے گاؤں تشریف لائے۔ خاکسار کے پرانے ملنے والے تھے اور ان سے جامعہ کے حوالہ سے بھی ایک تعلق تھا۔ مجھے دیکھ کر بہت پریشان ہو گئے اور فرمانے لگے کہ تم ابھی تیار ہو جاؤ میں تمہیں جہلم بھجوا رہا ہوں۔ ان دنوں ایک بہت ہی مخلص احمدی ڈاکٹر سید غلام مجتبیٰ صاحب جہلم ہسپتال کے انچارج تھے آپ نے ایک رقعہ ان کے نام لکھا۔ جس میں میرا تعارف کرایا اور جہلم بھجوانے کی غرض تحریر کی۔

اگلے روز میں جہلم کے سرکاری ہسپتال میں مکرم ڈاکٹر صاحب کے کلینک کا پتہ کرتے کراتے پہنچ گیا۔ دربان نے رش کی وجہ سے اندر جانے سے روک دیا۔ میں نے دربان کو وہ خط دیا اور استدعا کی کہ از راہ کرم یہ خط مکرم ڈاکٹر صاحب کو پہنچا دو۔

خط دیکھ کر ڈاکٹر صاحب نے فوراً اندر بلا لیا۔ بڑے ہی پیار اور شفقت سے پیش آئے، ایک نرس کو بلایا اور اسے ہدایات دیں کہ فوری طور پر اس مریض کو اسپتال میں داخل کر لیں اور فلاں فلاں ٹیسٹ کر کے مجھے رپورٹ دیں۔ میں تو صرف چیک اپ کی غرض سے گیا تھا اور خیال تھا کہ ایک دو دن کے بعد گھر واپس آ جاؤں گا۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ اگر اجازت دیں تو میں گھر جا کر کسی عزیز کو ساتھ لے آؤں جو میری دیکھ بھال کرے۔ نیز اپنے والدین کو بھی ساری صورت حال سے آگاہ کر دوں۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کسی ذریعہ سے اپنے گھر اطلاع کر دیں کہ میں ہسپتال میں داخل ہو گیا ہوں اور کسی کو ساتھ لانے کی ضرورت نہیں یہاں پر میں ہی آپ کا سب کچھ ہوں اور میں ہی آپ کی دیکھ بھال کروں گا اور آپ کا کھانا میرے گھر سے آئے گا۔ ہاں اگر دل چاہے تو گھر آ کر بھی کھانا کھا سکتے ہیں۔

خیر ڈاکٹر صاحب کے اس حسن سلوک اور پیار و محبت نے جس کی مثال دنیا میں کم ہی ملتی ہے مجھے وہاں روک لیا۔

دس روز تک خاکسار کا خصوصی علاج کیا گیا۔ روزانہ چیک اپ کیا جاتا۔ کئی بار ٹیسٹ کئے گئے۔ ہر ممکنہ خیال رکھا گیا۔ خوراک بہت اچھی مل رہی تھیں جو ڈاکٹر صاحب کے گھر سے آتی تھی۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے اپنے فضل اور ڈاکٹر صاحب کی محنت اور کوشش سے بیماری سے بہت جلد شفاء عطا فرمائی۔

ایک دن ایک اور ڈاکٹر صاحب مجھے کہنے لگے۔ کیا

ڈاکٹر سید غلام مجتبیٰ صاحب آپ کے کوئی قریبی عزیز ہیں جو اس قدر آپ کا خیال رکھتے ہیں۔ میں نے جواب دیا۔ ہاں بہت بڑا رشتہ ہے جو عام خونی رشتوں سے بہت بالا ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

چینی سفیر کی حب الوطنی

اپریل 1974ء کی بات ہے۔ ربوہ میں ایک چینی سفیر تشریف لائے۔ شہر بھر کے اہم مقامات کو پاکستان اور چین کی خوشنما جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا۔ زیارت ربوہ کے متفرق پروگراموں میں جامعہ احمدیہ کا وزٹ بھی شامل تھا۔ جملہ طلبہ، جامعہ احمدیہ کی عمارت کے سامنے مہمان کا استقبال کرنے کے لئے صف آراء تھے۔

جب سفیر صاحب تشریف لائے اور ہمارے قریب پہنچے تو اتفاق سے ایک جھنڈی کسی طرح زمین پر گر گئی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس جھنڈی کو اٹھایا، اسے جھاڑا اور پھر تہہ کر کے اپنی جیب میں ڈال لیا۔ چینی سفیر کی حب الوطنی کا یہ نظارہ آج بھی میرے دل و دماغ میں نقش ہے۔

شاہ فیصل آف سعودیہ کا قتل

1973ء میں بھٹو صاحب کے دور حکومت میں لاہور پاکستان میں اسلامی سربراہی کانفرس کا انعقاد ہوا۔ جس میں عالم اسلام کے جملہ سربراہان تشریف لائے۔ جس میں عالم اسلام کے اہم مسائل پر بحث وتمحیث ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ اسی اجلاس میں شاہ فیصل کو خلیفہ اسلام بنانے کا بھی پروگرام بنایا گیا۔ واللہ اعلم۔ جس کے بعد 1974ء میں پاکستان بھر میں اینٹی احمدیہ خونی تحریک شروع کی گئی۔ جس میں بہت سارے احمدیوں کو شہید کر دیا گیا، جائیدادیں لوٹی گئیں، مکان جلائے گئے۔

ملک بھر میں منظم طور پر چلنے والی ایک تحریک کے نتیجہ میں احمدیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا گیا۔ لیکن تقدیر الٰہی دیکھیں اسی سال میں عین عید کے دن شاہ فیصل کے اپنے ہی ایک بھتیجے نے اسے گولی مار کر قتل کر دیا۔

امداد الرحمان بنگالی صاحب کا ثبات قدم

پاک و ہند جنگ کے بعد بنگلہ دیش نے جنم لیا۔ مغربی پاکستان کی افواج مشرقی پاکستان میں مصروف عمل تھیں، اسی طرح مشرقی پاکستان کے کئی ایک فوجی جوان اور افسران کی تعیناتی مغربی پاکستان میں تھی۔ جب مشرقی پاکستان نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا، تو مغربی پاکستان میں مقیم بنگالی فوجیوں کو بنگلہ دیش جانے کی اجازت مل گئی، جس پر وہ اپنے

ملک جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔

بنگلہ دیش کے معرض وجود میں آنے سے چند سال قبل ایک نوجوان مکرم امدادالرحمان صاحب کو بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ انہوں نے اپنے آپ کو وقف کردیا اور حصول تعلیم کے لئے جامعہ احمدیہ ربوہ میں تشریف لے آئے۔لیکن جلد ہی تقسیم ملک کی وجہ سے آگ کے شعلے بلند ہونے شروع ہوئے۔

انہی ایام میں، ایک دن شام کے وقت ایک فوجی جیپ جامعہ احمدیہ کے ہاسٹل کے گیٹ پر آئی،جس میں دونوجوان فوجی افسر تھے،یہ دونوں نوجوان افسر مکرم امداد صاحب کے بھائی تھے۔انہوں نے بتایا کہ اب انہیں واپس بنگلہ دیش جانے کا ارشاد ہوگیا ہے،اس لیے آپ بھی ہمارے ساتھ واپس چلیں۔ یہاں رہ کر آپ کیا کریں گے۔مولوی بن کر کیا کریں گے۔ہم آپ کوفوج میں بھرتی کرادیں گے۔کافی تگ ودواور منت وسماجت کے باوجود بھی جب امداد صاحب نہ مانے تو بالآخر دونوں بھائی مایوس ہوکر واپس چلے گئے۔ یاد رہے مکرم امداد الرحمان صاحب اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔اللہ کے فضل سے امداد صاحب نے کمال استقامت کے ساتھ دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔آپ آجکل جامعہ احمدیہ بنگلہ دیش میں بطور پرنسپل خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

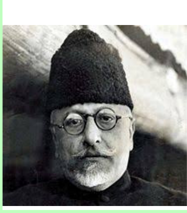
مبارک احمد صاحب بھٹی شہید

1971ء کی بات ہے۔ پاک و ہند جنگ ہورہی تھی۔ جماعت احمدیہ کا ہرفرد حب الوطنی کے جذبہ کے تحت مادر وطن کی حفاظت کے لئے تن من دھن کوقربان کرنے کے لئے تیار تھا۔ جامعہ احمدیہ کی شاہد کلاس کو حضور رحمہ اللہ کے ارشاد کے تحت مجاہدفورس میں بھرتی ہونے کا ارشاد ہوا۔جس پر پوری کلاس مجاہدفورس میں شامل ہوگئی۔ باقاعدہ ٹریننگ کے بعد انہیں وطن عزیز کی حفاظت پر متعین کردیا گیا، یہاں تک کہ ایک نوجوان مکرم مبارک احمد بھٹی صاحب کواس خدمت کے دوران اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔اللہ تعالی اس شہید کواپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔آمین۔

اللہ تعالیٰ اس ادارہ (جامعہ احمدیہ) کودن دگنی رات چگنی ترقیات سے نوازے اور یہاں ایسے مربیان و مبلغین تیار ہوں حضرت مسیح الزمان علیہ السلام کے مشن کی تکمیل کی خاطر جان ودل سے فدا ہوں۔اللھم آمین



مولانا ابوالکلام آزاد کا شذرہ، اخبار وکیل اور جماعت احمدیہ



راشد احمد

بانی جماعت احمدیہ کے دعاوی سے اختلافات کے باوجود برصغیر کے علمائے کرام اور اہل دانش کی ایک بڑی تعداد ان کی علم ومعرفت اور آریہ سماج وعیسائی پادریوں سے کامیاب مناظروں اور اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کی معترف رہی۔ 1908 میں جب مرزا صاحب کی وفات ہوئی تو مسلم پریس کی طرف سے انہیں شان دار خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ ایسی ہی ایک تحریر مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے اخبار ''وکیل'' میں تحریر کی جس میں وہ لکھتے ہیں:

''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔۔۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے۔ ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کے ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے۔ تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست و پائمال بنائے رکھا، آئندہ بھی جاری رہے۔ (اخبار وکیل 30 مئی 1908)

یہ تحریر عرصہ سے وجہ نزاع بنی ہوئی ہے۔ مخالفین احمدیت کی طرف سے یہ پراپگینڈہ کیا جاتا ہے کہ یہ تحریر آزاد کی نہیں ہے بلکہ کسی اور نے لکھی ہے۔ بعض اسے 'کپورتھلہ' کے کسی صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بعض احباب کے نزدیک یہ تحریر مولانا عبداللہ العمادی کی ہے۔ آزاد کی تحریر سے

واقفیت رکھنے والے احباب کے نزدیک یہ تحریر آزاد ہی کی ہے ۔اس کے لئے ان کے دلائل کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

یہ بات تو طے ہے کہ جب یہ تحریر شائع ہوئی اس وقت اخبار ''وکیل'' کے مدیر مولانا آزاد ہی تھے۔ جو آزاد کی تحریر سے واقف ہیں، جنہوں نے آزاد کو پڑھا ہے اوران کے اسلوب کو جانتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ ایسا زوردار شذرہ آزاد ہی لکھ سکتے ہیں۔تحریر چیخ چیخ کر اعلان کر رہی ہے کہ یہ آزاد کی تحریر ہے۔ جماعت احمدیہ کے مخالفین کی طرف سے اس شذرہ کو مولانا عبداللہ العمادی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ مولانا عبداللہ العمادی ان دنوں لکھنو میں رسالہ ''البیان'' کی ادارت کررہے تھے اور انہوں نے انہی دنوں میں الگ سے حضرت مرزا صاحب کی وفات پہ اداریہ سپرد قلم کیا تھا۔

مولانا عبدالمجید سالک نے ''یاران کہن'' کے نام سے ایک کتاب لکھی اوراس میں مشاہیر کا تذکرہ کیا۔جن احباب کا تذکرہ ہوا، ان میں آزاد کا ذکرخیر بھی شامل تھا۔سالک صاحب نے آزاد کے تذکرہ میں لکھا کہ جن دنوں مرزا صاحب اسلام کے دفاع میں عیسائیوں اور آریوں سے مناظرے کرتے تھے، انہی ایام میں آزاد کو مرزا صاحب سے واقفیت ہوئی اور وہ ان کے مداح تھے۔سالک صاحب کے بقول مرزا صاحب کی وفات پہ آزاد لاہور سے جنازہ کے ساتھ بٹالہ تک گئے اور بعد میں اپنے اخبار میں شذرہ بھی لکھا (ریل اس وقت بٹالہ تک جاتی تھی، آگے پیدل سفر ہوتا تھا) سالک صاحب کی کتاب یعنی ''یاران کہن'' احمدیت کے شدید معاند آغا شورش کاشمیری نے شائع کی تھی۔اگر یہ بات خلاف واقعہ ہوتی تو وہ کسی موقع پہ اس کا رد کرتے، لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا۔

یاران کہن کی اشاعت پہ مولانا آزاد خود تو کچھ نہ بولے لیکن ان کے سیکرٹری نے سالک صاحب کو لکھا اس کی تردید شائع کرو۔اس پہ انہوں نے گول مول سا بیان شائع کروا دیا۔سالک صاحب کے اس بیان پہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی جو احمدی تھے اورایک رسالہ کے مدیر بھی تھے، سالک صاحب کی کوٹھی واقع مسلم ٹاؤن میں ان سے ملنے گئے اور پوچھا کہ اس وقت میرے اور آپ کے بیچ تیسرا کوئی نہیں، سچ سچ بتایئے شذرہ کس کا لکھا ہوا ہے؟ اس پہ سالک صاحب نے کہا میاں! مجھ سے کیا پوچھتے ہو تم خود ادیب ہو دیکھ لو وہ کس کا لکھا ہوسکتا ہے۔کیا ایسی تحریر آزاد کے علاوہ کسی کی ہوسکتی ہے؟ پانی پتی صاحب نے پوچھا اگر یہ بات تھی تو آپ نے تردید کیوں شائع کی؟ انہوں نے کہا میری مجبوری تھی، آزاد سے تعلقات رکھنے تھے، سو میں نے میاں اجمل کو ناراض نہ کرنے کا فیصلہ کیا، لیکن جو آزاد کو جانتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ تحریر انہی کی ہے۔

(پانی پتی صاحب کا یہ مضمون جماعت احمدیہ کے روزنامہ ''الفضل'' میں شائع ہوگیا تھا)

یہ کہنا کہ شذرہ آزاد کا نہیں بلکہ ان کے نائب مدیر کا لکھا ہوا ہے، یہ بھی صریح غلط ہے کیونکہ مولانا آزاد نے خود اقرار کیا

ہے کہ ''وکیل'' کا سارا کام وہ خود کرتے تھے۔اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں:

''میں نے اخبار وکیل کی ایڈیٹری کی پوری ذمہ داری قبول کرلی۔اس زمانے میں وکیل ہفتہ میں تین بار نکلتا تھا اور دفتر میں بجز ایک مترجم اخبار کے اور کوئی مددگار نہ تھا۔اس مترجم کا بھی یہ حال تھا کہ بلانگرانی اور اصلاح کے اس مترجم کی لکھی ہوئی ایک سطر بھی اخبار میں درج نہیں کی جاسکتی تھی (کجا یہ کہ وہ ایسا معرکتہ الآرا شذرہ لکھ مارے) اخبار کے لیڈنگ آرٹیکل سے لے کر جزوی مواد تک سب گویا تن تنہا ہی مرتب کرنا پڑتا تھا۔''

(ابوالکلام کی کہانی،خود ان کی زبانی،مرتبہ عبدالرزاق ملیح آبادی مطبوعہ چٹان پریس،15مارچ1960ص:309)

مولانا آزاد کی اس گواہی کے بعد شاید کسی اور گواہی کی ضرورت نہیں رہتی کہ یہ تحریر ان کی اپنی لکھی ہوئی تھی۔یہ بھی دلچسپ امر ہے کہ اس تحریر کے بعد مولانا لمبے عرصہ تک حیات رہے،لیکن کبھی بھی انہوں نے براہ راست اس کی تردید نہیں کی حالانکہ بارہا یہ معاملہ ان کے سامنے آیا۔مولانا آزاد کی زندگی میں ہی جماعت احمدیہ کلکتہ نے یہ شذرہ بطور خاص شائع کروایا اور اسے آزاد کی خدمت میں بھی پہنچایا،اس کے باوجود ان کی طرف سے کوئی تردید سامنے نہیں آئی۔



ہم بھی سیاہ رات کے افسانے لے چلے

ابن کریم

راہ وفا میں جان کے نذرانے لے چلے
ہم بھی سیاہ رات کے افسانے لے چلے

سانگھڑ کی سرزمین کے پنج تن نثار ہیں
کتنے وہ نوجوان تھے دفنانے لے چلے

ہم نے تو بہار رُت میں ہیں لاشے اُٹھا لئے
مقتل کو ہم سلیم وظفر پانے لے چلے

دیکھو سمیع، حبیب اور پاشا کی پالکی
کوثر کے جام ہاتھ میں مے خانے لے چلے

انکو خدا کی گود میں ہے مل گئی پنہ
عقلوں سے ماورا ہے جو دیوانے لے چلے

جب تن کو اس کی راہ میں تھا کر دیا فنا
پیارے امام سب کو تھے سہلانے لے چلے

اتنی سی ہے جماعت پہاڑوں سا حوصلہ
جانیں ہتھیلیوں پر لٹوانے لے چلے

صبر و رضا و نیکی و تقویٰ میں تھے بسے
صدق و وفا سے بھرے پیمانے لے چلے

حافظؔ ابھی تلک تو رہا منتظر کھڑا
پل بھر میں سر کٹا کے وہ پروانے لے چلے



حضرت سیّد میر داؤد احمد صاحب سابق ناظر خدمت درویشان افسر جلسہ سالانہ، پرنسپل جامعہ احمدیہ کی ''یادوں کی خوشبو'' ایک جھلک

خواجہ محمد افضل بٹ USA



حضرت سیّد داؤد احمد صاحب بہت ہی زیرک اور دُور اندیش اور بارُعب شخصیت کے مالک تھے ۔بہت محبت اور پیار کرنے والے وجود تھے ۔جو کارکن انتھک اور دل لگی سے کام کرتے، آپ اُن سے بہت محبت کرنے والے تھے البتہ اگر کوئی کارکن کام میں سُستی یا غفلت برتتے اُن سے ناراضگی کا اظہار بھی فرماتے تھے ۔آپ منتظم اعلیٰ اور نظم و ضبط رکھنے کا ملکہ رکھتے تھے ۔گویا بے شمار خوبیوں کے مالک تھے ۔خاکسار جب دفتر صدر، صدر انجمن احمدیہ میں کام کرتا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ صدر، صدر انجمن احمدیہ تھے ،اس وقت کا ذکر کر رہا ہے ۔حضرت سیّد داؤد احمد صاحبؓ کی نظرِ شفقت مجھ پر پڑی اور آپ کو جب کبھی خدمت درویشان کے سلسلہ میں کوئی معاملہ صدر انجمن احمدیہ سے منظوری کا ہوتا یا کوئی اور کام ہوتا تو آپ خاکسار کو بُلا کر یا دفتر خدمت درویشان کے ہیڈ کلرک مکرم مولوی مختار احمد صاحب ہاشمی کے ذریعہ پیغام بھجوا کر فرماتے کہ ''یہ کام جلد کروا دیں'' خاکسار طریق کار کے مطابق حضرت صدر صاحب صدر انجمن احمدیہ سے اجازت حاصل کر کے معاملہ صدر انجمن احمدیہ کے اجلاس میں پیش کر کے فیصلہ حاصل کر لیتا تھا ۔اور آپ کو صدر انجمن احمدیہ کے فیصلہ کی کاپی بھیج دیتا تھا ۔خاکسار کی خوش قسمتی ہے کہ حضرت میر صاحبؓ کو (غالباً) میرے اندر کوئی صلاحیت یا کوئی ادا پسند آئی اور ہمیشہ مجھے بلا کر بہت محبت اور انتہائی خوبصورت انداز سے ''کام کرنے کا فرماتے" اور خاکسار وہ کام فوری سر انجام دے دیتا تھا ۔اس طرح میرا آپ سے تعلق محبت اور شفقت کا وسیع تر ہوتا گیا۔

مرکز میں ہر سال جلسہ سالانہ منعقد ہوتا تھا ۔اس موقع پر دیگر معاونین ڈیوٹی کے علاوہ سلسلہ کے تمام ادارہ جات کے کارکنان کی ڈیوٹیاں لگتی ہیں ۔خاکسار کی ڈیوٹی بھی جلسہ کے موقع پر شروع میں شعبہ خدمت خلق اور اسکے بعد لنگر خانہ دارالرحمت (منڈی) میں لگی تھی ۔

مجھے سال یاد نہیں مگر واقعہ یاد ہے کہ: جلسہ پر کارکنان کی ڈیوٹیاں لگائی جارہی تھیں ۔اور حضرت سیّد داؤد احمد صاحب افسر جلسہ نے مجھے بُلایا اور فرمایا کہ ''میری ڈیوٹی جلسہ سالانہ کے موقع پر لنگر خانہ نمبر 1 دارالصدر جنوبی میں لگائی جارہی ہے۔ نیز فرمایا کہ کیونکہ جلسہ کے ایام میں لنگر خانہ نمبر 1 پر بہت رش ہوتا ہے اور مجھے کہا کہ میں یہ کام اور انتظام بہتر طریقے سے کنٹرول کرسکتا ہوں''۔ میں تو اپنے آپ کو اتنے بڑے کام کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔اور میں نے معذرت قبول کرنے کی درخواست کی۔مگر میری معذرت کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ میری ڈیوٹی لنگر خانہ نمبر 1 دارالصدر جنوبی لگا دی گئی ہے۔حضرت میر صاحبؒ کو میرے اوپر اعتماد تھا کہ میں یہ ذمہ داری بطریق احسن ادا کرسکتا ہوں ۔جب جلسہ سالانہ شروع ہوا اور خاکسار لنگر خانہ نمبر 1 ڈیوٹی پر حاضر ہوا تو مجھے حضرت میر صاحبؒ نے اپنے جلسہ سالانہ کے آفس بلا کر فرمایا کہ: خاکسار کی ڈیوٹی بطور انچارج سٹور کیپر ہے مگر میری اضافی ڈیوٹی تقسیم سالن اور روٹی بھی ہے ۔اور یہ بہت اہم ہے۔اس کے علاوہ مزید ہدایات سے نوازا کہ:

1۔لنگر خانہ نمبر 1 دارالصدر جنوبی جلسہ سالانہ کے ایام میں کھانا لینے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے اور رش زیادہ ہونے کی وجہ سے کچھ بدانتظامی کا بھی خدشہ رہتا ہے ۔

2۔بعض نوجوان گیٹ کے رستے اندر داخل ہوجاتے ہیں اور کھانا لے لیتے ہیں۔یقیناً اس میں تعلق کا عنصر شامل ہے اس کو سختی سے روکنا ہے کہ گیٹ سے اندر داخل نہ ہوں ۔

3۔اس کا خاص انتظام کیا جائے کہ کوئی نوجوان اندر سے آکر کھانا نہ لے۔تا جو احباب لائن میں لگے ہوئے ہیں اُن کو اعتراض نہ ہو وغیرہ وغیرہ ،حضرت افسر صاحب جلسہ سالانہ نے فرمایا کہ ''ان ہدایات پر سختی سے عمل کیا جائے ۔'' خاکسار نے انتظامات کو بہتر کرنے کے لئے ایک مطالبہ محترم افسر صاحب جلسہ سالانہ کے سامنے رکھ دیا کہ: مجھے کم ازکم دس سٹوڈنٹ جامعہ احمدیہ سے دیئے جائیں جو جلسہ کے ایام میں یہاں ڈیوٹی دیں۔محترم افسر صاحب نے میرا مطالبہ منظور فرمالیا اور دس سٹوڈنٹ جامعہ احمدیہ کے مہیا کر دیئے ۔اب خاکسار نے ان سٹوڈنٹ کے ساتھ دیگر معاونین کی ڈیوٹی لگا کر کام کو تقسیم کردیا اور ہر ایک کو اس کے کام کی ذمہ داری دے دی گئی ۔یعنی اس میں تقسیم سالن تقسیم روٹی ،روٹی کی پیکنگ وغیرہ اور گیٹ پر مستعد معاونین کی ڈیوٹی۔وغیرہ وغیرہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ سالانہ پوری شان سے شروع ہو گیا اور ہمارے مستعد معاونین جلسہ نے ڈیوٹی سرانجام دینی شروع کر دی۔ خصوصاً جامعہ احمدیہ کے سٹوڈنٹ نے بہت مستعدی، انتھک محنت اور لگن سے اپنے فرائض کی ادائیگی کا حق ادا کر دیا۔ الحمدللہ جلسہ سالانہ کا پہلا دن بہت کامیابی سے گزر گیا بہترین طریقے سے تقسیم روٹی وسالن ہو ااور کوئی شکایت نہیں آئی

اسی طرح جلسہ سالانہ کا دوسرا اور تیسرا دن بھی کامیابی سے گزر گیا اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے جلسہ سالانہ کے دوران اور اس کے بعد کوئی شکایت نہیں آئی۔ جلسہ سالانہ کے اختتام سے قبل ایک واقعہ کا ذکر کرونگا۔ جلسہ سالانہ کے دوران گیٹ سے اندر آنے والوں کو مایوسی سے واپس جانا پڑا۔ سابقہ طریق کے مطابق لائن میں لگے بغیر مختلف طریقے سے کھانا لینے والوں کے سب رستے بند کر دیئے گئے تھے سوائے ایک واقعہ کے جو ہمارے معززین خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو گیٹ کے چوکیدار اور دوسرے معاونین کو آنکھیں دکھا کر اندر آئے واقعہ کچھ یوں تھا کہ جلسہ سالانہ کے پہلے روز ہی خاندان کے ایک دوست گیٹ سے داخل ہوئے۔ اور میرے معاون تقسیم روٹی و سالن کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ کھانا دے دیں۔ میرے معاون نے انہیں میرے پاس بھجوا دیا۔ وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ ”اتنے کس کھانے کی چٹ بنا دیں۔“ میں نے انہیں کہا کہ لائن میں لگ جائیں اور اپنی باری پر کھانا لے لیں۔ اندر سے کسی کو کھانا نہیں ملے گا۔ اس پر اس نے کہا کہ ”میں لے کر جاؤں گا“۔ مجھ سے خفاء ہو کر حضرت میر صاحب کے پاس چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد تشریف لائے اور کہا کہ ”میر صاحب نے کہا ہے میرا کہیں اور کھانا لے جائیں“۔ میں نے انہیں کہا کہ مجھے کیسے معلوم ہو کہ میر صاحب نے کہا ہے کہ کھانا دے دیں۔ آپ واپس تشریف لے جائیں اور حضرت میر صاحب کی چٹ لے آئیں اور کھانا لے جائیں۔ بغیر چٹ کے ادھر آنے کا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ چنانچہ وہ پیارے دوست مجھ سے ناراض ہوئے اور کچھ باتیں کیں اور حضرت میر صاحب کی طرف چلے گئے۔ اور دوبارہ میرے پاس نہیں آئے۔ گویا حضرت میر صاحب نے لکھ کر نہیں دیا۔

جلسہ سالانہ کے اختتام پر میٹنگ ہوتی ہے۔ جس کی صدارت حضرت افسر صاحب جلسہ سالانہ فرماتے ہیں اس میں مہمانان جلسہ سالانہ کی آمدہ شکایات کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ کہاں کمزوریاں ہوئی ہیں اور انہیں کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے۔ حضرت میر صاحب نے بطور خاص میرا ذکر فرمایا کہ تقسیم روٹی وسالن کا سب سے

بہترین انتظام تھا اور کوئی شکایت نہیں آئی۔ نیز اس واقعہ کا بھی ذکر فرمایا کہ انہوں نے میرے رشتہ دار کو بھی اندر سے کھانا نہیں دیا۔ نیز فرمایا کہ اگر سب شعبہ جات اس طرح لگن سے کام کریں تو انتظام بہت بہتر طریقے سے سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ اور مجھے شاباش دی۔

یہاں میں جامعہ احمدیہ کے ان سٹوڈنٹ کو شاباش دوں گا۔ جن کے طفیل ہمارے شعبہ تقسیم سالن و روٹی کا انتظام بہت اچھا رہا۔ اللہ کے فضل سے وہ سب سٹوڈنٹ مربی سلسلہ ہوں گے مجھے دو مربی ملے اور انہوں نے اظہار فرمایا کہ انہوں نے میری نگرانی میں جلسہ کی ڈیوٹی دی ہے مجھے ان کی یہ بات سن کر بہت خوشی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جلسہ کی بہترین ڈیوٹی دینے پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ اگر وہ سٹوڈنٹ میرا یہ مضمون پڑھیں تو مجھ سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ میرا واٹس اپ نمبر 4859-485-585-1+ ہے۔

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ کی تحریک پر لبیک

خاکسار کے سب سے بڑے بھائی مکرم خواجہ احمد حسین صاحب درویش قادیان دارالامان ہیں۔ تقسیم ملک کے وقت حضرت المصلح الموعودؓ نے تحریک فرمائی کہ: ”ہمیں ایسے نوجوان چاہئیں جو اپنی جان دینے کے لئے تیار رہوں" چنانچہ بھائی جان نے والدین سے مشورہ کیا تو والدین نے آپ کے اصرار پر آپ کے قادیان رہنے پر راضی ہو گئے۔ اس طرح آپ نے حضرت المصلح الموعودؓ کی تحریک پر اپنی خدمات پیش کر دیں اور 1947ء میں قادیان رہ کر درویشی کی سعادت حاصل کی۔ خاکسار نے جب ہوش سنبھالا تو دلی خواہش تھی کہ قادیان جاؤں۔ 1947ء کے بعد والدین اپنے بیٹے کو ملنے قادیان جاتے رہے ہیں۔ میں اور میرا چھوٹا بھائی والدین کے ساتھ قادیان گئے ہیں۔ مگر بہت چھوٹے تھے ہمیں قادیان بارے کچھ علم نہیں تھا۔ حضرت میر صاحبؒ ناظر خدمتِ درویشان تھے اور خاکسار کے ساتھ آپ کی پدرانہ شفقت تھی اور سن 1967ء قافلہ پاکستان سے جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کا ارادہ بنا رکھا تھا۔

سن 1965ء میں پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ اس وجہ سے 1965ء 1966ء میں جلسہ سالانہ قادیان میں قافلہ پاکستان سے نہ جاسکا۔ اور 1967ء میں پاکستان سے قافلہ جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت کے لئے جانے کی اجازت ہوئی۔ دونوں حکومتوں کی اجازت منظوری کے بعد مکرم ناظر صاحب خدمت درویشان کی طرف سے جلسہ سالانہ قادیان جانے والوں کی درخواستیں طلب کی گئیں۔ میری بھی بہت خواہش تھی کہ قافلہ کے ساتھ جلسہ سالانہ قادیان جاؤں۔ چنانچہ میں نے

بھی درخواست دے دی۔ چونکہ میری رہائش احمد نگر تھی اور احمد نگر کے بہت احباب جلسہ سالانہ قادیان جانے کے خواہش مند تھے۔ اندازاً دس یا بارہ احباب نے قافلہ کے ساتھ قادیان جلسہ میں شمولیت کی درخواستیں جمع کروا دیں۔ اور سب کا مجھ سے اصرار تھا کہ منظوری لے کر دیں۔ مگر میرے اختیار میں تو نہیں تھا۔ پاکستان سے قافلہ کی جو منظوری ہوئی اس کی بہت کم تعداد تھی۔ پورے پاکستان سے بہت بڑی تعداد جانے کی خواہش مند تھی۔ یہی خیال آتا تھا کہ وہ لوگ خوش قسمت ہونگے جو قافلہ کے ساتھ جلسہ سالانہ قادیان جائیں گے

باوجود اس کے کہ میرا تعلق محترم جناب میر داؤد احمد صاحب ناظر خدمتِ درویشان سے تھا مگر بہت کم امید تھی کہ میری منظوری ہو جائے گی۔ بہرحال میں مایوس نہیں تھا۔ آخری وقت تک کوشش کرنے کا ارادہ تھا۔ ایک روز جائزہ لینے کی غرض سے محترم مختار احمد صاحب ہاشمی ہیڈ کلرک دفتر خدمت درویشان سے ملا۔ انہوں نے کہا کہ سارے ملک سے بہت درخواستیں آ رہی ہیں اور مکرم ناظر صاحب خدمت درویشان سے ملاقاتیں بھی ہو رہی ہیں۔ لہذا میں بھی حضرت میر صاحب کو مل لوں چونکہ ابھی جلسہ قادیان منعقد ہونے میں کافی وقت تھا۔ اور میں موقع کی تلاش میں تھا کہ کب ملوں!

جلسہ سالانہ قادیان جوں جوں قریب آ رہا تھا کام کا رش بھی بڑھ رہا تھا۔ اور محترم ناظر صاحب کی طرف سے ضروری اخراجات اور دیگر امور کی منظوری صدر انجمن احمدیہ سے لینے کے کیسز دفتر صدر میں آ رہے تھے۔ حضرت میر صاحب کی طرف سے جب کبھی کوئی فوری کام و منظوری کی ہدایت خاکسار کو ملتی تو وہ کام حتی الوسع فوری سرانجام دے کر دفتر خدمت درویشان کو آگاہ کر دیتا۔ یہ میرے فرائض میں بھی تھا۔ ایک روز میں حضرت میر صاحب کی خدمت میں پیش ہو گیا۔ اور عرض کیا کہ میں نے بھی قافلہ کے ساتھ جلسہ سالانہ قادیان جانے کی درخواست دی ہوئی ہے۔ حضرت سید میر صاحبؒ نے فرمایا کہ: ''حالات ناساز گار ہونے کی بناء پر نوجوانوں کو لیکر نہیں جا رہے''

میں یہ بات سن کر پریشان سا ہوا مگر میں نے حضرت میر صاحب سے پوچھا کہ کیا یہ پابندی حکومت کی طرف سے ہے؟ حضرت میر صاحب نے فرمایا۔ ''نہیں یہ کمیٹی کا فیصلہ ہے'' پھر میں نے عرض کیا کہ ''ان ناساز گار حالات میں تو نوجوانوں کو لیکر جانا چاہئے اگر سب ضعیف العمر بزرگ لے کر جائیں گے تو مشکلات بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ ان بزرگوں کی مدد کے لئے نوجوانوں کو ضرور لیکر جانا چاہئے۔ حضرت میر صاحبؒ نے میری بات کو بہت غور سے

سنا۔اور فرمایا کہ ''کمیٹی میں دوبارہ غور کے لئے رکھ دیتا ہوں اگر نوجوانوں کو لیجانا ہوا تو مجھے ضرور لے جائیں گے۔''

ابھی جلسہ سالانہ قادیان منعقد ہونے میں کافی وقت تھا۔ہم سب بڑی بے قراری سے فیصلہ کا انتظار کررہے تھے ۔جوں جوں جلسہ قادیان کا وقت قریب آرہا تھا اور فیصلہ بھی کوئی نہ کوئی ہونا تھا ۔دفتر خدمت درویشان میں بہت گہما گہمی تھی ۔میں تو اپنا فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ کر بیٹھ گیا تھا۔اِدھر احمد نگر کے احباب جنہوں نے درخواستیں دی ہوئی تھیں وہ میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ ہماری درخواست منظور کروائیں۔میں انہیں تسلّی دیکر اور دعا کا کہہ کر خاموش کر دیتا تھا میں تو کسی معجزہ کا منتظر تھا۔بظاہر کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے ۔درخواست دینے والوں میں میرے عزیز بھی تھے اور بزرگ بھی !ان سب کا اصرار تھا کہ منظوری کے لئے کوشش کروں ۔میرا ان سب سے گہرا تعلق تھا اور میری خواہش تھی کہ سب کی منظوری ہوجائے۔خصوصی طور پر درج ذیل کے لئے میری کوشش تھی کہ ان کی منظوری ہو جائے ۔ 1۔بزرگوارم مکرم صوفی عبدالغنی صاحب حجام۔2۔برادرم مکرم ناصر احمد صاحب ظفر اور ان کے دو معتمد ساتھی۔3۔مکرم مہر جمیل احمد صاحب۔ ۴۔مکرم مہر ولی محمد صاحب۔5۔مکرم غلام محمد صاحب



جلسہ سالانہ قادیان میں شاملین پاکستانی وفد کی ایک یادگار تصویر

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔اور اب مہینوں کی بات دنوں پر آگئی تھی ۔اور جلسہ سالانہ قادیان کے منعقد ہونے کا وقت قریب تر تھا ۔اور بے چینی میں اضافہ فطری بات تھی ۔جس وقت دفتر خدمتِ درویشان کی طرف سے کوئی چھٹی موصول ہوتی تو میں فوری کھول کر دیکھتا کہ شائد اس میں میری منظوری کی اطلاع ہوگی۔مگر جب ایسا نہ ہوتا تو میری طبیعت پر بہت گراں گزرتا۔مگر میں زندگی میں کبھی مایوس نہیں ہوا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا کام ہمیشہ اچانک اور معجزانہ طور پر ہوا ہے۔اس بناء پر مطمئن تھا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ لمحہ بھی آگیا جس معجزہ کا منتظر تھا۔بات کچھ یوں ہے !ایک روز حضرت میر صاحبؒ کا بلاوا آیا۔کہ ''میں ملوں''۔میں حضرت میر صاحب کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے

چھٹی دی اور فرمایا کہ ’’یہ کام آج ہی کرنا ہے‘‘ نیز فرمایا کہ ’’میں قافلہ کے ساتھ جانے کے لئے تیار رہوں‘‘۔ چند لمحے خاموشی کے بعد عرض کیا کہ میں نے دس بارہ احباب کی درخواستیں دے رکھی ہیں ان کے بارے آپ کی کیا ہدایت ہے؟ آپ کا جواب مسکراہٹ تھا۔ میں نے اس پر عرض کیا ۔کہ میں تو آپ کے حکم کی تعمیل کرونگا۔ مگر جب تک میرے سمیت چھ افراد کو قافلہ کے ساتھ جانے کی منظوری نہیں ہوگی ۔میں بھی نہیں جاؤنگا ۔میرے اس بیان پر حضرت میر صاحبؒ نے فرمایا کہ ’’آپ یہ کام کر کے لیکر آئیں میری درخواست پر غور کیا جائے گا۔‘‘ میں واپس دفتر آ گیا اور جو کام (اسکا ذکر ضروری نہیں) میرے سپرد کیا تھا اس پر عملدرآمد میں مصروف ہوگیا ۔اور اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی جو بظاہر مشکل لگ رہا تھا۔ وہ کام کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اور وہ کام کرنے کے بعد خود لیکر حضرت میر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور ساتھ ہی جن احباب کا ذکر کر چکا تھا ان کے نام ایک کاغذ پر لکھ کر لے گیا اور دونوں اکٹھے پیش کر دیئے ۔حضرت میر صاحبؒ نے وہ کام سرانجام دینے پر بہت خوشنودی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ میں ان احباب کے بارے کل بتلاؤنگا۔

اگلے روز خاکسار آپ سے ملنے گیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں نے جو نام قافلہ کے ساتھ قادیان جلسہ میں شمولیت کے لئے دیئے وہ منظور کر لیئے ہیں اور تیاری کر لیں۔ یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟ حضرت میر صاحبؒ کی محبت اور شفقت کا نتیجہ ہے کہ چھوٹی سی جماعت احمد نگر سے چھ افراد جلسہ قادیان میں شامل ہو رہے ہیں ۔الحمدللہ ۔آپ کی زندگی تک خاکسار کا محبت اور پیار کا تعلق رہا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے محسن کو جنت الفردوس کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین

1965ء جنگ مابین پاکستان اور ہندوستان کے اختتام کے بعد 1967ء کو قافلہ ربوہ سے قادیان جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے گیا۔ اس قافلہ میں، میں بھی قادیان جلسہ پر گیا تھا۔ (اس قافلہ کی گروپ فوٹو میرے پاس محفوظ ہے) حضرت سید داؤد احمد صاحب ناظر خدمتِ درویشان بھی قافلہ میں شامل تھے، پاکستانی قافلہ کے افراد کے امیر قافلہ مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ کی قیادت میں قادیان گئے تھے۔ میرا یہ سفر 1967ء میں قافلہ کے ساتھ پہلا تھا۔ اور ہم سب سہمے ہوئے تھے کہ جنگ کے بعد انڈیا پولیس اور C.I.D کیسا سلوک کرتی ہے۔ کیونکہ ہم سن رہے تھے کہ انڈیا کی C.I.D بڑی ایکٹو ہے اور ہمارے اوپر سخت نگرانی کریں گے۔ اور بارڈر پر بہت سخت چیکنگ ہوگی۔ نامساعد حالات کی بناء پر ہمارا قافلہ واگہ بارڈر سے

انڈیا میں داخل نہیں ہوا۔ بلکہ قصور کے بارڈر سے انڈیا میں داخل ہوا۔

پروگرام کے مطابق ربوہ سے قافلہ ایک روز قبل بیت الذکر لاہور پہنچ گیا تھا۔رات بیت الذکر لاہور گزاری اور صبح رہائش گاہ بیت الذکر لاہور سے قافلہ قصور 10 بجے پہنچ گیا ۔اور قصور سے بارڈر کراس کرنے سے قبل محترم امیر صاحب قافلہ نے سب افرادِ قافلہ کو اکٹھے کر کے نصائح فرمائیں۔اور حالات کے نامناسب ہونے کی بناء پر محترم امیر صاحب نے فرمایا کہ کوئی فرد کوئی چیز ساتھ نہیں لے جا سکتا۔سوائے استعمال کے کپڑوں کے اگر کسی کے پاس کپڑوں وغیرہ کے علاوہ کوئی چیز تحفہ وغیرہ دینے کی غرض سے ہے تو وہ یہاں انتظامیہ کے پاس جمع کروادیں۔انہیں یہ چیزیں واپس آکر ربوہ سے مل جائیں گی ۔اکثر افراد قافلہ کے پاس اپنے عزیزوں کو تحفہ جات دینے کے لئے چیزیں تھیں۔مکرم امیر صاحب کی واضح ہدایت تھی کہ کوئی چیز ساتھ نہیں لے جا سکتے ۔چنانچہ تمام افراد نے اپنی چیزیں تحفہ جات انتظامیہ کے پاس جمع کروادیں ۔یہاں تک کے نمک اور چینی تک انتظامیہ کے پاس جمع کروائی گئی ۔میرا اندازہ ہے دو ٹرک کے برابر سامان جمع ہو گیا تھا جو ربوہ پہنچا دیا گیا۔

11:30 بجے کے قریب مکرم امیر صاحب نے اعلان فرمایا کہ سب قافلہ کے افراد تیاری کر لیں اب ہم بارڈر کراس کر کے انڈیا بارڈر میں داخل ہو نگے۔اور وہاں پہنچ کر سب ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں اور آپ کو جو ہدایت دی جائے اس پر عمل کیا جائے۔چنانچہ مکرم امیر صاحب قافلہ کی ہدایت پر بارڈر کی طرف روانگی شروع ہوگئی ۔جب ہم سب افراد قافلہ انڈین بارڈر میں داخل ہو چکے تو ایک سردار (سکھ) بھائی نے اعلان کیا کہ: آپ ہمارے بھائی ہیں ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں ۔اس وقت انڈیا میں 12 بج گئے ہیں لہذا اپنی اپنی گھڑیوں میں ٹائم درست کر لیں ۔اس پر قہقہہ بھی لگا۔اور سب کھسر پھسر کر رہے تھے کہ سنتے تھے کہ سکھوں کے بارہ بجے ہوتے ہیں یہ بات درست ثابت ہوئی ۔نیز اعلان فرمایا کہ: ہم سب بھائی اپنے پاسپورٹ کسی ایک کے سپرد کر دیں پاسپورٹ انٹری کر کے واپس کر دیئے جائیں گے ۔اور ہم اپنا سامان چیک کر والیں ۔نیز اعلان فرمایا کہ: ہمارے استقبال کے لئے ہمارے درویش بھائی قادیان سے آئے ہوئے تھے۔ہم ان کے پاس پہنچ جائیں ۔ہم سب افرادِ قافلہ نے ان ہدایات پر عمل کیا اور سامان وغیرہ چیک کروایا۔ہمارے ساتھ بارڈر انتظامیہ کا بہت اچھا سلوک تھا۔کسی فرد کو کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں اٹھانی پڑی ۔اس کے بعد ہم سب اپنے قادیان سے آئے ہوئے درویش بھائیوں کے پاس پہنچ گئے۔قادیان سے آئے ہوئے بھائیوں نے ہمارا بہت

عمدہ استقبال کیا۔قادیان کے والنٹیئرز ہمارا سامان پکڑتے اور بسوں پر لوڈ کرتے اور ہمیں کھانے کی جگہ پر پہنچا کر واپس چلے جاتے۔اس طرح سب افراد قافلہ نے کھانا نوش فرمایا اور اس کے بعد بسوں میں سوار ہو کر اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔اور فیروز پور ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے اور وہاں ویٹنگ ہال میں جمع ہو گئے۔ویٹنگ ہال بہت خوبصورت تھا ۔نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ابھی نماز ظہر بھی ادا کرنی تھی ۔چنانچہ وہاں نماز ظہر ،عصر مکرم حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری کی امامت میں باجماعت ادا کی گئیں۔ انڈیا کی سیکیورٹی کے اہلکاروں نے ہمارا احصار کر رکھا تھا۔

ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا۔ہم سب افرادِ قافلہ کو مکرم امیر صاحب قافلہ نے ہدایت فرمائی کہ ''نیا آرڈر ملنے تک سب یہی انتظار کریں گے یہاں سے کہیں نہ جائیں ''ابھی نیا آرڈر نہیں ملا تھا کہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔اور نماز مغرب ،عشاء بھی وہیں پر پڑھی گئی۔نمازوں کی ادائیگی کے بعد ہمیں حکم ہوا کہ ہم ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر جائیں گے ۔ہم سب نے اپنا اپنا سامان اٹھایا اور پلیٹ فارم پر پہنچ گئے ۔کافی اندھیرا ہو چکا تھا۔کچھ دیر کے بعد ہمیں حکم ہوا کہ:''ریلوے اسٹیشن کے شرقی جانب تقریباً دو فرلانگ کی مسافت پر قافلہ کے افراد کے لئے اسپیشل ڈبے آئیں گے اور ہم سب وہاں پہنچ جائیں''۔یہاں میں آپ کو بتلانا چاہوں گا کہ ہم چند نوجوانوں کے سپرد ضعیف العمر بزرگوں کا سامان بھی اُٹھانے کی ذمہ داری تھی۔ہم اپنا اور ان بزرگوں کا سامان اُٹھا کر لے جاتے تھے۔گاڑی میں رکھنے اور اُتارنے کی ڈیوٹی ہم چند نوجوانوں کی تھی۔

ہم سب افراد قافلہ نے سامان اُٹھایا اور دو فرلانگ تک پلیٹ فارم کے شرقی جانب پہنچ گئے ۔اور سپیشل ڈبوں کا انتظار کرنے لگے۔ہماری سیکیورٹی پر مامور اہلکار بھی موجود تھے ۔اب تو کافی اندھیرا ہو چکا تھا۔ایسے لگتا تھا کہ کسی جنگل میں بیٹھے ہوئے ہیں ۔کچھ وقت گذرنے کے بعد اعلان ہوا کہ:''انتظامیہ سے غلطی ہوگئی ہے کہ اسٹیشن کے شرقی جانب نہیں بلکہ اسٹیشن کے غربی جانب جانا تھا" مرتے کیا نہ کرتے !بس پھر اپنا اور ان بزرگوں کا سامان اُٹھایا اور غربی جانب تقریباً 3 یا 4 فرلانگ کی مسافت طے کر کے مقررہ جگہ پر پہنچے تو وہاں اسپیشل ڈبے افراد قافلہ کے لئے کھڑے تھے۔ہر ایک نے اپنا اپنا سامان گاڑی میں رکھا۔اور سفر شروع ہو گیا

واقعہ کو مختصر کرتے ہوئے بیان کرتا ہوں کہ گاڑی تیز رفتار سے چل رہی تھی۔مسلسل سفر سے سب ہی افراد تھکے ہوئے تھے سفر کے دوران سب ہی سو رہے تھے یا اونگ رہے تھے۔صبح کا وقت ہو رہا تھا۔فجر کی نماز حضرت مولانا

ابوالعطاء صاحب جالندھری کی امامت میں گاڑی کے اندر ہی ادا کی گئی۔ہلکی ہلکی روشنی شروع ہو چکی تھی۔گاڑی تیز سپیڈ سے جالندھر کو کراس کر رہی تھی۔چلتی گاڑی سے جالندھر اسٹیشن کو ایک جھلک دیکھا جو بہت خوبصورت نظر آرہا تھا۔اسی طرح گاڑی تیز رفتار سے چل رہی تھی۔اللہ اللہ کر کے ہم بٹالہ اسٹیشن پہنچے تو اس وقت دن کے غالباً گیارہ بج چکے تھے۔بٹالہ ریلوے اسٹیشن گاڑی رُکی تو اعلان ہوا کہ گاڑی چند منٹ رُکے گی۔ہم سب قافلہ کے افراد گاڑی سے اتر آئے۔بڑی بھوک لگی ہوئی تھی۔ہر ایک کا خیال تھا کہ پلیٹ فارم پر کھانے پینے کی دوکانیں یا ریڑھیاں ہونگی کچھ کھانے کو مل جائے گا۔مگر یہ خواب ہی تھا۔دوکان تو کوئی نہیں تھی۔البتہ پلیٹ فارم پر دو تین ریڑھیاں فروٹ کی اور ایک دو ہی چائے انڈے وغیرہ کی تھیں۔جن کا چند منٹوں میں صفایا ہو گیا۔میں نے بھی چائے انڈا کھایا۔

چند احباب پر مشتمل وفد قادیان سے ہمارے استقبال کے لئے بٹالہ آیا ہوا تھا۔جو بٹالہ ریلوے اسٹیشن پر مکرم امیر صاحب قافلہ کے ساتھ محو گفتگو تھا تھوڑی دیر کے بعد گاڑی چلنے کی وصل ہوئی اور ہم سب گاڑی پر سوار ہو گئے اور بٹالہ سے قادیان کی طرف سفر شروع ہو گیا۔اور ہم سب نے گاڑی کی کھڑکیوں سے قادیان کے ’’منارۃ المسیح ‘‘ کو دیکھنا شروع کر دیا۔گاڑی بٹالہ شہر سے نکلتے ہی ’’منارۃ المسیح ‘‘ نظر آنا شروع ہو گیا۔اور گاڑی کے اندر ہی نعرہ تکبیر ،اللہ اکبر کے نعرے لگنے شروع ہو گئے۔قادیان اسٹیشن پر پہنچے تو ریلوے اسٹیشن قادیان پر ہمارے استقبال کے لئے عوام مرد و زن بہت بڑی تعداد میں آئے ہوئے تھے۔اس میں عورتیں اور مرد اور بچے تھے۔قادیان کے احباب کے علاوہ جو بیرون قادیان سے جلسہ میں شمولیت کے لئے آئے احباب بھی موجود تھے قادیان اسٹیشن نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ہم قافلہ کے افراد گاڑی سے سامان اُتارتے تو والنٹیئر ہمارا سامان پکڑ لیتے اور بسوں پر لوڈ کرتے جاتے جب سامان لوڈ ہو گیا تو بسیں اپنی منزل کی طرف بہت آہستہ آہستہ روانہ ہو گئیں۔اور عوام نعرہ تکبیر ،اللہ اکبر کے نعرے لگاتے بسوں کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔بسیں منزلِ مقصود پر پہنچ کر رُکیں اور ہم نیچے اُتر آئے شائد وہ جگہ مدرسہ احمدیہ یا ہائی سکول تھا جہاں بسیں رُکیں۔

قافلہ کے افراد جن کے عزیز یا رشتہ دار قادیان رہتے تھے ان کے ساتھ جا سکتے تھے۔میرے بھائی مکرم خواجہ احمد حسین صاحب درویش مجھے لینے آئے ہوئے تھے۔اور میں ان کے ساتھ گھر چلا گیا۔قافلہ کے جن افراد کا اپنا کوئی انتظام نہیں تھا وہ انتظامیہ کے ساتھ جا رہے تھے جہاں انکی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔اس طرح ہمارا سفر بخیر و عافیت انجام پذیر ہوا۔الحمد للہ ❁❁❁❁



حضرت خلیفۃ المسیح اول مولوی نورالدین صاحب بھیروی کے مولد مسکن بھیرہ کی تلخ اور خوشگوار یادیں

(انجینئر محمود مجیب اصغر بھیروی)



23 مارچ 1889ء ایک تاریخ ساز دن تھا جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ظل کامل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے اذن الٰہی سے بیعت کا آغاز کیا وہ پہلا شخص جس نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے اس کی رحمتوں کے چشموں سے جسمانی اور روحانی سیری حاصل کی بھیرہ کا ہی چشم و چراغ تھا یعنی حضرت حکیم مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ

آپ اپنا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے ہیں" بھیرہ ضلع شاہ پور میرا زاد بوم ہے میرا نام میرے والدین نے نور الدین رکھا خدا کرے یہ نام سچ ہو... میں قریشی تھا اور مرزا کا سچے دل سے مرید ہوا.." (خطابات نور صفحہ 203، 406)

وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسب کے لحاظ سے ہاشمی ہے۔ مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں بہت تعریفی الفاظ میں آپ کا ذکر فرمایا ہے فرمایا" جب سے میں خدا تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں.... میں رات دن خدا تعالیٰ کے حضور چلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب میرا کون مدد گار ہے.... آسمان کی فضاء میری دعا سے بھر گئی.... اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا..... اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسب کے لحاظ سے ہاشمی ہے۔"



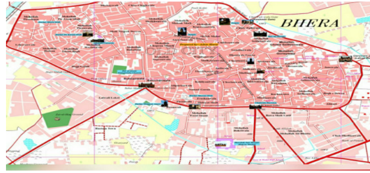
آپ حضرت عمر فاروق کی نسل میں سے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میرے سب مریدوں سے وہ اول نمبر پر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد اللہ

تعالٰی نے آپ ہی کو خلیفۃ المسیح اول کے منصب پر فائز فرمایا
آپ کی آخری آرامگاہ بھی حضرت مسیح موعود کے مزار سے منسلک ہے

اورخلافت کی ردا بھی تجھ کوتھی برحق ملی
متصل قبر مسیح کے قبر بھی تجھکو ملی

ہمارے نزدیک بھیرہ کی شہرت اور اہمیت حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے عاشق صادق اورخلیفہ اول کی وجہ سے ہے۔



BHERA – DOWN THE MEMORY LANE
Outer & inner Ganjwala Darwaza (1869)

Outer & inner Ganjwala Darwaza (Lahori Gate - 1869) is on the eastern side of the walled town Bhera , with eight gates (three have been demolished). The compound between the two gates is called Gang Mandi (gain market). Before partition the place was hub of political gatherings . Zm ©

BHERA _ A Walled City with 8 phenominal Architectural Gates

بھیرہ دریائے جہلم کے کنارے ایک بہت قدیم اور تاریخی شہر ہے۔

3 مربع میل پر پھیلے ہوئے قدیم شہر (walled city) کے اردگرد بیضوی (oval) شکل کی سرکلر روڈ ہے جس پر شہر میں داخل ہونے کے لئے آٹھ خوبصورت محرابی Gates ہیں



* ملتان کی سمت میں ملتانی گیٹ 1865ء (لوکل نام لالووالا دروازہ۔)

* پیراں والا دروازہ 1865ء۔

* چنیوٹی گیٹ 1865ء (لوکل نام چک والا دروازہ)

* لاہوری گیٹ 1869ء (لوکل نام گنج والا دروازہ)+ اندرون گنج والا دروازہ،

* کشمیری گیٹ 1863ء (لوکل نام چٹی پلی والا دروازہ)

،* کابلی گیٹ 1863ء (چڑی چوگ والا دروازہ)۔

* لوہاراں موری والا دروازہ 1873ء، * حاجی گلاب دروازہ 1865ء

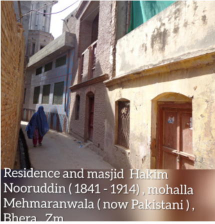
یہ دروازے گیٹس (Gates) اس وقت کے ضلع ہیڈکوارٹر شاہ پور کے انگریز ڈپٹی کمشنر کیپٹن ڈبلیو جی ڈیوس نے بنوائے تھے۔

بھیرہ کی walled city کے اندر کئی محلہ جات ہیں جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں کہتے ہیں زمانہ قدیم سے دنیا کے نقشے پر یہ اہم تجارتی اور ثقافتی مرکز تھا چین اور ثمرقند تک ان کی تجارت تھی ہندوستان کے ایک فرماں روا شیر شاہ سوری نے یہاں ایک شاندار شاہی مسجد بنوائی تھی جو چک والے دروازے کے باہر موجود ہے۔

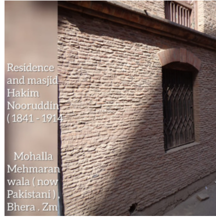
بھیرہ کے صحابہ مسیح موعود

حضرت مولوی نورالدین صاحب سمیت بھیرہ میں بڑی کثیر تعداد میں صحابہ مسیح موعود گزرے ہیں۔

بھیرہ میں تقریباً ہر طبقے اور خاندان کے کسی نہ کسی سعید روح نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی حضرت خلیفہ اول کے خاندان کے قریشیوں میں سے آپ کے بعض بھائیوں کی اولاد مثلاً حافظ محمد صاحب ابن مولوی سلطان احمد صاحب، شاہ سوار صاحب، دوست محمد صاحب، بہن کی اولاد قریشی محمد شفیع صاحب دیگر افراد خاندان جیسے قریشی نجم الدین صاحب، قریشی عالم دین صاحب اس کے علاوہ آپ کے رضاعی بھائی حافظ غلام محی الدین صاحب اور حافظ محمد امین صاحب، سادات میں سے سید غلام شاہ صاحب کے تین بیٹے، مفتیوں میں سے حضرت مفتی فضل الرحمن صاحب اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب، خواجگان میں سے حضرت حکیم فضل دین صاحب، مخدوموں میں سے مخدوم محمد صدیق صاحب، سکالرز میں سے حضرت منشی خادم حسین صاحب اور مولوی محمد دلپذیر میں صاحب، شیخوں میں سے شیخ محمد شفیع صاحب، پیروں میں سے حضرت قریشی غلام حسین صاحب (ان کے خاندان میں حضرت مسیح موعود کی Hand Stick جو حضور نے تحفۃً بھجوائی تھی اب بھی موجود ہے)، پراچگان میں سے شیخ محمد امین صاحب پراچہ اس کے علاوہ حضرت خلیفہ اول کی کفالت اور تربیت میں رہنے والے شیخ (سردار) عبدالرحمن صاحب سابق مہر سنگھ (اس عاجز کی اہلیہ کے دادا)، حضرت غلام محمد صاحب گلگتی (یہ گلگت اور لداخ کے پولیٹیکل ایجنٹ کے عہدے تک پہنچے)، حضرت خلیفۃ اول کے شاگرد خاص جن کے روحانی سفر کا آغاز بھیرہ سے ہوا اور بعد میں آپ کے ہم نام ہونے کے باعث حضرت خلیفہ نور الدین جمونی مشہور ہوئے وغیرہ ان میں سے اکثر 313 اصحاب صدق وصفا میں شامل ہیں۔


Residence and masjid Hakim Nooruddin (1841 - 1914), mohalla Mehmaranwala (now Pakistani), Bhera. Zm

شہر کے متوسط طبقے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کرنے میں پیچھے نہ رہے بلکہ ان کی تعداد زیادہ ہے اور مسیح موعود کی زندگی میں اور بعد میں بھی ان کی اولادوں نے بڑی ترقی کی جیسا کہ فرمایا فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذ کر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدوالاصال (النور : 37)"۔ یہ نور چند گھروں میں ہوگا اب اعلان کرتا ہے کہ وہ گھر چھوٹے نظر آتے ہیں مگر وہ دن آتا ہے کہ بڑے کئے


Residence and masjid Hakim Nooruddin (1841 - 1914) Mohalla Mehmaranwala (now Pakistani), Bhera. Zm

جائیں گے....ان گھروں میں اللہ کا بہت ذکر رہتا ہے یعنی خدا کی باتیں ہی صبح شام کرتے رہتے ہیں۔''
(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 218)

حضرت خلیفۃ المسیح اول کی ہمسائیگی میں ہمارا آبائی گھر

خوش قسمتی سے اس عاجز اور اس عاجز کے بزرگ صحابہ مسیح موعود آباؤ اجداد کا تعلق نہ صرف حضرت خلیفۃ المسیح اول مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مولد و مسکن بھیرہ سے ہے بلکہ حضور کے آبائی گھر (جو 1912ء میں مسجد نور بھیرہ میں بدل دیا گیا) سے چند قدموں کے فاصلے پر سامنے والی سربستہ تنگ گلی میں تھا اس گلی میں اکثر گھر جماعت احمدیہ کے ابتدائی خاندانوں کے تھے اور تمام گھر آپس میں جڑے ہوئے تھے۔

اس عاجز کے دادا اور پڑدادا بھی خدا کے فضل سے صحابی تھے اس عاجز نے تو انہیں نہیں دیکھا تاہم بچپن سے ہی اپنے والد محترم ماسٹر فضل الرحمان بسمل بی اے بی ٹی امیر جماعت احمدیہ بھیرہ سے ان کے ایمان افروز حالات و واقعات سن رکھے ہیں دادا جان 1924ء میں اپنی والدہ کو لے کر حج پر گئے تھے ان کے دو بھائی بھی ہمراہ تھے پڑدادی صاحبہ حج کے بعد وفات پا کر مکہ کی پاک سرزمین میں دفن ہوئیں دادا جان حج کے بعد جدہ میں حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب کے گھر مدینہ کا رستہ کھلنے کے انتظار میں رک گئے کیونکہ شریف مکہ اور نجد کے سعود خاندان میں سول وار کی وجہ سے مدینہ کا راستہ بند تھا اور دادا جان حضرت حاجی میاں عبدالرحمان بھیروی وہیں 50 سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہو گئے اور جدہ میں ہی دفن ہوئے (کتاب مصالح العرب جلد اول مولفہ طاہر ندیم صاحب مربی عربیک ڈیسک کے صفحہ 41 پر سید کمال یوسف صاحب مبلغ سکنڈے نیویا کے حوالے سے ان کا ذکر آ گیا ہے۔)

بچپن میں آبائی گھر کی چھت پر حضرت مصلح موعود کی بار بار زیارت

اس عاجز کی پیدائش اپنے آبائی گھر میں اس سال ہوئی جس سال حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مصلح موعودؓ ہونے کا دعویٰ کیا تھا الہاما آپ کی زبان مبارک پر جاری ہوا تھا۔
انا المسیح الموعود مثیلہ وخلیفتہ

خدا کی عجیب شان ہے کہ بچپن میں حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی اکثر اس عاجز کو خواب میں اپنے آبائی گھر کی چھت پر نظر آتے تھے۔

ایک تلخ یاداشت

بھیرہ میں ہمارا آبائی گھر بہت چھوٹا تھا اس لئے کئی بار کرائے کے مکانوں میں شفٹ ہونا پڑا بالآخر اللہ تعالیٰ نے والدین کو ایک بہت شاندار مکان خریدنے کی توفیق

دی لیکن افسوس وہ 1974ء کے ہنگاموں کی نذر ہو گیا اس وقت والد صاحب گورنمنٹ ہائی سکول سے ریٹائر ہو چکے تھے اور جماعت احمدیہ بھیرہ کے مقامی امیر کے طور پر خدمت سر انجام دے رہے تھے جب 31 مئی 1974ء کو معاندین کا جلوس حملہ آور ہوا والد صاحب شدید زخمی ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے جان بچالی مگر گھر کا سارا سامان لوٹ لیا گیا اور بالآخر گھر بھی ہاتھ سے نکل گیا ہمارے گھر کی عورتوں اور بچوں نے بڑی مشکل سے اپنی جان مسجد نور والی گلی میں تایا جان میاں عطا الرحمن صاحب کے گھر پناہ لے کر بچائی۔

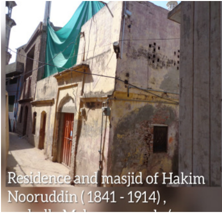
ہفت روزہ عقاب سرگودھا ضمیمہ یکم جون 1974ء میں خبر

اس تلخ واقعہ کی خبر ہفت روزہ عقاب میں شائع ہوئی ''بھیرہ 31 مئی بھیرہ سے بذریعہ فون اطلاع ملی ہے کہ حادثہ ربوہ کے سلسلہ میں آج بعد نماز جمعہ ایک مشتعل ہجوم نے شہر میں گھس کر کئی دکانوں اور مکانوں کو لوٹنے کے بعد انہیں نذر آتش کر دیا۔ تھوڑی دور جا کر ان لوگوں نے ماسٹر فضل الرحمن امیر جماعت احمدیہ بھیرہ کے مکان پر ہلہ بول دیا اور اس کے مکان سے متعدد ٹرانسسٹر، زیورات اور پارچات لوٹ لئے اور باقی سامان و بجلی کے پنکھوں کو آگ لگا دی۔'' (ہفت روزہ عقاب ضمیمہ یکم جون 1974ء)

ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ایک مکتوب میں اس عاجز کو لکھا کہ جتنی جتنی بشاشت سے احمدیوں نے قربانی دی اتنی اتنی جلدی اللہ تعالیٰ نے ان پر فضل کیا (مفہوم) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بہت جلد دبوہ میں کئی گنا پلاٹ خریدنے اور اس پر مکان بنانے کے سامان پیدا فرما دیئے۔ الحمدللہ علی ذالک

بھیرہ سے ہم کو نصرت پہنچی ہے

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں" ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلواۃ والسلام شہر بھیرہ میں منڈی میں جا رہے ہیں جس کو وہاں گنج کہتے ہیں جب یہ خواب میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ بھیرہ کو قادیان سے ایسی مناسبت ہے جیسے کہ مدینہ کو مکہ سے کیونکہ بھیرہ سے ہم کو نصرت پہنچی ہے۔'' (ذکر حبیب صفحہ 163)


Residence and masjid of Hakim Nooruddin (1841 - 1914),

گنج والا دروازہ اور اندرون گنج والا دروازہ کے درمیان کا علاقہ گنج منڈی کہلاتا ہے۔ یہاں 12 ربیع الاول کو شہر بھر کا جلسہ سیرۃ النبی ہوتا تھا سکول کے ایک طالب علم کو بھی تقریر کا موقع ملتا تھا ایک دفعہ محمد اسلم سجاد صاحب ایک احمدی طالب علم نے بھی تقریر کی تھی اور حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کے حوالے بھی quote کئے تھے ٹاؤن کمیٹی کے چیئرمین نے 10 روپے انعام بھی دیا تھا۔



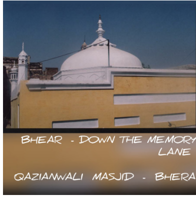
حضرت خلیفۃ المسیح اول کی زیر تعمیر بلڈنگ (ایم سی پرائمری سکول نمبر 1 بھیرہ)

اس سکول سے اس عاجز کی تعلیم کا آغاز ہوا جس بلڈنگ میں یہ سکول تھا وہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کی وہ بلڈنگ تھی جو آپ نے جموں کشمیر سے واپسی پر بھیرہ میں بنوانی شروع کی تھی اور کسی کام سے لاہور تشریف لے گئے جہاں کھڑے کھڑے اپنے آقا مسیح موعود کو ملنے قادیان چلے گئے اور اپنے آقا کے ارشاد پر وہیں کے ہوکر رہ گئے تھے

اسی سکول میں اس عاجز کے باپ دادا اور کئی صحابہ نے تعلیم حاصل کی یہ بلڈنگ اندرون ملتانی گیٹ (لالو والا دروازہ) میں واقع تھی مطب والی بلڈنگ میں پرائمری سکول بن گیا اور رہائش والی بلڈنگ میں کئی سال ڈاکخانہ اور تار گھر رہا

مرقات الیقین فی حیاۃ نورالدین میں اس مبارک گھر کا ذکر

''..بھیرہ میں پہنچ کر میرا ارادہ ہوا کہ میں ایک بہت بڑے پیمانہ پر شفا خانہ کھولوں اور ایک عالی شان مکان بنا لوں وہاں میں نے ایک مکان بنایا ابھی وہ نا تمام ہی تھا اور غالباً سات ہزار روپیہ اس پر خرچ ہونے پایا تھا کہ میں کسی ضرورت کے سبب لاہور آیا اور میرا جی چاہا کہ حضرت صاحب کو بھی دیکھوں اس واسطے قادیان آیا چونکہ بھیرہ میں بڑے پیمانہ پر عمارت کا کام شروع تھا اس لئے میں نے واپسی کا یکہ کرایہ کیا تھا یہاں آکر حضرت صاحب سے ملا اور ارادہ کیا کہ آپ سے ابھی اجازت لے کر رخصت ہوں آپ نے اثنائے گفتگو میں مجھ سے فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہو گئے میں نے کہا ہاں، اب تو میں فارغ ہی ہوں یکہ والے سے میں نے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ آج اجازت لینا مناسب نہیں ہے، کل پرسوں اجازت لیں گے اگلے روز آپ نے فرمایا کہ آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہوگی آپ اپنی ایک بیوی کو بلوا لیں میں نے حسب الارشاد بیوی کے بلانے کے لئے خط لکھ



دیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ ابھی میں شاید جلد نہ آسکوں اس لئے عمارت کا کام بند کر دیں جب میری بیوی آگئی تو آپ نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا کتب خانہ منگوا لیں تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا کہ دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے آپ اس کو ضرور بلا لیں لیکن مولوی عبدالکریم صاحب سے فرمایا کہ مجھ کو نورالدین کے متعلق الہام ہوا ہے اور وہ

شعر حریری میں موجود ہے لا تصبون الی الوطن فیه تہان و تمتحن خدا تعالی کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں میری واہمہ اور خواب میں بھی پھر مجھے وطن کا خیال نہ آیا پھر تو ہم قادیان کے ہو گئے۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ 187186)

حضرت خلیفۃ المسیح اول کا جدی مکان (مسجد نور احمدیہ بھیرہ)

یہ جدی مکان آپ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں مسجد (نور) میں convert کروا دیا اس سے ملحق مسجد کے آپ اور آپ کے آباؤ اجداد امام رہے ہیں جہاں کئی سال احمدی اور غیر احمدی باری باری با جماعت نمازیں ادا کرتے تھے فرمایا" بھیرہ میں احمدیوں کو صرف شر اور فساد سے بچنے کے واسطے محلہ کی پرانی مسجد چھوڑ کر اپنی نئی مسجد بنانی پڑی" (ارشادات نور جلد سوم صفحہ 193)" ہم لوگ لڑائی سے سخت متنفر ہیں آپ بھیرہ میں دیکھیں مسجد میں فساد ہونے لگا تو ہم نے اپنے جدی مکان کو مسجد بنا دیا" (ارشادات نور جلد دوم صفحہ 138)

اس تاریخی مسجد میں حضرت خلیفۃ المسیح اول کی پیدائش کا کمرہ preserve کر لیا گیا ہے جس میں حضرت مسیح موعود کا یہ شعر آویزاں ہے۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

مسجد قاضیاں والی

بھیرہ کی یہ تاریخی مسجد جو حضرت سید قاضی امیر حسین صاحب اور حضرت قاضی غلام حسین صاحب کے آباؤ اجداد کی مسجد تھی ایک زمانے تک احمدیوں کے پاس رہی جہاں حضرت حکیم فضل دین صاحب قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے لیکن ان بزرگوں کی نقل مکانی کے بعد جماعت کے ہاتھوں سے نکل گئی۔

مسجد فضل احمدیہ بھیرہ

یہ مسجد walled city کے لوہاراں موری گیٹ کے ساتھ ملحق ہے جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 1950ء میں خطاب فرمایا تھا۔

حضرت مصلح موعود کا سفر بھیرہ

حضرت مصلح موعود نے 1950ء میں بھیرہ کا تاریخی دورہ فرمایا تھا مسجد نور میں حضرت خلیفۃ المسیح اول کی پیدائش والے کمرے میں نوافل ادا کرنے اور حضرت خلیفہ اول کی دوسری پراپرٹی دیکھنے کے بعد مسجد فضل میں خطاب فرمایا تھا اس دورے کے دوران آپ نے مسجد نور اور مسجد فضل میں اپنے دست مبارک سے ایک ایک کتبہ بھی نصب فرمایا تھا حضور کا تقریباً دو گھنٹے کا یہ خطاب (26 نومبر 1950ء) تاریخ احمدیت میں ''حضرت مصلح موعود کا سفر بھیرہ'' کے

عنوان سے چھپا ہوا ہے۔



اس دورے میں حضور کے ساتھ کئی صحابہ بھی تشریف لائے تھی حضور عبدالرشید صاحب افروامریکن جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے امریکہ کے پہلے دورہ 1976ء میں جماعت یوایس اے کے نیشنل صدر تھے کو بھی ربوہ سے ساتھ لائے تھے

خوشا کہ حضرت فضل عمر کو دیکھتے ہیں

اس عاجز کے والد صاحب نے اس مبارک دورے کے حوالے سے ایک نظم لکھی تھی جس کے دوشعر یہ ہیں

جناب مرزا سے عالی گہر کو دیکھتے ہیں
خوشا کہ حضرت فضل عمر کو دیکھتے ہیں
بقول حضرت غالب یہاں یہ عالم ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ

شہر کے مشرق میں گنج والے دروازے کے باہر ریلوے سٹیشن کے قریب یہ تاریخی سکول واقع ہے چونکہ ضلع شاہ پور (اب ضلع سرگودہا) کا یہ سکول بہت پرانا ہے اس لئے اس علاقے کے بڑے نامور لوگ اس سکول میں پڑھتے رہے ہیں جیسے حضرت مولوی شیر علی صاحب، پاکستان کے سابق وزیر اعظم سر فیروز خان نون اور کئی اور نامور شخصیات اس عاجز کی گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ میں تعلیم کے دوران (1955 تا 1960ء) دو معزز احمدی ٹیچر تھے مکرم ماسٹر محمد یوسف صاحب بی اے بی ٹی اور والد ماسٹر فضل الرحمن بسمل صاحب بی اے بی ٹی اس وقت ماسٹر محمد یوسف صاحب جماعت احمدیہ بھیرہ کے امیر اور سیکنڈ ہیڈ ماسٹر اور برانچ سکول کے انچارج تھے۔

ہائی سکول میں والد صاحب اور برانچ سکول میں امیر صاحب ظہر کی نماز باجماعت پڑھاتے تھے احمدیوں، سنیوں اور شیعوں کی الگ الگ جماعت ہوتی تھی اور کبھی کسی نے شرارت نہیں کی تاہم شہر میں کچھ معاند تھے جو آتے جاتے ہم پر آوازے کستے تھے اس لئے بعض اوقات رستے بدل بدل کر شہر سے گزرنا پڑتا تھا۔

جلسہ سالانہ پر والد صاحب احمدی طلباء کے لئے ریلوے concession ٹکٹیں حاصل کر لیتے تھے اور ہم ٹرین پر بھیرہ سے ملکوال اور ملکوال سے سرگودہا سے ہوتے ہوئے ربوہ پہنچتے تھے اسی طرح ربوہ سے واپسی ہوتی تھی۔

ایک بار مشہور قومی شاعر حفیظ جالندھری نے گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ کا دورہ کیا۔

اس عاجز کو سکول کے تمام طلباء کی نمائندگی میں پھولوں کا

گلدستہ پیش کرنے کے لئے اساتذہ نے select کیا۔

1960ء میں میٹرک کرنے کے بعد ہمارے اکثر کلاس فیلو گورنمنٹ کالج سرگودہا اور اس عاجز کا ایک دوست پیر کرم شاہ صاحب کے منع کرنے کے باوجود اس عاجز کے ساتھ T.I College Rabwah. میں داخل ہوا۔

اس سکول کے ساتھ ہی ایک گاؤں فتح گڑھ مخدومی چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ جن کو خلافت خامسہ کے انتخاب کے موقع پر کسی صدر ہونے کا اعزاز حاصل ہے کا آبائی گاؤں ہے۔



اسی طرح دوسری طرف مضافات میں ہجکہ میں بھی کئی صحابہ ہوئے ہیں کئی نوجوانوں نے زندگی وقف کی راجہ نصیر احمد صاحب مرحوم سابق ناظر اصلاح واشاد بھی اسی گاؤں کے تھے۔

بھیرہ ریلوے سٹیشن

سکول کے قریب ہی بھیرہ کا Terminal ریلوے سٹیشن تھا جو ملکوال جنکشن کے ساتھ برانچ لائن کے ذریعے جڑا ہوٗا تھا یہاں پہنچکر انجن کو 360 ڈگری موڑنے کا انتظام تھا اور اس طرح انجن دوسری طرف جڑ کر واپس جاتا تھا اس سسٹم (Turnabout) سے لطف ہونے کے لئے کئی فیملیز ریلوے سٹیشن پر جاتی تھیں۔ نارتھ ویسٹرن ریلوے کی بھیرہ برانچ 1881ء میں قائم ہوئی تھی جو 2006ء میں بند کردی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول نے اسی ریلوے سٹیشن سے لاہور کا سفر اختیار فرمایا ہوگا

ہم بھی انجینئر نگ یونیورسٹی لاہور میں تعلیم کے دوران یہیں سے ملکوال، ملکوال سے ٹرین بدل کر لالہ موسیٰ اور لالہ موسیٰ سے لاہور جایا کرتے تھے۔

بھیرہ کی خوبصورت آرکیٹیکچر ل بلڈنگز اور لکڑی کے نقش و نگار والے دروازے کھڑکیاں اور جھروکے wood carving and balconies

بھیرہ شہر کو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے Town once a town اور on the River prism of buildings and wooden crafts

برصغیر میں بھیرہ آرٹس، لکڑی کے دروازوں، کھڑکیوں اور جھروکوں پر نقش ونگار اور خوبصورت آرکیٹیکچر ل بلڈنگز کی وجہ سے بہت مشہور رہا ہے کسی زمانے میں ہندو فرماں روا نے یہاں ایک شیش محل بنوایا تھا جس کے نام پر شہر کے وسط میں محلہ شیش محل واقع ہے بلراج ساہنی کے بھائی بھشام ساہنی نے اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر کیا ہے اسی طرح سکھوں کا ایک شاندار گردوارہ جواب امام باگاہ کے طور پر مستعمل ہے بہترین آرکیٹیکچر ل بلڈنگ ہے

پارٹیشن کے بعد بعض مہاجرین نے بھیرہ کی کئی شاندار بلڈنگز کو مسمار کر کے کھنڈرات میں بدل دیا تھا اور لوہے کے قیمتی girder، شاندار دروازے کھڑکیاں اور قیمتی ٹائلیں بیچ کر اپنی بھوک مٹائی۔

Darbar Hall at Hasting Wikipedia

1887Museum and Art Gallery

وکیپیڈیا کے مطابق

دو احمدی ماہر تعمیرات بالخصوص لکڑی کے نقش ونگار کے ماہرین حضرت جمعہ خان صاحب اور حضرت محمد بخش صاحب کو 1880ء کی دہائی میں حکومت وقت نے انگلستان بھجوایا جہاں دربار ہال Hasting Museum and Art Gallery کی تعمیر اور لکڑی کے نقش ونگارر کے ذریعے ان کی مہارت سے استفادہ کیا گیا یہ دونوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ تھے حضرت میاں جمعہ خان صاحب کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجموعہ اشتہارات جلد سوم کے صفحہ 30 پر فرمایا ہے ان کی صناعی کا نمونہ لاہور میوزیم میں بھی ہے ان ہی کی زیر نگرانی مسجد نور تعمیر ہوئی تھی جو حضرت خلیفہ اول کا جدی مکان تھا

حضرت میاں محمد بخش صاحب کی اولاد بعد میں ولایتے walayatey کے طور پر مشہور ہوگئی ان کی اولاد نے چک والے دروازہ کے باہر پھلرون روڈ پر آمنے سامنے دو شاندار identical biildings بنوائیں۔ میونسپل کمشنر کے طور پر بھی کام کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہینڈ سٹکس (Hand Sticks)

مسجد فضل کی طرف بعض صحابہ مسیح موعود علیہ السلام تلوار سازی چاقو کی صنعت اور اسی طرح لکڑی کی Hand Sticks بنانے میں کافی ماہر رہ چکے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی Hand Sticks بھی یہیں سے بن کر جاتی تھیں ایک صحابی حضرت میاں مولا بخش صاحب کی اولاد اور مولانا محمد اعظم اکسیر صاحب کے مطابق انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں چند Hand Sticks بنا کر پیش کیں اس صحابی کو اس عاجز نے بھی بچپن میں دیکھا ہوا ہے

رجسٹر روایات میں بھیرہ کے صحابہ کی روایات

ایک زمانے میں اس عاجز نے خلافت لائبریری میں رجسٹر روایات سے بھیرہ سے تعلق رکھنے والے صحابہ کی روایات کو اکٹھا کیا تھا جس کا خاکہ یہ ہے

امیر احمد قریشی ولد حکیم سردار محمد قریشی (رجسٹر نمبر 5 ص 125) امیر حسین قاضی (رجسٹر نمبر 16 ص 352)

خان ملک صاحب کھیوالی تحصیل چکوال ضلع جہلم (رجسٹر 11 ص 166)

عبد الرحمان صاحب ماسٹر سابق مہر سنگھ ڈومیلی تحصیل



پھگواڑہ ریاست کپورتھلہ رجسٹر 11 ص 117)

عبد الرؤف صاحب ماسٹر بھیروی ولد غلام محمد سابق ہیڈ کلرک قادیان (رجسٹر 6 ص 276، رجسٹر 7 ص 88 رجسٹر 10 ص 294)

غلام حسین سید خان صاحب وٹرنری ڈاکٹر ولد قاضی سید غلام شاہ صاحب بھیرہ (رجسٹر نمبر 11، ص 271)

غلام محمد صاحب خان بہادر بھیروی (رجسٹر نمبر 8 ص 110) فاطمہ بی بی بنت مستری کرم الدین سکنہ بھیرہ (رجسٹر نمبر 13 ص 7) فضل الرحمان صاحب مفتی ولد مفتی شیخ عبداللہ صاحب (رجسٹر نمبر 8 ص 121)

قطب الدین بھیروی مستری (رجسٹر نمبر 14 ص 236)

کرم الٰہی ولد محمد دین صاحب سکنہ بھیرہ (رجسٹر نمبر 8 ص 264)۔ محمد صادق مفتی ولد مفتی عنایت اللہ (رجسٹر نمبر 5 ص 115، رجسٹر نمبر 13 ص 141)

محمد عبدالجلیل حکیم بھیروی (رجسٹر نمبر 7، ص 243)

منظور احمد ولد مولوی محمد دلپذیر (رجسٹر نمبر 6 ص 36)

مولا بخش لوہار ولد فضل احمد (رجسٹر نمبر 13، ص 4)

نورالدین خلیفہ جموں (رجسٹر نمبر 12، ص 58)

غزل

عاصی صحرائی



ملاؤں نے کی ہے یلغار پاکستان میں
سب کا ہوا جینا دشوار پاکستان میں
وہ ساری زبانیں جن سے پھول برستے تھے
سب ہو گئیں تلوار پاکستان میں
سوچو کہ جو بچے کھلونے بیچتے تھے
کیوں بن گئے بمبار پاکستان میں
حیرت ہے اب بچوں کے مدرسے پڑھنے سے
ڈرتی ہے سرکار سارے پاکستان میں
اک عمر سے بھائی چارہ تھا ہمسایوں سے
اب باہم ہیں بیزار سارے پاکستان میں
حکومت میں جب سے آئے ہیں سب خرکار
ہر نظام ہو ا بیکار سارے پاکستان میں
شکم پری کو جب سے لالچ بنایا ہے
ہر کوئی ہوا منافق و غدار سارے پاکستان میں
اس قوم کو پاس نہیں کوئی اپنی عزت کا
پہنتے ہیں شلوار کھاتے ہیں نسوار سارے پاکستان میں
مدرسے بازی سے اک ڈھونگ رچایا ہے ملاں نے
لوطی ملاں ہوئے ہیں بدکار سارے پاکستان میں
عاصیؔ کے قبیلے والوں کی رکھوالی کو
ہر سمت ہیں اسلحہ بردار سارے پاکستان

نورالٰہی ولد احمد دین (رجسٹر نمبر 7 ص 165)

بھیرہ کی ایک اور خوشگوار اور تلخ یاد جلسہ یوم خلافت 27 مئی 1996ء بروز جمعہ

27 مئی 1996ء کے روز ناظر صاحب وارشاد (مقامی) صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ نے بھیرہ میں جلسہ یوم خلافت کا اہتمام کیا تھا جس میں بھیرہ کے بعض ابتدائی خاندانوں کے افراد کو بھی مدعو کیا تھا مرکز سے مکرم پروفیسر محمد دین ناز صاحب موجودہ صدر، صدر انجمن احمدیہ، مولوی محمد اسماعیل منیر صاحب ناظر تعلیم القرآن وقف عارضی اور مکرم نصر اللہ ناصر صاحب مربی سلسلہ تشریف لے گئے تھے۔

کراچی، ملتان، راولپنڈی، اسلام آباد، مظفر گڑھ، واہ کینٹ سے بھی بھیرہ سے تعلق رکھنے والے چند احباب نے بھی شرکت کی تھی ابھی چند تقاریر ہوئی تھیں کہ پولیس نے اجلاس رکوا دیا تھا یہ عاجز اس وقت امیر ضلع مظفر گڑھ تھا اور حضرت خلیفہ اول کے عشق قرآن پر تقریر کی تھی بڑے بھائی پروفیسر ایم اے لطیف شاہد اور ہمارے کچھ بچے بھی شامل ہوئے تھے۔

بھیرہ پر احمدی لٹریچر

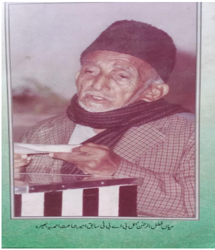
بھیرہ پر احمدی لٹریچر بہت کم دستیاب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفہ اول اور بعض بھیرہ کے اور صحابہ کا اپنی کتب میں ذکر فرمایا ہے اسی طرح حضرت مصلح موعود نے بھی کئی جگہ ذکر فرمایا ہے

حضرت خلیفہ اول نے مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نور الدین اور اپنے خطوط، تصنیفات، خطبات، خطابات، اور قرآن کریم کے دروس (حقائق الفرقان) میں بھیرہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اپنی کتب اور ذکر حبیب میں بھیرہ کا ذکر کیا ہے

بھیرہ کی تاریخ احمدیت

(مؤلفہ فضل الرحمان بسمل غفاری بی اے بی ٹی امیر جماعت احمدیہ دسمبر 1972ء)


میاں فضل الرحمٰن بسمل بی اے بی ٹی سابق امیر جماعت احمدیہ بھیرہ

یہ کتاب اس عاجز کے والد صاحب مرحوم کی تصنیف ہے جس میں نہایت مختصر طور پر بھیرہ کے صحابہ مسیح موعود اور ابتدائی احمدی خاندانوں کا ذکر آ گیا ہے۔

اس کے علاوہ سوانح عمری حضرت خان صاحب قاضی سید غلام حسین خان صاحب خطاب حکومت برطانیہ۔ قاضی عہدہ سلطنت مغلیہ۔ خاندان سارات بھیرہ ضلع شاہ پور۔ ناشز میجر سید محمود احمد شاہ تاریخ اشاعت اپریل 1980ء







ملک سلیم احمد صاحب مرحوم ومغفور۔ایک تعزیتی نوٹ

(سرافتخار ایاز۔لندن)



سلیم ملک صاحب میرے انتہائی پیارے مخلص دوست تھے۔میرا اُن سے تعارف 1987ء میں ہوا تھا جب مَیں طوالو سے لندن چھٹی پر آیا ہوا تھا۔اس دوران ایک ملاقات میں ملکہ برطانیہ کو کچھ لٹریچر پیش کرنا تھا اس کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجھے ہدایت فرمائی کہ اس سلسلہ میں سلیم ملک صاحب سے مل لوں۔اُن دنوں آپ ریڈنگ یونیورسٹی میں لیکچرار تھے۔یہ تعلق پھر بڑھتا گیا اور اُن کے آخری دم تک قائم رہا۔

وہ ایک نافع الناس وجود تھے اور اپنی ساری زندگی جماعت اور انسانیت کی خدمت میں گزاری۔تبلیغ کی دُھن تھی۔1990ء میں جب مَیں لندن آیا تو شعبہ تبلیغ کے ساتھ منسلک تھے۔تبلیغی سیمینارز اور پروگراموں میں مجھے بھی شامل کیا۔ہر ایک کا ادب اور احترام ہمیشہ ملحوظ رکھتے۔اس میں چھوٹے بڑے سب شامل ہوتے۔جماعت کے عہدیداروں کی خاص طور پر قدر کرتے۔خلافت کے ساتھ دلی عقیدت تھی۔اطاعت کا بہت اعلیٰ معیار تھا جو اُن کے ہر عمل سے عیاں تھا،ویسے کم اظہار کرتے۔

بہت قابل اعتماد وجود تھے۔جو بھی کام دیا جاتا نہایت انہماک سے کرتے۔اردو سے انگریزی تراجم کے ماہر تھے۔گزشتہ دنوں جب طبیعت کافی خراب تھی اور ہسپتال آنا جانا تھا۔میرے ایک مضمون جو الفضل میں شائع ہوا تھا اُس کا ترجمہ کرنے لگ گئے اور میرے کہنے کے باوجود کہ رہنے دیں،مکمل کر کے بھجوادیا۔خلافت رابعہ کے دوران حضورؒ کے خطبات کا ترجمہ کیا کرتے تھے اور سلسلے کے اَور بھی بہت سارے لٹریچر کے تراجم کیے۔فعّال زندگی تھی اور فارغ نہیں رہ سکتے تھے۔ایک لمبا عرصہ جامعہ احمدیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیے بلکہ جب صحت اچھی نہیں رہی پھر بھی لندن سے ڈرائیو کر کے جامعہ جاتے اور جامعہ کے طلباء کی رہنمائی کے لیے ہر وقت تیار رہتے۔کرونا کے حالات کی وجہ سے جب گھر پر تھے تو پھر بھی جامعہ کے طلباء کے مقالوں اور مضامین کی نگرانی میں مصروف رہتے۔

پُرعزم انسان تھے۔بےنفس تھے اور نام ونمود کی کبھی بھی خواہش نہ تھی۔خاموشی سے جو کام سپرد کیا جاتا محنت سے کرتے اور دل لگا کر کرتے۔انتہائی عاجز اور منکسر المزاج تھے۔اُن کے خطوط جو میرے پاس موجود ہیں اُن میں عاجزی اور انکساری کی حد ہے۔

جب مَیں برطانیہ کا امیر جماعت تھا اور انصاراللہ یوکے کا صدر تھا، میرے دست راست تھے اور کمال تعاون اور اطاعت کا نہایت اعلیٰ نمونہ۔

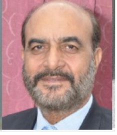
سادہ اور خوشگوار طبیعت کے مالک تھے۔ایک عرصہ تک پرسیکیوشن اور میڈیا کے شعبہ کے انچارج تھے اور نہایت خوش اسلوبی سے یہ کام سرانجام دیئے۔ ہر سطح پر مفید روابط قائم کیے اور بڑھائے۔

ہر کام دعاؤں سے شروع کرتے اور دعاؤں کی قبولیت پر کامل یقین تھا۔ایک دفعہ ہم اکٹھے سپین ایک بین المذاہب کانفرنس میں شمولیت کے لیے گئے تو بہت توجہ سے دعاؤں میں لگے رہے اور اللہ تعالیٰ نے خاص کامیابی عطا فرمائی۔

قرآن کریم اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم رکھتے تھے۔اسی طرح حضور کے خطبات اور خطابات بہت توجہ سے سنتے اور ان کے نوٹس بھی لیتے اور دوسروں کو بھی اُن سے مستفید کرتے۔

آپ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے لیکن اُن کی ایک خوبی سے مَیں بہت متأثر تھا اور وہ اُن کی اخلاقی جرأت تھی۔ جو بات کہنی ہوتی ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضرور کہہ دیتے۔صاف ستھری بات کرنے کا طریق تھا۔

ضرورتمندوں کی جو بھی امداد ہوسکتی کرتے۔ دوسروں کی تکلیف کا بے حد احساس ہوتا اور اُن کی تکلیف دُور کرنے کے لیے جو بھی ہوسکتا کرتے۔



غزل

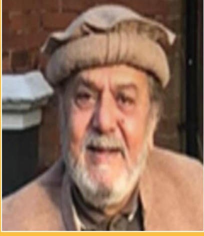
ڈاکٹر پروفیسر عبدالکریم خالد

محبت شاخِ زرّیں پر کسی خوشبو کا دَھر جانا
کبھی دھیرے سے جی اُٹھنا کبھی چُپکے سے مر جانا
محبت ڈال پر بیٹھے پرندے کی صدا بھی ہے
جسے بس ایک ہی دُھن ہے جو کرنا ہے وہ کر جانا
یقین و بے یقینی میں بس اتنا فرق ہوتا ہے
کبھی بے خوف ہو کر بھی ذرا آہٹ سے ڈر جانا
دُعا دستِ دعا میں چُپ اُدھر آنکھیں ہیں خالی
تو پھر یہ معجزہ کیا ہے مرے دامن کا بھر جانا
تمہارے ہاتھ کیا آیا یہ عمروں کی ریاضت میں
کہو کیسا رہا خالدؔ یوں خالی ہاتھ گھر جانا

خلافت کے ساتھ انتہائی گہری محبت اور خلوص کا تعلق تھا۔ ایک باوفا انسان تھے۔دعوت الی اللہ کا جنون تھا۔خود بھی اس میں لگے رہے اور پھر جامعہ میں آئندہ کے لیے داعیان اور مربیان کی فوج کی تیاری میں لگے رہے تا دمِ آخر۔

تُو نے پائی حیاتِ لافانی
موت ویسے تو سب کو ہے آنی

اللہ تعالیٰ اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ان کی خوبیوں کو ہمیشہ جاری و ساری رکھ سکیں۔آمین



اعجازِ دعا

خلیفہءوقت کی دُعاؤں کا معجزہ

مرزا عبدالرحیم انور لندن

خاکسار کو دسمبر 2014ء میں کچھ سانس کی تکلیف شروع ہوگئی اور کبھی کبھی چھاتی میں بھی دردسی محسوس ہونے لگی۔ عام antibioitics وغیرہ GP کے کہنے پر استعمال کرتا رہا۔ کرتے کرتے 2015 آ گیا، تکلیف بڑھتی گئی۔ St. Georges Hospital ٹوٹینگ میں C.T.Scan کروایا۔ تو پتہ چلا کہ دائیں پھیپھڑے میں بہت چھوٹا سا کینسر نمودار ہوا ہے۔ یہ خبر بجلی کی طرح مجھ پر گری کیونکہ میں اپنے آپ کو خدا کے فضل سے کامل صحت مند اور تندرست سمجھتا تھا اور سکول کالج میں ہمیشہ دوڑوں، ہاکی اور دیگر جسمانی کھیلوں میں حصہ لیا کرتا تھا۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسا خطرناک مرض مجھے ہوسکتا ہے۔ بہرحال اب جو ڈاکٹرز وغیرہ کہتے اسی کے مطابق مزید ٹیسٹ وغیرہ شروع ہوئے تو ایک سپیشلسٹ ڈاکٹر نے انکشاف کیا اور کہا ہم معمولی سا آپریشن کر کے نکال دیتے ہیں کیونکہ یہ بہت ہی خفیف اور چھوٹا ہے۔ اِس پر مجھے یاد آیا کہ میرے ابا جان ڈاکٹر مرزا عبدالرؤف صاحب امیر ضلع اٹک، لندن آئے ہوئے تھے اور اُن کے پیٹ کی ایک انتڑی میں Cancer ہوا اور Hamersmith ہسپتال میں اُن دنوں 1996 میں دو تین کورس Radiothropy کے ہوئے۔ لیکن فرق نہ پڑا اور ڈاکٹرز نے آپریشن کر کے آنت کا تھوڑا سا حصہ نکال دیا اور خیال تھا کہ اب خطرہ ٹل گیا ہے۔ انہی دنوں خاکسار حسبِ عادت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو باقاعدہ ابا جان کے بارے بتلاتا رہا اور دُعا کے ساتھ ایک دو ہومیوپیتھی کے نسخے بھی دیتے رہے۔ حضور خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجھے فرمایا کہ ”چاقو نہیں پھروانا چاہیئے تھا“ آپریشن نہیں کرنا چاہئے تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ کی رضا ایسے ہوئی کہ آپریشن کے بعد کینسر بہت پھیل گیا اور بالآخر کریم رمضان دس جنوری 1997ء میں اُن کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جنازہ پڑھایا اور چہرے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ بہت پُرسکون اور اچھے لگ رہے ہیں جیسے صحت مند انسان سویا ہوا ہے۔ یہ قصہ سنانے کا مقصد یہ بھی ہے کہ اگر آپ خلیفہ وقت سے کوئی نصیحت یا رائے لینا چاہیں تو فیصلہ کرنے سے پہلے لیں اور پھر اُس پر عمل کریں اور اللہ پر توکل کریں تو انشاء اللہ ہر کام ٹھیک ہوجائے گا۔ اب میں اپنی حالت پر واپس آتا ہوں۔ جب ڈاکٹرز نے کہا کہ آپریشن کروالو ورنہ یہ مرض بڑھ جائے گا تو ایک سال دو سال کے عرصہ تک پھر ہم کچھ نہیں کرسکیں گے مطلب ہے تمہاری چھٹی ہوجائے گی۔ اُس وقت میری بڑی بیٹی بھی موجود تھی۔ میں نے ڈاکٹر کو کہا کہ میں سوچ کر بتاؤں گا۔ مُلاں کی دوڑ مسیت (مسجد) تک، یہی اپنا حال رہا ہے اور رہے

گا۔ گھر آ کر ساری کیفیت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھی دعا کی درخواست کی۔ سردیاں شروع ہوگئی تھیں خاکسار ہر سال پاکستان میں سردیوں کے چند مہینے گذارتا ہے 2015 میں پاکستان نہیں گیا اور تمام عزیز و اقارب بھی فکر مند ہوئے کیونکہ کینسر جیسی خوفناک بیماری سے کم ہی نجات ملتی ہے۔ میں نے کسی جلسہ سالانہ کی تقریر میں جرمنی یا حدیقۃ المہدی کے سالانہ جلسہ میں حضور خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی زبانی دعا کے بارے میں سنا تھا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک غیر از جماعت الجزائر کی عورت جو زیر تبلیغ تھی۔ اُس نے حضور اقدس کو لکھا کہ کینسر اِس قدر بڑھ چکا ہے اور ڈاکٹروں نے چھ ماہ دیئے ہیں زیادہ سے زیادہ۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے اُس کے لئے دعا کی اور اُسے کہا کہ میں دُعا کروں گا۔ مجھے اپنی صحت کے بارے میں اطلاع دیتی رہیں۔ چند ماہ بعد اُس عورت کا خط حضور کو آیا کہ ڈاکٹرز سب حیران ہیں کہ کینسر کا نام و نشان نہیں رہا۔ اور پھر وہ عورت ابھی تک زندہ ہے اور اُس نے احمدیت قبول کرلی ہے تو یہ واقعہ میرے ذہن میں بار بار آتا تھا اور 2016 میں میری Chemothropy ہوئی اور میں کافی کمزور ہوگیا اور میرے سر کے بال اور داڑھی کے بال بھی کافی گر گئے اور میرا چہرہ بھی عجیب سا نظر آنے لگا۔ میں یہ اپنی حالت چھپانے کے لئے صرف مغرب اور عشاء کی نماز پر جاتا اندھیرے میں تا کہ میری کمزوری اور سر اور داڑھی اور مونچھوں کے جھڑے ہوئے بال نمایاں نظر نہ آئیں مسجد میں بوجہ بیماری غیر حاضر ہونے لگا، مگر خلیفہ وقت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے باقاعدہ خط و کتابت رہی اور دُعا کی درخواست کرتا رہا 2016 گذر گیا، 2017 شروع ہوگیا۔ ایک دفعہ پھر Chemeothropy ہوئی تو میں بہت کمزور ہوگیا۔ دورانِ علاج میں نے کہہ دیا کہ میں مزید Chemeothropy نہیں کروانا چاہتا کیونکہ اِس سے میری طبیعت بہت خراب ہو جاتی ہے۔ تو Royal Marsden Setton جو کینسر کا ہسپتال ہے وہاں جایا کرتا تھا۔ اِس اثنا میں ٹیسٹ وغیرہ ہوتے رہے دوائیاں کھاتا رہا 2017 ایک دن اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ حضور کو یوں لکھوں، اور میں نے اپنے پیارے خلیفہ کو یعنی موجودہ حضور اقدس کو ایک خط لکھا اور اُس میں اپنی حالت اور فکر کا اظہار کیا اور ساتھ یہ عرض کی ''حضور اقدس آپ کی دُعا کی با برکت سے الجزائر کی عورت کو اللہ تعالیٰ نے پُرانے کینسر سے شفا بخش سکتا ہے تو خاکسار بھی احمدی بھی ہے اور آپ سے اُس عورت سے کئی گنا زیادہ محبت اور عقیدت رکھتا ہے، دُعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ میرا کینسر بھی ختم کردے اور مجھ پر رحم کرے۔ مجھے اپنے کچھ اِس انداز میں لکھے خط کا جواب کا ایسے انتظار تھا جیسے روزہ دار دفعہ پیاس کی وجہ سے افطار کی اذان کا منتظر ہوتا ہے۔ اُنہیں چار پانچ دن میں حضور اقدس کا خط کا جواب آیا جس میں یہ فقرہ چاند اور سورج کی طرح پُر نور تھا، حضور نے دُعا فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اِسے جڑ سے اُکھاڑ دے۔ اِس ناچیز نے وہ حضور کا خط بار بار بلکہ بار بار پڑھا اور اپنے آپ کو یقین دِلانے کی کوشش کرتا کہ فکر چھوڑ دو۔ لیکن بشری کمزوری

اورا پنی بیماری اور جسمانی کمزوری دیکھ کر وہم دِل میں آتا کہ میں کہاں اِس قابل میں تو بہت کمزور ہوں گنہ گار ہوں، میرے حق میں پتہ نہیں دُعا قبول ہوتی کہ نہیں ۔ پھر اس دورانِ ہمارا حضورِ اقدس سے ملاقات بھی ہوئی حضور اقدس نے ہومیو پیتھی کا نسخہ بھی تجویز فرمایا اور تسلی دی ۔ گھر آ کر میں جب بھی جس حال میں بھی ہوں مُلاقات میری کیفیت ہی بدل جاتی ہے ملاقات کا دِن میرے لئے عید کا دِن ہوتا ہے جب بھی ہو جہاں بھی ہو۔Royal Marsdeu Hosp کے ڈاکٹر جو میری انچارج تھی کہنے لگی کہ ایک Chemeothropy dose- کی اور ضروری ہے ، میں صاف انکار کر دیا اور Radiothropy کروانی شروع کر دی ۔ اور ساتھ ساتھ حضور اقدس کو دُعا کے لئے بھی لکھتا رہا اور اپنی سب حالت اور علاج وغیرہ اور C.T.Scan اور Pct Scan وغیرہ کے بارے میں عرض کرتا رہا 2017ء اور 2018 ء میں حضور اقدس کے چند جوابی خطوں میں یہ لکھا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اسے جڑ سے ختم کرے ۔ جس سے مجھے یوں محسوس ہوتا کہ مجھے دوبارہ زندگی مِلی ہے اور ہسپتال کے ڈاکٹرز کو کہتا کہ میں ایک اور علاج کروا رہا ہوں جو آپ کو نہیں بتا سکتا لیکن میں میں اب دیکھنا انشاء اللہ ٹھیک ہو جاؤں گا ۔ وہ میرے کیس کی انچارج انڈین ہے اور رجسٹرار انگریزی ہوتے ہیں ۔ اور کہتے یہ ضروری ہے وہ ضروری ہے لیکن میں سوائے Radiothropy کے کچھ اور نہیں کہا۔ حضور اقدس نے مجھے chemothropy سے روکا نہ مجھے Radiothropy سے روکا۔ لیکن میں Pct Scan اور C.T.Scan کے رزلٹ جو بھی ہوتے حضور کی خدمت میں لکھتا رہتا اور درخواست دعا کرتا رہتا 2017ء میں میرا بھائی مرزا عبدالصمد کینسر کا مریض تھا لیکن اُس کی تشویش ہی بروقت نہ ہو سکی ۔ بالآخر وہ 22 مئی 2017ء کو کرائڈن ہسپتال میں اللہ کو پیارا ہو گیا ۔ یہ صدمہ بھی اور پھر اپنی بھی کینسر کی بیماری اور اِن سب جذبات اور تفکرات کے باوجود حضور اقدس کے خط بار بار کھولتا اور پڑھتا خود بھی دعا کرتا ، حضور اقدس کو بھی باقاعدہ دُعا کے لئے لکھتا رہتا۔ آخر 2018 ء آ گیا خاکسار مارچ میں پاکستان واپس آیا ۔ بوجہ حضور کی مصروفیات میری ملاقات میں تاخیر ہوگئی ، شاید اِس میں بھی مصلحتِ خدا تھی ۔ ایک قبولیت دُعا کا نشان ظاہر ہونا تھا میرے لئے جس نے میرے ایمان کو مزید مضبوط اور محکم کرنا تھا ۔ دسمبر 2018ء میں میرا Pet Scan ہوا اور رزلٹ میں ڈاکٹر نے بتایا کہ کچھ انفیکشن پھیپھڑوں میں ہے لیکن کینسر بالکل کہیں active نہیں ۔ پھر بھی ہم تین ماہ کے بعد C.T.Scan کریں گے ۔ چنانچہ خاکسار نے پاکستان سے جانے سے پہلے حضور کی خدمت میں دُعا کی درخواست کی اور عرض کیا کہ حضور مؤرخہ 16 اپریل کو C.T.Scan ہونا ہے ۔ چنانچہ 16 اپریل کو خاکسار رائل ماسڈن ہسپتال کیا ۔ اور 17 اپریل کو ڈاکٹر نے مجھے رزلٹ سے آگاہ کیا کہ ہمیں کینسر کا کوئی نشان نظر نہیں آیا۔

خاکسار نے یہ خوش خبری اپنے عزیز و اقارت کو بتائی اور حضور کو بھی بذریعہ خط دُعا کے لئے اور ملاقات کے لئے عرض کی کہ حضور اقدس ایک خوش خبری یہ عاجز غلام زبانی عرض کرنا

چاہتا ہے۔حضور اقدس اُن دنوں اسلام آباد شفٹ ہونے میں مصروف تھے۔اِس لئے برادرم منیر جاوید صاحب نے بتایا کہ اب تو آپکی ملاقات بعد میں ہوسکتی ہے آپ اپنا نام لکھوادیں، چنانچہ خاکسار، برادرم شمس الحق صاحب کے پاس آیا تو انہوں نے میرا نام مؤرخہ 22 اپریل کے لئے لکھ لیا۔اس اثنا میں حضور اقدس اسلام آباد نئے مرکز منتقل ہو چکے تھے۔لہذا خاکسار بغرض اسلام آباد پہنچا۔اور اپنی باری کے لئے بیٹھ گیا۔یہاں ایک بات اور ہے۔جس کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا۔ا ایک تو حضور اقدس کو خوشخبری سنانی تھی۔کہ حضور آپکی دعا سے اور اللہ کے فضل سے میرا کینسر جڑ سے ہی ختم ہو گیا ہے۔دوسرا میری چند برسوں سے خواہش تھی کہ حضور اقدس سے معانقہ ہو جائے۔خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس دن ءمبارک مرکز میں نئی مبارک مسجد کے ساتھ نئے مبارک دفتر میری اپنے جان سے پیارے آقا سے ملاقات ہوئی اور کمرے میں داخل ہوتے ہی اسلام وعلیکم کے بعد مصافحہ کرتے ہوئے حضور اقدس نے مجھے اپنے سینے سے لگالیا۔اور معانقہ کیا اور بڑی شفقت اور محبت سے میری کمر پر ہاتھ پھیرتے رہے۔اور خاکسار نے اپنا سر ایک بچے کی طرح حضور اقدس کی بابرکت چھاتی سے لگا دیا حضور کی محبت اور شفقت میری روح تک کو معطر کر گئی۔پھر آپ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا پھر خاکسار نے عرضکی کہ کہ حضور آپکی دعا سے اور اللہ کے فضل سے میرا کینسر جڑ سے ہی ختم ہو یا ہے۔اور ڈاکٹر کی رپورٹ بتائی حضور بہت خوش ہوئے پھر خاکسار نے مسجد فضل سے آجانے کی اُداسی کا اظہار کیا اور کچھ دیگر باتیں ہوئیں

۔میرا یہ سب کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں خلیفہ خامس کی دعاؤں کا معجزہ آج زندہ موجود ہوں۔اور یہ ایک برکاتِ خلافت کا نشان ہے جو کہ خاکسار کی بیماری سے متعلق تھا۔خاکسار نے اسی طرح باقی خلفاء سے بھی برکات حاصل کی ہیں۔میں پورے وثوق اور یقین سے یہ عرض کرتا ہوں کہ میں بہت کمزور اور گنہ گار ہوں، کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سے معاملات جو مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے اور میرا وجود بکھر گیا ہوتا اور میں اپنے پرائے دشمنوں کا نشانہ بن کے ہار گیا ہوتا۔لیکن میرے ساتھ میرے ماں باپ میرے بہن بھائیوں اور سب سے اہم میرے چاروں خلفاء کی دُعائیں اور شفقت میرے شاملِ حال رہیں اور یہ معجزہ بھی خلافت خامسہ کی برکت اور قبولت دعا کا نتیجہ ہے میں حیران نہیں ہوں کیوں کہ مجھے دُعا پر بہت یقین ہے کہ وہ بھی خلفاء کی دُعا پر کامل بھروسہ ہے۔اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ میری پردہ پوشی فرمائے اور میرے گناہ بخش دے اور میری غائب سے مدد فرماتا رہے اور میری اولاد کو بھی احمدیت اور خلافت سے ہمیشہ وابستہ رکھے اور دل کی گہرائیوں سے اپنے رب سے دُعا مانگتا ہوں کہ سمیع العلیم اور قادر مطلق میرے پیارے حضور کو لمبی صحت والی کامیابیوں کامرانیوں والی عمر عطا فرمائے اور اِس اسلام اور احمدیت کے سپہ سالار کو مزید طاقتوں اور کامیابیوں سے ہمکنار کرے ہم تمام احمدی بچے بچیوں عورتوں مردوں کو حضور کی کامل فرمانبرداری کرنے کی توفیق بخشے کہ میرے پیارے حضور خوش رہیں۔



تبصرہ۔ بروڈیو۔ عبدالودود صاحب قریشی۔ ستارہ امتیاز

محمد کولمبس خاں

محترم مودود صاحب! ۔آپنے پروگرام کا نام فیکٹسِو د، وَدوُد نام رکھا ہے لیکن اگر میں فیکٹس سے آگاہ ہوتا تو آپ کی بات کو شاید سچی سمجھ لیتا۔ آپ نے جو باتیں اپنی وڈیو میں مورخہ 22 ستمبر 2020 کو بیان کی ہیں وہ فیکٹس کے مطابق ہرگز نہیں ہیں۔

۔1۔ آپ نے کہا ہے کہ" تاریخ بتاتی ہے کہ 1929 سے ہی مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد سے اختلاف کرتے ہوئے انفرادی طور پر مصروف عمل تھے"۔ فیکٹ یہ ہے کہ مرزا صاحبؑ تو 1908 میں وفات پا چکے تھے اور ان کی زندگی میں ہی مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثنا اللہ امرتسری مشہور مخالف تھے اور مولوی محمد حسین بٹالوی نے علمائے ہند سے فتویٰ کفر بھی جمع کیا تھا۔

۔2۔ سر فرانسس مودی نے جو کوڑیوں کے بھاؤ دریائے چناب کے کنارے زرخیز زمین" آپ کے خیال میں" سر ظفراللہ خاں کے اثر کے تحت دی تھی"۔ حالانکہ وہ بالکل بنجر اور شورہ زمین تھی اور علاقے کے لوگ رات کو اِدھر سے گزرتے نہیں تھے۔ اور پانی جو گہرائی سے نکلتا وہ بھی کوڑا ہوتا تھا۔ اور ظفراللہ خاں کا اس معاملہ میں کوئی لینا دینا نہیں تھا۔ قانون کے مطابق ساری کاروائی ہوئی۔ نو روپے مرلہ کے حساب سے پلاٹ ہمارے بزرگوں نے بھی محض ثواب سمجھ کر خریدا۔ ورنہ اسے تو ایک روپے مرلہ بھی کوئی نہ خریدتا۔

۔3۔" یہ الگ شہر بنا۔ غیر قادیانیوں کا داخلہ بند تھا"۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ کوئی بند نہیں تھا بلکہ احمدیوں کے تعلیمی اداروں میں ہمیشہ بڑی تعداد میں غیر از جماعت ذمہ دار والدین اپنے بچوں اور بچیوں کو ربوہ تعلیم کے لئے بھجواتے اور ان میں سے بے شمار ملک کے اعلیٰ عہدوں پر فائز بھی ہوئے۔

۔4۔ یہ بات درست ہے کہ" اگر کوئی مخالف عالم وہاں گیا تو پھر واپس نہیں آیا"۔ کیونکہ اس نے احمدیت قبول کر لی اور میں خود ایسے بزرگوں کو ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ دوسرے اور آپ کے معنوں میں البتہ سوفی صد جھوٹ ہے کہ انہیں کبھی کوئی گزند پہنچایا گیا اور ان کی لاش نہ ملنا تو دور کی بات ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین

۔5۔ یہ درست ہے کہ" ربوہ نام قرآن مجید کا ہی ایک"

ہے اور یہ قرآن سے آگاہی کا نتیجہ ہے۔ آپ بھی رکھ لیں کوئی پابندی تو نہیں۔ لیکن آپ کو توفیق نہیں۔ آپ کو تو قرآن مجید کا یہ لفظ ہٹا کر چناب نگر رکھنا اچھا لگا ہے اور شہر کے ٹیکس دہندگان کی مرضی کے برعکس یہ نام تھونپ دیا ہے۔

۔6۔ یہ کہ "قادیانیوں کو اعلیٰ عہدوں پر لگوانا شروع کر دیا"۔" ائیر فورس کے چیف نے قادیانیوں کے اجتماع پر ائیر فورس کے طیارے سے گل پاشی کی"۔ ودود صاحب! کیا سی ایس پی یا فوجی افسر بغیر امتحان پاس کیئے لگائے جاتے تھے؟۔ ہرگز نہیں اور اگر چند ایک اپنی قابلیت کی وجہ سے تھے تو ایک پاکستانی ہونے کی بدولت یہ ان کا حق تھا۔ اور وہ نمایاں اپنے محکموں میں بہادری اور اپنی دیانت داری کی وجہ سے تھے۔ یہ لعنتیوں والا جھوٹ ہے کہ کسی طیارے نے گل پاشی کی تھی۔ ربوہ چونکہ سرگودھا ائیر فورس کے اڈے سے زیادہ دُور نہیں اور جنگی جہازوں کی پروازیں چالیس پچاس میل کے رینج میں ہوتی تھیں اور وہ ربوہ کے اوپر سے اکثر گزرتے رہتے تھے۔ جس اجتماع کا ذکر آنجناب کر رہے ہیں اس میں خاکسار خود موجود تھا اور کوئی پھول نہیں برسائے گئے۔ اور نہ ہی ایسا اس زمانے میں ممکن تھا۔ البتہ تقریر کے دوران جہازوں کے شور کی وجہ سے خلل ضرور پڑتا تھا اس لئے انکی دوسری بار آمد پر نعرے لگا کر وقت گزاری کی گئی۔ اگر چہ یہ کم وبیش ایک منٹ کے لئے تھا لیکن ایک مقرر کے لئے تکلیف دہ امر تھا۔ لعنت اللہ علیٰ الکاذبین۔

۔7۔" ایوب خاں نے ان کے ہاتھوں مجبور ہو کر 2 مارچ1953 کو لاہور میں مارشل لاء لگا دیا"۔ اب اس یا وہ گوئی کو کیا نام دیا جائے۔ 1953 میں ایوب خاں نے مارشل لاء لاہور میں نہیں لگایا تھا۔ جس نے لگایا تھا اس نے حکومت کی درخواست پر لگایا گیا تھا۔ کیونکہ بدامنی بے قابو ہو چکی تھی۔ یہ بھی سراسر جھوٹ ہے کہ اس تحریک میں دس ہزار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ چند شر پسند جنھوں نے مارشل لاء اور کرفیو کی خلاف ورزی کی تھی وہی مارے گئے تھے۔ البتہ امن پسند احمدی ان شورہ پشتوں کے ہاتھوں ضرور شہید کیئے گئے ان امن پسند شہریوں کی املاک یا لوٹ لی گئیں یا نذرِ آتش کی گئیں۔ یہ بلا وجہ کا مولوی کا پیدا کردہ اشتعال تھا۔

۔8۔" قادیانیوں نے جسٹس منیر کی سربراہی میں ایک رکنی ٹربیونل بنوایا جو ان کے زیر اثر تھا"۔ یہ بھی انکی لاعلمی کی انتہا ہے کہ یہ ٹربیونل احمدیوں نے نہیں بنوایا تھا بلکہ حکومت نے خود بنایا تھا اور یہ ایک رکنی نہیں تھا بلکہ نامور جسٹس کیانی بھی ان کے ساتھ تھے۔

۔9۔ یہ بھی غلط ہے کہ "23 لوگوں کو پھانسی کی سزا" کا حکم ہوا تھا۔ ثابت کریں۔

۔10۔" ربوہ والا واقعہ 26 مئی" کو نہیں ہوا تھا۔ طلباء

22 مئی کو گئے تھے اور 29 کو واپس آ رہے تھے جب یہ ہنگامہ ہوا۔ لگتا ہے کہ یہ سنی سنائی نہیں بلکہ سنی سنائی باتوں پر انحصار کر رہے ہیں جو سخت گناہ ہے اور ان کا ذاتی علم صفر ہے۔

۔ 11۔ فرماتے ہیں کہ " 29 مئی کو ٹرین کے ربوہ رکنے کا کوئی شیڈول ہی نہیں تھا"۔ حالانکہ ربوہ جاتے آتے ہمیشہ ٹرین رکتی تھی کیونکہ لالیاں اور چنیوٹ کے درمیان ربوہ کے علاوہ دیگر دیہات کو لوگ بھی مسافر ہوتے تھے۔ توبہ لاعلمی اور اسدرر!۔

(12) " طلباء کے ڈبے پر نشر آباد کے قادیانی سٹیشن ماسٹر نے نشان لگائے۔ جس کا ذکر اس رپورٹ (صمدانی) میں موجود ہے"۔ یہ بھی جھوٹ ہے۔ یہ لگ بھگ سو طلبا جو ٹرین میں شور و غوغا کرتے آ رہے تھے سبھی کو علم تھا کہ لڑکے اکھٹے جا رہے ہیں۔ نشان لگانا کہہ کر انتہا درجے کی لاعلمی کا مظاہرہ کیا ہے۔

(13) " اس ڈبے پر پانچ ہزار قادیانی ڈنڈے آہنی مکوں زنجیروں سے مسلمان طلباء پر پل پڑے"۔ کاش کہ ان کو پتہ ہوتا کہ اس وقت ربوہ میں آبادی کے تناسب سے اتنے آدمی ہو ہی نہیں سکتے تھے۔ لیکن جب بے اصولی اصول ٹھہری تو سب جائز ہے۔

(14) یہ کہ " ایک سو طلباء زخمی آ رہے ہیں اس واقعہ کی اطلاع ریلوے حکام نے آگے کر دی"۔ ان کو پتہ ہی نہیں کہ اس وقت ربوہ سٹیشن پر متعیّن اسٹیشن ماسٹر تو عبدالسمیع مرحوم بھی ایک احمدی تھے۔ اور یقیناً ربوہ کے چند نوجوانوں نے قانون شکنی کی تھی اور اس حرکت کو جماعت میں سخت ناپسند کیا جاتا ہے لیکن اس کو بہانہ بنا کر بکرے کی زبان ہاتھ میں لے کر مولوی صاحبان جھوٹ بول کر یہ کہتے رہے کہ مسلمان طلباء کی زبانیں کاٹ دی گئیں۔

محترم ودود صاحب!۔ اس فساد کے پلان کا اقرار بھٹو صاحب نے خود کیا تھا کہ " وہ لڑکے تمہارے باپ نے بجھوائے تھے" کیونکہ چھیڑ خانی کے نتیجہ میں فساد جو جاتے وقت پیدا نہ ہوسکا وہ واپسی پر ہوا اور اسے " ہاکس بے" کی طرح میڈیا میں اچھال کر تحریک چلوائی گئی تھی۔

(15) محترم جسٹس صمدانی کی رپورٹ کو خفیہ رکھنے کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ جسٹس منیر کی رپورٹ اُسی وقت منظرِ عام پر آ گئی جو آپ کو منظور نہیں جو خفیہ ہے وہ منظور ہے۔ حیرت کی بات ہے۔ آپ اب ظاہر کروا لیں۔ لیکن وہ تب ظاہر نہیں ہونی تھی کیونکہ اس کے پیچھے مقاصد اور تھے۔ اور اس پر قومی اسمبلی پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دے کر منصوبے کو پروان چڑھایا جانا مقصود تھا۔ جس کے نتائج اب بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔

(16) " قومی اسمبلی کے تمام ممبران پر مشتمل کمیٹی میں یہ قرارداد پاس ہوئی جسے بعد میں اسمبلی نے ہی منظور کیا"۔ لیکن میاں ودود! یہ رپورٹ آج انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ اس کو ہی پڑھ لیں۔ آج بھی اس کو پڑھ کر ہر معقول شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ آئینی ترمیم سراسر ناانصافی پر مبنی ہے اور کسی کو دوسرے کے

عقائد متعیّن کرنے کا کوئی حق نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔اور یہی بات خود بھٹو صاحب کو عدالت عظمٰی میں اپنے خطاب میں سزا سے پہلے کرنی پڑی جب ان کو نام کا مسلمان کہا گیا۔

(17) "تیرہ دن تک مرزا طاہر احمد اور لاہوری گروپ کے صدر الدین کو سنا" اتنے بڑے صحافی سے ایسی غلطی کی توقع نہیں ہونی چاہیئے لیکن جھوٹ کے پاؤں نہیں کے مطابق انکی یہ غلطی معمول کے مطابق سمجھ لیتے ہیں۔کہ حضرت مرزا طاہر احمد کو نہیں بلکہ حضرت مرزا ناصر احمد کو سنا۔یا ان پر جرح کی گئی۔

(18) اس بات پر تبصرہ اب ختم کیا جاتا ہے کہ اٹارنی جنرل بختیار سوال کرنے پر مقرر تھے اور بارہا وہ مولویوں کے سوالات سے نالاں ہوئے کہ کیا بونگے سوال لکھ دیتے ہیں۔اس رپورٹ کا ہر کوئی مطالعہ کر سکتا ہے۔

مجھے آپ جیسے صحافی سے اسقدر جہالت کی توقع ہرگز نہیں تھی لیکن جب معیار اس قدر گر جائے تو یہ سب ممکن ہو جاتا ہے۔کل کو آپ نے خدا کے حضور حاضر ہونا ہے۔اگر آپ کا خدا پر ایمان ہے تو سوچ لیں کہ کیا جواب دیں گے۔ یاد رہے کہ جھوٹا عشقِ رسول ﷺ کام آنے کی توقع عبث ہے۔اب بھی توبہ کر لیں۔ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ۔آگے آپ کی مرضی۔دلوں کے حال جاننے والے خدا کے حضور لاعلمی کا بہانہ کام نہیں آئے گا۔وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔





حمد

عاصی صحرائی

دم دم کروں میں حمدیں تیری، تُو نے دیئے ہیں لب
کیسے شکر ادا ہو تیرا مخلوقات کے رب

خاک بھی تیری، بیج بھی تیرے، سارے پھل بھی تیرے
بِن تیرے اِن سب کھیتوں کا، کون ہے اور سبب !

سانس بھی حمد ہے کرتی تیری، خون میں حمد رواں
جسم کا میرے روم روم بھی بھولا تجھ کو کب !

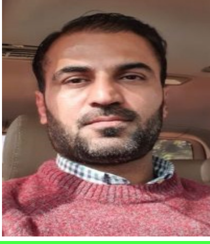
آنکھوں میں ہے نیند بھی تیری، تیرے حکم سے جاگوں
اُجلی اُجلی صُبحیں تیری، تیری ہی ہر شب

خطا سے اپنی ہو جاتا ہے جب بندہ مغموم
دل میں اُس کے میرے مولیٰ تُو ہی بھرے طَرَب

اِنسانوں کی سنے دعائیں ہر سنّت ہے اعلیٰ
اِذن سے تیرے انسانوں کے بدلے دیکھے ڈھب

شکر ہے تیرا نام عاصیؔ کا رکھا تُو نے اونچا
تیرے رحم کرم سے اللہ میرا نام و نَسَب





مسائل زندگی کی علامت ہیں

شاہ فیصل سہو

ڈاکٹر نارمن ونسنٹ پیل ایک مجمع سے مخاطب تھے اور انہوں نے حاضرین سے پوچھا کہ آپ میں سے کتنے لوگ مسائل کا شکار ہیں؟ سب نے ہاتھ کھڑے کر دیے۔ انہوں نے دوسرا سوال کیا کہ آپ میں سے کتنے لوگ مسائل سے چھٹکارا پانا چاہتے ہیں؟ سب نے ایک بار پھر ہاتھ کھڑے کر دیے۔ پھر نارمن ونسنٹ پیل نے کہا کہ ابھی آتے ہوئے میں نے راستے میں ایک جگہ دیکھی جہاں سب لوگ آرام کر رہے تھے اور کسی کو کوئی مسئلہ درپیش نہیں تھا اور نہ ہی وہ کوئی شکوہ یا شکایت کر رہے تھے۔ آپ جاننا چاہیں گے کہ اس جگہ کا کیا نام ہے؟ سب کا جواب ہاں تھا۔ تو اس نے بتایا کہ اس جگہ کا نام قبرستان ہے۔ اس نے پھر پوچھا کہ آپ میں سے کون مسائل سے چھٹکارا چاہتا ہے اور پھر کسی نے ہاتھ کھڑے نہ کیے۔ تو ڈاکٹر نارمن پھر گویا ہوئے کہ مسائل زندگی کی علامت ہیں۔

ہمیں زندگی کے ہر موڑ پہ چھوٹے بڑے مسائل کا سامنا رہے گا۔ بعض مسائل حل کرنے کی ہم میں طاقت ہوتی ہے اور بعض کی نہیں۔ اگر مسئلہ قابل حل ہے تو بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اور قابل حل نہیں ہے تو بھی پریشان ہونے کا کیا فائدہ۔ مسائل جیسا کہ امتحان میں ناکامی، بیماری، بے روزگاری، کاروباری نقصان، محبوب کا مان جانا یا نا ماننا یہ سب مسائل زندگی کا حصہ بھی ہیں اور علامت بھی۔ جس دن کوئی مسئلہ نہیں ہوگا اس دن قبرستان میں آرام فرما ہوں گے۔

ان سے گھبرانا نہیں چاہیے اور ان کا جوانمردی سے سامنا کرنا چاہیے۔ کبھی بھی حالات سے گھبرا کر انتہائی قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔ میری اس تحریر کا مقصد ان لوگوں کے حوالے سے لکھنا ہے جو کسی بھی وجہ سے خودکشی جیسا انتہائی قدم اٹھانے پہ مجبور ہو جاتے ہیں یا ایسا گھناؤنا کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ماضی میں رفیع خاور (ننھا)، منور ظریف، حال میں سشانت سنگھ راجپوت، اور ان کے

علاوہ کئی مشاہیر اور بیوروکریٹس (بشمول میرا ایک کورس میٹ) نے بھی یہ انتہائی قدم اٹھایا۔

وکٹر فرینکل بیسویں صدی کے عظیم ماہر نفسیات میں سے ایک ہیں۔ وہ اپنی مشہور کتاب " Man'ssearch for meaning" کے حوالے سے خاصے مقبول ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ آدھی رات کو کسی عورت نے اسے فون کیا یہ بتانے کے لئے کہ وہ خودکشی کرنے والی ہے۔ فرینکل نے اسے باتوں میں لگایا اور اسے ایک کے بعد دوسری بات کرتا رہا، زندگی کی نعمتیں گنواتا رہا، اور خودکشی کا ارادہ ترک کرنے پہ مائل کرتا رہا اور آخرکار وہ عورت اپنے ارادے سے باز آئی اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ خودکشی نہیں کرے گی۔

کچھ عرصہ بعد فرینکل کی اس عورت سے ملاقات ہوئی اور اس نے پوچھا کہ میری کس بات نے اس رات تمہیں قائل کیا اور خودکشی سے باز رکھا تو اس نے بلا تامل جواب دیا، کوئی بھی نہیں! تو اس نے حیرانی سے پوچھا کہ پھر کس بات نے تمہیں جینے کی طرف مائل کیا؟ اس کا جواب بے حد سادہ تھا۔ اس نے کہا کہ آدھی رات کو تم نے جو میرے غم کی کہانی سنی میں اس جذبے سے بے حد متاثر ہوئی اور اس نتیجے پر پہنچی کہ جس دنیا میں تم جیسے لوگ رہتے ہیں، اس دنیا میں جینا بنتا ہے۔

ایک ہی حادثہ تو ہے اور وہ یہ کہ آج تک
بات نہیں کہی گئی، بات نہیں سنی گئی

میں جو بات اپنے اس مضمون میں شاید ڈھنگ سے نہ کہہ پاؤں لیکن کیا خوبصورتی سے جون ایلیاء صاحب نے ایک شعر میں دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ جب کوئی آپ کو دکھڑے سنا رہا ہو تو سن لیا کریں۔ اگر اس کا مداوا کر سکتے ہیں تو کریں نہیں تو اس شخص کا غم تو ہلکا ہو جائے گا۔ وہ کہتے ہیں نا کہ خوشیاں بانٹنے سے بڑھتی ہیں اور غم بانٹنے سے کم ہوتے ہیں۔

مجھے ایک روز میرے ایک قریبی دوست کا رات گئے فون آیا اور میں اس وقت اس سے چودہ سو کلومیٹر دور بیٹھا تھا۔ میرا دوست ایک سرکاری افسر ہے، ایک آسودہ زندگی گزار رہا ہے، ایک خدمت کرنے والی وفا شعار بیوی بھی ہے، بہن بھائی بھی ہیں اور اس کی والدہ بھی حیات ہے، مطلب یہ کہ وہ کسی اور کی نظر سے دیکھے تو اس کی زندگی مثالی ہے لیکن وہ شاکی تھا کی اس کی زندگی خالی ہے۔ لیکن اس نے مجھے یہ بتا کر میری نیند اڑا دی کہ وہ زندگی سے تنگ آ گیا

ہے اور خودکشی کرنا چاہتا ہے۔ میں نے اس وقت تک فرینکل وکٹر والا واقعہ نہیں پڑھا تھا۔

خیر میں نے وہی کیا جو کہ ایک دوست کو ایسے موقع پہ کرنا چاہیے تھا۔ میں نے اس سے وجہ پوچھی اس نے ایک کے بعد ایک، وجوہات بیان کرنی شروع کر دیں جو مجھے سننے میں بچگانہ لگیں لیکن یہ بات میں نے اس کے منہ پہ نہیں بولی اور ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔ میں نے اسے زندگی کی نعمتوں کے بارے قائل کرنا شروع کیا اور ایک گھنٹہ اس سے بات کی اور صبح 3 بجے کے وقت اس سے وعدہ لیا کہ وہ ایسا کوئی کام نہیں کرے گا۔

وہ تو وعدہ کر کے شاید سو گیا ہو لیکن مجھے صبح تک نیند نہ آئی۔ صبح 6 بجے میں نے اپنے ایک اور مشترکہ دوست کو فون کر کے یہ سب ماجرا سنایا اور اس سے درخواست کی کہ وہ ابھی اس کے گھر جائے اور مجھے اس کی صورتحال سے آگاہ کرے۔ خیر پتا چلا کہ اس سرکاری افسر نے ایسا کچھ نہیں کیا اور وہ ابھی تک زندگی کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ شاید اس رات وہ بھی میرے دلائل سے قائل نہیں ہوا ہو گا، شاید اسے بھی میرا رات کے اس پہر اس کی بات سننا اچھا لگا ہو اور وہ ایسا قبیح فعل سرانجام دینے سے باز رہا۔

اشفاق احمد صاحب نے ایک محفل میں سوال کیا کہ آپ سب سے قیمتی تحفہ کسی کو کیا دیتے ہیں۔ کسی نے کچھ جواب دیا اور کسی نے کچھ۔ تو آخر میں وہ بتاتے ہیں کہ سب سے قیمتی تحفہ آپ کا وقت ہوتا ہے جو آپ کسی کو دیتے ہیں۔ وقت وہ چیز ہے جو پیسے سے نہیں خریدی جا سکتی۔ وقت انمول ہوتا ہے۔ جو وقت آپ نے کسی کی بات سننے میں یا کوئی بات کہنے میں گزارا وہ دوبارہ نہیں آئے گا۔ آپ نے اپنے وقت کی جائیداد میں اس شخص کو حصہ دار بنایا جو آپ سے ملنے آیا، یا آپ کسی سے ملنے گئے یا تیمارداری کرنے گئے یا کسی نے اپنے غموں کی پوٹلی آپ کے سامنے کھول دی اور آپ نے اپنا کندھا اور وقت اس کو فراہم کیا۔

تو حاصل مضمون یہ ہے کہ اپنے اعزہ و اقارب کے ساتھ غم اور خوشیاں بانٹیں، ان کے مسائل کو توجہ سے سنیں۔ اپنے دوستوں کو وقت دیں۔ ان کی تقریریں سنیں، اپنے دکھڑے بھی سنائیں۔ غم ہلکا کریں۔ کسی کی مدد کر سکتے ہیں تو ضرور کریں، نہیں کر سکتے تو اس کی بات ضرور سنیں۔ اپنے ہمسفر، بچوں، بہن، بھائیوں، والدین اور دوستوں کو اہمیت دیں اور ان کو اکلاپے اور ذہنی دباو کا شکار نہ ہونے دیں۔ اس طرح سے ہم مسائل کا مل کر مقابلہ کر سکتے ہیں۔



قرآن کریم کے ایک سو احکامات

مرسلہ عاصی صحرائی

خیرات کیا کرو

نفاق سے بچو

کسی پر اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو

حکمرانوں کو میرٹ پر منتخب کرو

جنسی بدکاری سے بچو

بچوں کو دو سال تک ماں کا دودھ پلاؤ

حیض کے دنوں میں مباشرت نہ کرو

تمام انبیاء پر ایمان لاؤ

مذہب میں کوئی سختی نہیں

صرف ان کے ساتھ لڑو جو تمہارے ساتھ لڑیں

جنگ کے دوران جنگ کے آداب کا خیال رکھو

فیصلے مشاورت کے ساتھ کیا کرو

عورتیں اپنی زینت کی نمائش نہ کریں

لوگوں کو مسجدوں میں داخلے سے نہ روکو

صحیح (سچ) کا ساتھ دو غلط سے پرہیز کرو

مہمانوں کی عزت کیا کرو

فضول خرچی نہ کیا کرو

ہم جنس پرستی میں نہ پڑو

لوگوں کے درمیان صلح کراؤ

اجازت کے بغیر دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو

زمین پر عاجزی کے ساتھ چلو

جس کے بارے میں علم نہ ہو اس کا پیچھا نہ کرو

طہارت قائم رکھو

آپ سے جو لوگ مدد اور تحفظ مانگیں ان کی حفاظت کرو، انھیں مدد دو

غربت کے خوف سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو

کائنات کی تخلیق اور عجائب کے بارے میں گہرائی سے غور کرو۔

جو شخص دست سوال دراز کرے اسے انکار نہ کرو

اللہ سے معافی مانگو۔ وہ معاف کرنے اور رحم کرنے والا ہے

خود کو لالچ سے بچاؤ

غیر مسلموں کے ساتھ مہربانی اور اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

اللہ علم والوں کو مقدم رکھتا ہے



مذہب میں رہبانیت نہیں

تم میں وہ زیادہ معزز ہے

جو زیادہ پرہیزگار ہے

جنگ کے دوران پیٹھ نہ دکھاؤ

زمین پر برائی نہ پھیلایا کرو

برائی کو اچھائی سے ختم کرو

اللہ شرک کے سوا تمام گناہ معاف کر دیتا ہے

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو

نیکی پہلے خود کرو اور پھر دوسروں کو تلقین کرو

زمین پر ڈھٹائی سے نہ چلو

خیرات کر کے جتلایا نہ کرو

ضرورت مندوں کو تلاش کر کے ان کی مدد کیا کرو

اللہ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو

انصاف کے لیے مضبوطی سے کھڑے ہو جایا کرو

دنیا سے اپنے حصے کا کام مکمل کر کے جاؤ

پوشیدہ چیزوں سے دور رہا کرو (کھوج نہ لگاؤ)

اللہ اپنی ذات پر یقین رکھنے والوں کی حفاظت کرتا ہے

اللہ نادانستگی میں کی جانے والی غلطیاں معاف کر دیتا ہے

کوئی شخص کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا

اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو

لوگوں کو دانائی اور اچھی ہدایت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاؤ

ہیرا پھیری نہ کرو

جواء نہ کھیلو

شراب اور دوسری منشیات سے پرہیز کرو

مردہ جانور، خون اور سور کا گوشت حرام ہے

حسد نہ کرو

ایک دوسرے کو قتل نہ کرو

بخیل نہ بنو

گناہ اور ناانصافی کے خلاف جدوجہد کرتے رہو

مرد کو خاندان کا سربراہ ہونا چاہیے

لوگوں کے درمیان انصاف قائم کیا کرو

گفتگو کے دوران بدتمیزی نہ کیا کرو

غصے کو قابو میں رکھو

دوسروں کے ساتھ بھلائی کرو

تکبر نہ کرو

دوسروں کی غلطیاں معاف کر دیا کرو

لوگوں کے ساتھ آہستہ بولا کرو



اپنی آواز نیچی رکھا کرو

دوسروں کا مذاق نہ اڑایا کرو

والدین کی خدمت کیا کرو

منہ سے والدین کی توہین کا

ایک لفظ نہ نکالو

والدین کی اجازت کے بغیر ان کے کمرے میں داخل

نہ ہوا کرو

حساب لکھ لیا کرو

سچ میں جھوٹ نہ ملایا کرو

دوسروں پر اعتماد کیا کرو

ایک دوسرے کو برے القابات سے مت پکارو

نماز کے وقت اچھے کپڑے پہنو

کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہ کرو

چغلی نہ کھاؤ

نیکی میں ایک دوسرے کی مدد کرو

صحیح راستے پر رہو

جرائم کی سزا دے کر مثال قائم کرو

گناہ اور شدت میں دوسروں کے ساتھ تعاون نہ کرو

فریب (فریبی) کی وکالت نہ کرو

اکثریت سچ کی کسوٹی نہیں ہوتی

عورتیں اور مرد اپنے اعمال کا برابر حصہ پائیں گے

منتخب خونی رشتوں میں شادی نہ کرو

کسی کی اندھا دھند تقلید نہ کرو

مرنے والوں کی دولت خاندان کے تمام ارکان میں

تقسیم کیا کرو

یتیموں کی جائیداد پر قبضہ نہ کرو

خواتین بھی وراثت میں حصہ دار ہیں

بدگمانی سے بچو

یتیموں کی حفاظت کرو

دوسروں کا مال بلاضرورت خرچ نہ کرو

غیبت نہ کرو ۔ جاسوسی نہ کرو

اگر مقروض مشکل وقت سے گزر رہا ہو تو اسے ادائیگی

کے لیے مزید وقت دے دیا کرو

رشوت نہ لو

سود نہ کھاؤ

وعدہ نہ توڑو

غرباء کو کھانا کھلایا کر

بدظنی سے بچو





احمدی کا مبارک امتیازی نام

اور سیاسی ملاؤں کی ایک حیرت انگیز نئی قلابازی

مولانا دوست محمد شاہد، مؤرخ احمدیت

انیسویں صدی کے آخری سال کا واقعہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ۴/نومبر ۱۹۰۰ء کو اشتہار دیا کہ ملک میں مردم شماری ہونے والی ہے جس میں ہر فرقہ اپنے لئے جو نام پسند کرتا ہے وہی نام سرکاری کاغذات میں لکھوائے گا۔ اس وقت تک پنجاب اور ہندوستان میں تیس ہزار مخلصین شامل ہو چکے تھے اس لئے حضرت اقدس علیہ السلام نے اس اشتہار میں اعلان فرمایا:

''وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے اور جائز ہے کہ احمدی مذہب کے مسلمان کے نام سے بھی پکاریں۔''

اس نام کا پس منظر یہ بیان فرمایا کہ

''ہمارے نبی ﷺ کے دو نام تھے ایک محمد ﷺ اور ایک احمد ﷺ۔۔۔ اسم محمد جلالی نام تھا۔۔۔ لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت ﷺ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔۔۔ اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے تا اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے''۔ ('اشتہار واجب الاظہار' بحوالہ مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعودؑ حصہ سوم صفحہ ۳۵۶۔۳۶۶)

۲۵/اکتوبر ۱۹۰۵ء کو دہلی میں ایک صاحب نے حضرت اقدسؑ سے عرض کیا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے، آپ نے اپنے فرقہ کا نام احمدی کیوں رکھا ہے؟ یہ بات ھوسمّٰکم المسلمین (الحج:۷۹) کے برخلاف ہے۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا:

''اسلام بہت پاک نام ہے اور قرآن شریف میں یہی نام آیا ہے۔ لیکن جیسا کہ حدیث شریف میں آ چکا ہے اسلام کے تہتر فرقے ہو گئے ہیں اور ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ انہی میں ایک رافضیوں کا ایسا فرقہ ہے جو سوائے دو تین آدمیوں کے تمام صحابہؓ کو

سبّ وشتم کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ازواجِ مطہرات کو گالیاں دیتے ہیں۔ اولیاء اللہ کو برا کہتے ہیں۔ پھر بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ خارجی حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو برا کہتے ہیں اور پھر بھی مسلمان نام رکھاتے ہیں۔ بلادِ شام میں ایک فرقہ یزیدیہ ہے جو امام حسینؓ پر تبرّہ بازی کرتے ہیں اور مسلمان بنے پھرتے ہیں۔ اسی مصیبت کو دیکھ کر سلف صالحین نے اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے تمیز کرنے کے واسطے اپنے نام شافعی، حنبلی وغیرہ تجویز کئے۔ آجکل نیچریوں کا ایک ایسا فرقہ نکلا ہے جو جنت، دوزخ، وحی، ملائک سب باتوں کا منکر ہے یہاں تک کہ سید احمد خاں کا خیال تھا کہ قرآن مجید بھی رسول کریم ﷺ کے خیالات کا نتیجہ ہے اور عیسائیوں سے سن کر یہ قصے لکھ دیئے ہیں۔ غرض ان تمام فرقوں سے اپنے آپ کو تمیز کرنے کے لئے اس فرقہ کا نام احمدیہ رکھا گیا''۔

مزید ارشاد فرمایا:

''ہم مسلمان ہیں اور احمدی ایک امتیازی نام ہے۔ اگر صرف مسلمان نام ہو تو شناخت کا تمغہ کیونکر ظاہر ہو۔ خدا تعالیٰ ایک جماعت بنانا چاہتا ہے اور اس کا دوسروں سے امتیاز ہونا ضروری ہے۔ بغیر امتیاز کے اس کے فوائد مترتب نہیں ہوتے اور صرف مسلمان کہلانے سے تمیز نہیں ہو سکتی۔ امام شافعیؒ اور حنبلؒ وغیرہ کا زمانہ بھی ایسا تھا کہ اس وقت بدعات شروع ہو گئی تھیں۔ اگر اس وقت یہ نام نہ ہوتے تو اہل حق اور ناحق میں تمیز نہ ہو سکتی۔ ہزارہا گندے آدمی ملے جلے رہتے۔ یہ چار نام اسلام کے واسطے مثل چاردیواری کے تھے۔ اگر یہ لوگ پیدا نہ ہوتے تو اسلام ایسا مشتبہ مذہب ہو جاتا کہ بدعتی اور غیر بدعتی میں تمیز نہ ہو سکتی۔ اب بھی ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ گھر گھر ایک مذہب ہے۔ ہم کو مسلمان ہونے سے انکار نہیں، مگر تفرقہ دور کرنے کے واسطے یہ نام رکھا گیا ہے۔''

نیز فرمایا:

''جو لوگ اسلام کے نام سے انکار کریں یا اس نام کو عار سمجھیں، ان کو تو میں لعنتی کہتا ہوں۔ میں کوئی بدعت نہیں لایا۔ جیسا کہ حنبلی شافعی وغیرہ نام تھے ایسا ہی احمدی بھی نام ہے بلکہ احمد کے نام میں اسلام کے بانی احمد ﷺ کے ساتھ اتصال ہے اور یہ اتصال دوسرے ناموں میں نہیں۔ احمد، آنحضرت ﷺ کا نام ہے۔ اسلام احمدی ہے اور احمدی اسلام ہے۔ حدیث شریف میں محمدی رکھا گیا ہے۔ بعض اوقات الفاظ بہت ہوتے ہیں مگر مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔ احمدی نام ایک

امتیازی نشان ہے۔آج کل اس قدر طوفان زمانہ میں ہے کہ اول آخر کبھی نہیں ہوا۔اس واسطے کوئی نام ضروری تھا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک جو مسلمان ہیں، وہ احمدی ہیں۔“ (بدر ۲۳؍نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲۔۴،بحوالہ ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد ۴ صفحہ ۵۰۰۔۵۰۲ جدید ایڈیشن)

خدا تعالیٰ نے اس مبارک نام کو قبولیت کا ایسا عالمی شرف بخشا ہے کہ حیرت آتی ہے۔مصر سے دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے نام سے ضخیم انسائیکلوپیڈیا شائع ہوئی ہے جس میں الاحمدیہ ہی کے زیر عنوان بہت قیمتی نوٹ چھپا ہے۔علاوہ ازیں مجلتہ الازھر شعبان ۱۳۷۸ھ (فروری ۱۹۵۹ء) میں مدیر مذہبیات الدکتور محمد عبداللہ کے قلم سے جماعت احمدیہ کے جرمن قرآن پر تبصرہ کا آغاز ہی ان الفاظ سے کیا گیا ہے ”نشرت ھذہ الترجمہ البعثۃ الاحمدیہ“۔

پاکستان میں ”اردو انسائیکلوپیڈیا“ ،”اردو جامع انسائیکلوپیڈیا“ اور ”شاہکار انسائیکلوپیڈیا“ بالترتیب فیروز سنز لاہور، غلام علی اینڈ سنز لاہور اور شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی کی طرف سے منظر عام پر آچکے ہیں ان سب میں احمدی نام موجود ہے۔قائداعظم کی پریس ریلیز اخبار ڈان (DAWN) کی ۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں درج ذیل الفاظ میں چھپی:

“Ahmadiyya Community to support Muslim League”

ڈاکٹر سر محمد اقبال نے لکھا ”جہاں تک میں نے اس تحریک کے منشا کو سمجھا ہے احمدیوں کا اعتقاد ہے کہ مسیح کی موت ایک عام فانی انسان کی موت تھی“ (’اقبال اور احمدیت صفحہ ۹۰ مرتبہ بشیر احمد ڈار ناشر آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور)

پاکستان کے محقق و مؤرخ شیخ محمد اکرام صاحب ایم۔اے نے ”موجِ کوثر“ میں، جسٹس منیر اور جسٹس کیانی نے ”رپورٹ تحقیقاتی عدالت“ میں۔جناب اصغر علی گھرال صاحب ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور نے اپنی کتاب ”اسلام یا ملاّ ازم“ میں بے دریغ احمدی ہی کا نام استعمال کیا ہے۔

پاکستانی پریس قیام پاکستان سے لے کر آج تک بے شمار مرتبہ یہ مبارک نام استعمال کر چکا ہے مثلاً ”پاکستان ٹائمز“ (۱۳؍نومبر ۱۹۸۰ء)،”مشرق“ (۳۰ جون ۱۹۷۴ء) ”نوائے وقت“ (۱۲؍اپریل ۱۹۶۰ء)، ہفت روزہ ”رضاکار“ لاہور (۲۴ مئی ۱۹۷۳ء)۔

احمدیت کے مخالف لٹریچر میں بھی مدت سے احمدی نام کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ جناب ملک محمد جعفر خان نے احمدیت کی مخالفت میں جو کتاب لکھی ہے اس کا نام ہی ''احمدیہ تحریک'' رکھا ہے۔

مفکر احرار چوہدری افضل حق نے ''فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیوں'' میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کو زبردست خراج تحسین ادا کرتے ہوئے انہیں احمدی کے ہی نام سے یاد کیا ہے۔ مولوی ظفر علی خان مدیر ''زمیندار'' نے ۱۹/مارچ ۱۹۳۶ء کو تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:

''احمدیوں کی مخالفت کا احرار نے محض جلب زر کے لئے ڈھونگ رچا رکھا ہے۔'' (تحریک مسجد شہید گنج صفحہ ۱۶۹۔ مؤلفہ جانباز مرزا)

نامور اہل حدیث عالم میر ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے ''پیغام ہدایت در تائید پاکستان و مسلم لیگ'' کے صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳ پر کئی بار احمدی کا لفظ استعمال کیا۔ نیز لکھا:

''احمدیوں کا اس اسلامی جھنڈے (تحریک پاکستان مراد ہے۔ ناقل) کے نیچے آ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ واقعی مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔''

''اور اس امر کا اقرار کہ احمدی اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقہ ہیں، مولانا ابوالکلام آزاد کو بھی ہے''

یہ حیرت انگیز واقعہ مجسٹریٹ درجہ اول کوئٹہ کے ریکارڈ میں محفوظ ہے کہ نام نہاد ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کے مولوی تاج محمد صاحب نے ۲۱/دسمبر ۱۹۸۵ء کو بیان دیا کہ:

''یہ درست ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جو آدمی نماز پڑھتا تھا، اذان دیتا تھا یا کلمہ پڑھتا تھا اس کے ساتھ مشرک یہی سلوک کرتے تھے جو اب ہم احمدیوں سے کر رہے ہیں۔''

غرضیکہ کہاں تک بیان کیا جائے احمدی کا مبارک نام عرب و عجم اور احمدی اور غیر احمدی حلقوں میں قریباً ایک صدی سے استعمال ہو رہا ہے اور جماعت احمدیہ کی دائمی پہچان اور شناخت بن چکا ہے۔ اس ضمن میں قارئین الفضل کو یہ چونکا دینے والا انکشاف یقیناً ورطہ حیرت میں ڈال دے گا کہ سیاسی ملاؤں نے ۱۹۵۲ء کی ایجی ٹیشن کے دوران یہ فتویٰ دیا کہ:

''مرزائی چونکہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کی بجائے احمدی کہلاتے ہیں ۔۔۔ لہٰذا حکومت کا فرض ہے کہ وہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔''

(احراری اخبار ''آزاد'' لاہور ۱۱ر ستمبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۹ کالم ۲، مطالبہ نمبر)

اس ضمن میں مولوی عبدالحامد بدایونی صاحب نے ۹ جولائی ۱۹۵۲ء کو مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے زیر عنوان آرام باغ میں جو تقریر کی اس کا خلاصہ اخبار ''آزاد'' ۱۳ر جولائی ۱۹۵۲ء نے صفحہ نمبر ایک پر پہلی سطر میں نہایت درجہ جلی قلم سے حسب ذیل الفاظ میں شائع کیا:

''مرزائی اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کی بجائے احمدی کہلاتے ہیں ان کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں''۔

نیز رپورٹ میں مزید لکھا کہ:

''آپ نے اس تجویز کو پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کی دلیل یہ ہے کہ مرزائیوں نے اپنے آپ کو کبھی مسلمان نہیں کہلایا وہ خود اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں۔'' (صفحہ ۱ کالم ۲)

اب ان سیاسی ملاؤں کی حالیہ قلابازی ملاحظہ ہو کہ پچھلے دنوں پاکستان کی نگران حکومت نے جب یہ شوشہ چھوڑا کہ پاکستانی سفارتخانوں کو یہ ہدایت کی جارہی ہے کہ پاسپورٹوں میں قادیانی کی بجائے احمدی کا لفظ استعمال کیا جائے تو پاکستان کے علاوہ برطانیہ میں مقیم سیاسی ملاؤں نے بھی ایک زبردست ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ اس ضمن میں روزنامہ جنگ لندن ۱۴ جنوری ۱۹۹۷ء نے صفحہ ۷ پر ایک مفصل رپورٹ شائع کی جس کی دوہری سرخی یہ تھی:

''قادیانیوں کو احمدی لکھنے کے فیصلے پر برطانیہ بھر کے علماء کا احتجاج۔ نگران حکومت نے فیصلہ واپس نہ لیا تو مسلمان میدان میں آنے پر مجبور ہوں گے۔ دینی رہنماؤں کا ردّعمل''

ازاں بعد لندن کے اخبار ''دی نیشن'' ۲۴ تا ۳۰ر جنوری ۱۹۹۷ء کے صفحہ ۵ پر لندن کی مرکزی جماعت اہل سنت کی اپیل پر ''یوم تاجدار ختم نبوت'' منائے جانے کی خبر اشاعت پذیر ہوئی جس میں کہا گیا کہ:

''قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو پھر انہیں شعائر اسلام استعمال کرنے کی اجازت دینا تعلیمات مصطفوی سے انحراف ہے۔''

بالفاظ دیگر ''احمدی'' کا نام شعائر اسلام میں سے ہے اس لئے جماعت احمدیہ کے لئے اس کا استعمال تعلیمات مصطفوی سے انحراف کے مترادف ہے۔ حالانکہ ایک صدی سے خود ان حضرات کے اکابر و اصاغر یہ نام استعمال کرتے آرہے ہیں۔ اس صورت

حال کے پیش نظر امت مسلمہ ''یوم تاجدار ختم نبوت'' منانے والے سیاسی ملاؤں اور طالع آزماؤں سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہے کہ وہ اعلان کریں کہ جماعت کے لئے احمدی کا لفظ استعمال کرنے والوں کو کیا تعلیمات مصطفوی سے منحرف اور باغی قرار دیتے ہیں؟؟

علامہ شبلی نعمانی نے کیا خوب کہا تھا

کرتے ہیں مسلمانوں کی تکفیر شب و روز بیٹھے ہوئے
کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

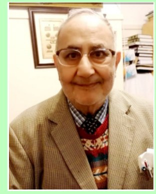
پاکستان کے فاضل ادیب و کالم نویس جناب عنایت حسین صاحب بھٹی نے روزنامہ ''پاکستان'' لاہور (۲۰ جنوری ۱۹۹۷ء) میں سیاسی ملاؤں کے اس طرز عمل پر ایک نہایت دلچسپ تبصرہ کیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''مولوی صاحبان نے احتساب کرانے کا بیڑہ اٹھایا تھا اور الیکشن سے لاتعلقی کا اعلان فرمایا۔ وہ احمدی اور قادیانی مسئلہ میں الجھ گئے یا الجھا دیئے گئے اور حسب سابق پٹڑی سے اتر گئے۔ لیکن مولوی حضرات سے ایک سوال کرنے کی جرأت کروں گا کہ قادیانی سوائے پاکستان کے پوری دنیا میں احمدی کہلاتے ہیں۔ پورے افریقہ میں ان کے مشن ہیں جو لوگوں کو تبلیغ کر کے ان کے مذاہب تبدل کر کے ان کو احمد کا نام دیتے ہیں۔ پورے یورپ اور دیگر ممالک میں وہ احمدی کہلاتے ہیں حتیٰ کہ بھارت میں بھی ان کو احمدی کہا جاتا ہے۔ مگر صرف پاکستان میں احمدی نہ کہا گیا تو کیا فرق پڑے گا۔ یہاں ایک لطیفہ سنئے کہ فیصل آباد کے گھنٹہ گھر پر ایک سکھ چڑھ گیا اور بارہ بجنے میں پانچ منٹ پر اس نے گھڑیال کا پنڈولم پکڑ لیا اور کہنے لگا اب میں زیادہ نہیں بجنے دوں گا۔ لوگ ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ سردار جی جب ساری دنیا کی گھڑیوں پر بارہ بج جائیں گے تو اگر ایک گھڑیال میں نہ بجے تو کیا فرق پڑے گا۔ مولوی حضرات سے گزارش ہے کہ قرآن میں ارشاد پروردگار ہے لا اکراہ فی الدین دین میں جبر نہیں، آپ سیاست کو چھوڑ کر دین کی تبلیغ کیوں نہیں کرتے۔ لوگوں کو دلائل سے قائل کیجئے کہ صحیح اسلام کیا ہے، دنیا میں اپنے تبلیغی مشن بھیجیں تا کہ لوگ صحیح دین سے متعارف ہوں، ڈنڈے سے کام تو وہ لیتا ہے جس کے پاس دلائل نہ ہوں۔''

(الفضل انٹرنیشنل ۳۰ رمئی ۱۹۹۷ء تا ۵ رجون ۱۹۹۷ء)

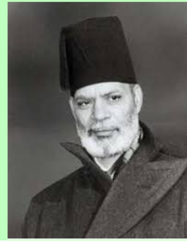






حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان سے وابستہ چند یادیں

مکرم چوہدری عبدالرشید۔ لندن (برادر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب)



مکرمی جناب محترم عبدالرزاق رانا صاحب

سلامت باشد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ :۔ آپ کے ارشاد کے مطابق حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب صحابی مسیح موعودؑ کے کچھ حالات جن کا میں نے خود جائزہ لیا ہے ارسال خدمت ہیں آپ جو مناسب سمجھیں ان کو شائع فرمائیں۔ میرا بھی فرض ہے کہ ان کی یادداشتوں کو بار بار غور سے پڑھوں آپ ایک بے مثال عظیم شخصیت تھے۔ بہت ہی قابل عالم بھی تھے۔ دین اسلام کے حقیقی معنی میں خادم تھے ۔ ہر ایک کو مثالیں بیان کر کے حقیقی اسلام یعنی احمدیت کی تبلیغ کرتے تھے ۔ ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ میرے ایک اندازہ کے مطابق ان کو تقریباً سارا قرآن کریم زبانی یاد تھا۔ احادیث کے بھی عالم تھے۔ اور پھر حضرت مسیح موعودؑ، حضرت حکیم نور الدین خلیفہ اوّل، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے بڑے اعلیٰ خادم، دوست تھے۔ اُن سے مشورے لیتے تھے۔ اپنے کام کے سلسلہ میں اور جماعتی مصروفیات کے سلسلہ میں بھی۔ آپ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد سے عمر میں 4 سال چھوٹے تھے۔ لیکن ان کے ساتھ بڑی بے تکلفی تھی ۔ ہمیشہ ان سے ملاقاتیں رہتیں تھیں مشورے ہوتے تھے۔ 1947ء میں جب پاکستان اور ہندوستان دو مختلف ملک بنے اور آپ کو پاکستان کا وزیر خارجہ مقرر کیا گیا تو یہ مشورے اور بھی بڑھ گئے۔ پاکستان ہندوستان کی پارٹیشن کے وقت آپ حضور سے مشورے لے کر مسلم لیگ کے ممبران کو بتاتے تھے جن کا بڑا عمدہ اثر ہوتا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ گو پالیٹکس میں کم حصہ لیتے تھے لیکن مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے عمدہ مشورے دیتے تھے جو کافی حد تک مسلمانوں کو لئے بڑے مفید ہوتے تھے۔ اس وجہ سے مخالفین احمدیت ان مشوروں کو بُرا مناتے تھے لیکن قولو قولا سدیدا کے مطابق مشوروں میں بڑی اہمیت ہوتی تھی۔ نیک لوگ سبق بھی سیکھتے تھے۔

میرے والد صاحب چوہدری محمد حسین صاحب صدر

جماعت احمدیہ جھنگ شہر اور ملتان شہر کی پیدائش 1891 میں ہوئی ۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کی پیدائش 1889 میں ہوئی جبکہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کی پیدائش 1893 میں اُس سال ہوئی جس سال چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب پیدا ہوئے ۔ان تمام حضرات کی آپس میں خط و کتابت رہتی تھی ۔عاجز کے بڑے بھائی مکرمی ڈاکٹر محمد عبدالسلام کی نمایاں کامیابیوں کا ذکر والد صاحب ان سب سے کرتے تھے اور دعائیں لیتے تھے۔حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان سے ڈاکٹر عبدالسلام کا ایک خاص پیار کا انداز تھا ۔مکرمی بھائی جان ہر اہم مسئلہ پر حضرت چوہدری صاحب سے ہدایات اور مشورے لیتے تھے اسی طرح بھائی جان اُن کے وقت کے تمام خلفاء کرام سے بھی مشورہ لیتے اور تقاریر کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعاؤں کی درخواست بھی کرتے تھے ۔حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی تحریر کردہ کتب کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

اردو میں اور انگریزی میں :۔

1 ۔میری والدہ (My mother)

2 ۔(The egency of Pakistan)

3 ۔قرآن کریم انگریزی زبان میں (English translation of Holy Quran)

4 ۔The message of Islam

5 ۔Gardous of righteous

6 ۔pilgrimage to the house of Allah

7 ۔The excellent examples of the messenger of Allah

8 ۔Muhammad Seal of Prophets

9 ۔Woman in Islam

10 ۔Wisdom of the Holy Prophet

11 ۔Commentory in the Holy Quran vol1(Translation of Promised Messanger book)

12 ۔Tadkirah(Translation of Promised messanger book)

13 ۔ابوالاامام قاضی محمد یوسف علوی عباسی کے سوال کا جواب ۔ازقلم حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب (اردو کتابچہ)

14 ۔میرا دین ۔الحاج حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا اردو کتابچہ

15 ۔مختلف قسم کے اسلام کا بارے میں تقاریر ،قادیان ،ربوہ اور انگلستان ،جرمنی ،ہالینڈ ،سپین ،سعودی عرب ،بنگلہ دیش وغیرہ میں الحمدللہ

16 ۔The reminiscences of sir

Muhammad Zafrullah Khan by prof Wilcox and prof Embree Columbia university English

17۔ چند خوشگوار یادیں سابق امام انگلستان بشیر احمد رفیق صاحب (اردو)

18۔ سر ظفر اللہ خان کی یادداشتیں پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی (اردو)

19۔ حضرت چوہدری صاحب نے کتاب تحدیث نعت تحریر فرمائی ہم تقریباً 20 افراد ان کی باتیں سن رہے تھے آپ نے ہم سب سے کتاب کا نام پوچھا۔ مختلف احباب نے مختلف نام تجویز کئے۔ میں نے پوچھا کتاب کا مضمون کیا ہے آپ نے فرمایا ہندو پاک کے حالات وغیرہ ایک شخص نے کہا نام رکھیں ہندوستان کی کہانی چوہدری ظفر اللہ خان کی زبانی۔ سارے لوگ ہنس دیئے۔ پھر آپ نے فرمایا میں نے یہ نام قرآن کریم کے الفاظ سے سوچا ہے یہی مناسب ہوگا وَاُمِاّ بِنعمتهِ ربکّ مُحدِّث ۔سو رۃ الم نشرح (12۔95)

ہمارے والد صاحب چوہدری محمد حسین صاحب نے اپنی زندگی کی کتاب سوانح محمد حسین میں صفحہ نمبر 43 پر حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا ذکر اس طرح فرمایا ہے (اللہ تعالیٰ کے خاص احسانات)

پہلا احسان دسمبر 1939ء میں سر چوہدری محمد ظفر اللہ خان میر سرایت لانے جماعت احمدیہ میں 25 سال خلافت ثانیہ کے گزرنے پر جوبلی فنڈ کی تحریک کی اور تین لاکھ روپیہ حضور خلیفۃ المسیح الثانی کو پیش کیا گیا۔ حضور نے علاوہ باقی مصرت کے جلسہ سالانہ 1939ء میں اعلان فرمایا کہ نوجوانوں کی ہمت بڑھانے کے لئے اعلان کرتا ہوں کہ جو طالب علم جماعت احمدیہ کا اپنے سکول میں اول آئے گا تو اُسے اس فنڈ سے 30 روپے ماہوار کا وظیفہ ایف اے کے دوسالوں میں دیا جائے گا اسے پھر جو ایف اے میں اوّل آئے گا تو پھر 45 روپے ماہوار بی اے کی کلاسوں میں دیا جائے گا۔ ان کے بعد جو بی اے میں اول آئے گا اسے ایم اے کلاسز میں دوسال کے لئے 60 روپے ماہوار وظیفہ دیا جائے گا۔ ایم اے کلاسز کے بعد جو لڑکا مغرب کی کسی یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے جائے گا اُسے نصف خرچ اس فنڈ سے دیا جائے گا۔ اس شام کو جھنگ شہر کی جماعت کی حضور سے ملاقات تھی۔ عزیز سلام مسلمہ اللہ میرے ساتھ تھے۔ میں جھنگ شہر کی جماعت کا صدر تھا۔ میں نے عزیز کی طرف اشارہ کر کے عرض کی منور یہ وظائف جو حضور نے آج اعلان فرمائے ہیں عزیزم سلام مسلمہ ان شاء اللہ سب لے جائے گا یہ سن کر حضور حیران ہوئے اور مسکرائے۔ پھر 10 سال بعد 1949 میں حضور اقدس نے عزیزم سلام کا نکاح کوئٹہ میں پڑھا تو خطبہ نکاح

میں ہی فرمایا کہ ہر باپ اپنے بیٹے کی تعریف کرتا ہے عزیز سلام کے والد نے بھی ایسی توقعات کا اظہار 1939 میں کیا تھا اور عزیز ہر لحاظ سے امتحانات میں اوّل آتا رہا اور ان کو پورا کیا **وانک فضل اللّٰہ یو تیہ من یشاء اللّٰہ والفضل العظیم** ۔ چناچہ عزیز سلام نے حضور کے پیش کردہ سارے وظائف ایف۔اے، بی۔اے اور ایم۔اے میں حاصل کئے۔علاوہ ازیں حضور اقدس نے ازراہِ مروت ریکارڈ مات کرنے پر 300 روپے نقد بطور انعام بھی دیئے **الحمد للّٰہ علی ذالک**

لطف یہ ہے کہ جوبلی فنڈ نہ پہلے کبھی بنا تھا۔ یہ بعد میں کبھی پیش ہوا گویا یہ سب سامان آسمان اور زمین کے خالق ومالک نے عزیزم محمد عبد السلام کی امداد کے لئے کیا تھا اور اس عاجز کی مالی کمزوری کو اس طرح ڈھانپ لیا۔**الحمد للّٰہ علی ذالک**۔

عزیزم محمد عبد السلام کی چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے باقاعدہ خط وکتابت رہی۔حضرت چوہدری صاحب نے ڈاکٹر سلام کو ہدایات دیں کہ غور وفکر کی عادت ڈالو۔

1۔خدا تعالیٰ کی صفات پر غور کرو اور بار بار دوستوں کو صفات باری تعالیٰ بتاؤ

2۔قرآن کریم کی فلاسفی پر تدبّر کرنا ضروری امر ہے

3۔آنحضرت محمد مصطفی ﷺ کی احادیث کا مطالعہ رکھنا۔ان کے لئے دعائیں کرنا۔درود شریف کا ورد کرنا۔

4۔جماعتی کتب کا توجہ سے مطالعہ کرتے رہنا

5۔والدین کی خدمت کرتے رہنا۔ان کی دعائیں لینا

6۔نمازوں کو وقت پر توجہ سے ادا کرنا

7۔کامل طور پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال رکھنا۔

میرا یہ پیغام سب طلبا اور جماعت کے احباب کو پہنچانا ۔دعائیں توجہ کے ساتھ کرتے رہنا خاص طور پر قرآنی دعائیں تو یاد کرنا۔آخر میں جماعتی ترقی کے لئے بھی خاص طور پر دعائیں کرنا اور لوگوں کو حضرت مسیح موعودؑ کا بار بار یہ شعر سنانا

پھر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو !زور دعا دیکھو تو

میں نے بھی ساری کامیابیاں الحمدللہ حضور کی شفقت اور والدین کی دعاؤں سے حاصل کی ہیں جن کا ثبوت تمہارے سامنے ہے۔الحمدللہ۔دعائیں کرنے سے پہلے سورۃ الفاتحہ پھر درود شریف اور پھر استغفار پڑھنا اور پھر دعائیں مانگنا ۔ان شاء اللہ قبول ہونگی۔یہی اعلیٰ طریق ہے۔اللہ برکت ڈالے گا۔حضرت چوہدری احمد ظفر اللہ خان صاحب مسجد فضل کے قریب محمود حال میں تمام طالب علموں کو ہر ہفتہ ایک گھنٹے کا درس دیتے تھے۔ہمیشہ طالب علموں کو وقت پر آنے کے تلقین کرتے تھے۔ایک درس میں آپ نے حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو دس نصائح کا ذکر فرمایا۔یہ سورۃ لقمان میں درج ہیں۔

1۔اللہ کا شریک کسی کو نہ بناؤ

2۔تمہارے سارے اعمال کا حساب کتاب ہوگا

3۔نماز کو وقت اور توجہ سے ادا کرو

4۔ہمیشہ اچھے کام کرو جو سب کے لئے مفید ہوں

5۔برے کاموں سے بچو۔برے دوست بھی نہ بناؤ

6۔مصیبت آجائے تو صبر سے دعائیں مانگو

7۔لوگوں سے محبت سے نصائح کے رنگ میں کلام کرو

8۔کبھی تکبر نہ کرو۔سادگی اختیار کرو

9۔اپنی رفتار میں اعتدال۔آواز دھیمی رکھو۔غصہ نہ کرو

10۔ہر وقت جزاءسزا یعنی قیامت کے دن کو سامنے رکھو

۔ان شاءاللہ کامیاب زندگی گزرے گی۔

پھر فرمایا دل کے امراض چار قسم کے ہیں۔1۔بدنیت ہونا ۔2۔نفاق کرنا ۔3۔بدظنی کرنا ،جھوٹ بولنا ۔4۔دوسروں کے عیب نکالنا،بخل،کنجوسی،بزدلی،حسد،کینہ کرنا،کبھی بداخلاق نہ ہو۔حضرت چوہدری صاحب کی یہ کلاسز صرف چند ماہ جاری رہیں بدقسمتی سے کم تعداد نے آنا شروع کیا نہ وقت کی پابندی کی۔آخر میں چوہدری صاحب نے ان کلاسز کو ختم کردیا یہ محمود حال میں ہوتی تھیں۔پھر آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ،احادیث ہوتی،دوسری فارسی کتب،دینی تقاریر،جلسہ سالانہ میں تقاریر فرمایا کرتے تھے۔میری پہلی ملاقات حضرت چوہدری صاحب سے اس وقت ہوئی جب اکتوبر 1957 میں میرے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد عبدالسلام نے اپنا مکان لندن میں خریدا۔میں ان کے ہاں رہتا تھا ۔مکان خریدنے سے پہلے ڈاکٹر محمد عبدالسلام صاحب نے مکرمی چوہدری ظفراللہ خان صاحب کو فون کیا اور مشورہ مانگا کہ کہاں مکان لوں۔مجھے امپریل کالج لندن سے پروفیسر بننے کی دعوت دی گئی ہے کیا میں کیمبرج میں ہی رہوں یا لندن آجاؤں ۔اگر لندن آجاؤں تو کہاں مکان خریدوں ۔مسجد فضل کے قریب یا امپریل کالج ساؤتھ کینفرنٹن کے قریب ۔حضرت چوہدری کا جواب آیا۔ڈاکٹر صاحب اگر آپ لندن میں مکان لیں گے تو آپ مسجد فضل آسانی سے جا کر نمازیں ادا کرسکیں گے۔ہاں ایک چیز کا خیال رکھیں مسجد سے اتنی دور بھی مکان نہ لیں کہ آپ مسجد فضل نہ جاسکیں اور نہ اتنی قریب لیں کہ ہر کوئی آپ کے ہاں آکر آپ کا قیمتی وقت ضائع کرتا رہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی فرمائے۔آمین۔

اس کے بعد آپ نے پٹنی میں مکان لیا۔پھر اپنے والدین کو لندن بلایا۔لندن میں ہمارے والد صاحب سیکرٹری جماعت انگلستان 1959 تا 1962 تک رہے الحمدللہ۔کئی مرتبہ خطبہ جمعہ بھی دیا۔حضرت چوہدری صاحب تقریباً دو یا تین سال بعد ہالینڈ سے لندن تشریف لائے۔صبح کا ناشتہ ڈاکٹر محمد عبدالسلام صاحب کے گھر پر کرتے۔مجھے بھی الحمدللہ ان کے ساتھ بیٹھ کر بڑا لطف آتا تھا۔ان کی طبیعت بڑی سادہ تھی۔کسی قسم کا تکلف ان میں نہ تھا۔ذکر الہی ان کا

ہر وقت کا کام تھا

ڈاکٹر محمد عبدالسلام صاحب کی اہلیہ جب آپ لندن آتے تو آپ کے کپڑے دھوتی تھیں۔ میرا کام ان کپڑوں کو لے جا کر چوہدری صاحب کو مسجد فضل کے محمود ہال کے اُوپر کے فلیٹ میں دینا ہوتا تھا۔ جب کبھی بھی میں وہاں جاتا تو آپ کو ایک بڑی میز پر بیٹھا ہوتا دیکھتا آپ مختلف کتب کا مطالعہ کر رہے ہوتے اور مختلف دینی کتب کی تصنیف میں مشغول ہوتے تھے۔ آپ میں ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ کبھی وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ سادہ طبیعت، سادہ لباس، اعلیٰ اخلاق، وقت کی پابندی، ذکر الٰہی میں وقت گزارتے تھے۔

ایک مرتبہ میں اپنے گھر سے ڈاکٹر سلام صاحب کے گھر گیا اس وقت آپ گھانا نائیجیریا ایک کانفرنس کے لئے تیاری کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا رشید میرے ساتھ مسجد فضل چلو وہاں چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ہالینڈ سے آئے ہوئے ہیں میں نے اپنی کانفرنس کے لئے ان سے مشورہ لینا ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر بھائی جان فرمانے لگے میاں چوہدری صاحب کے گھر جا رہے ہو میری طرف سے کیا تحفہ لے کر جا رہے ہو۔ تو میں جواب دیا بھائی جان ابھی میں شہد کی دو بوتلیں لے کر آیا ہوں۔ چوہدری صاحب کو شہد بڑا پسند ہے یہ میں آپ کی طرف سے ان کو دے دوں گا۔ بھائی جان فرمانے لگے ''میاں یہ تو تمہاری طرف سے ہوا میری طرف سے کیا دو گے''۔ پھر فرمایا میری میز کے نیچے میرا صندوق پڑا ہے اس کو کھولو۔ میں نے صندوق کھولا تو فرمانے لگے اس میں سے سب سے اچھی قمیض نکالو اور یہ چوہدری صاحب کو میری طرف سے تحفہ دے دینا۔

جب ہم چوہدری صاحب کے فلیٹ میں گئے تو بھائی جان نے فرمایا یہ قمیض چوہدری صاحب کو دے دو۔ میں نے قمیض پیش کی تو چوہدری صاحب ہنس کر فرمانے لگے ''ڈاکٹر صاحب'' میری اتنی عمر ہوگئی ہے آپ نے کیوں تکلیف کی اچھا میں ایک شرط پر یہ قمیض لیتا ہوں کہ آپ میری بھی ایک قمیض تحفہ کے طور پر لے جائیں۔ پھر چوہدری صاحب نے مجھے فرمایا رشید میری اس میز کے نیچے میرا صندوق کھولو اور ایک قمیض اپنے بھائی جان کو تحفہ دے دو اور ان کو تحفہ کو اس صندوق میں رکھ دو۔ میں ایسا کیا پھر میں نے چوہدری صاحب کو دو عدد بوتلیں شہد کی دیں تو فرمانے لگے کہ شہد مجھے پسند ہے قرآن کریم میں اس کا بڑا عمدہ ذکر ہے۔ اچھا میری الماری کے اُوپر کے حصہ کو کھولو اور گنو کہ شہد کی کتنی بوتلیں وہاں ہیں۔ میں نے گنا تو 38 بوتلیں شہد کی وہاں تھیں۔ تو فرمانے لگے اچھا یہ دو بوتلیں بھی وہاں رکھ دو۔ 40 ہو جائیں گی۔ مجھے 40 کا ہندسہ بڑا پسند ہے۔ جب حضرت محمد مصطفی ﷺ کو بنوت ملی تھی تو آپ کی عمر 40 سال تھی۔

جبکہ چوہدری صاحب کی کیا کیا باتیں لکھوں وہ ہمارے لئے ایک خاص نمونہ تھے۔ دین کے فدائی تھے

۔ان کی تقاریر جلسہ سالانہ ربوہ، انگلستان اور ہالینڈ میں ہوتی تھیں ۔ بڑا مزا آتا تھا ۔آپ قرآن کریم کے عاشق تھے ۔حضرت مسیح موعود کی بیعت کرتے وقت آپ کی عمر 16 برس تھی ۔پھر حضرت خلیفہ اوّل سے بڑا پیار تھا۔اللہ کے بعد اطاعت میں خلفاء کی نمبر 1 تھے ۔ذکر الٰہی سیر پر جاتے بھی کرتے تھے

الحمدللہ مجھے ان کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔قصہ یہ ہوا کہ 1967 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ لندن تشریف لائے تھے ان کے ساتھ حضرت قدرت اللہ سنوری ہمارے مکرمی گلزار صاحب کے والد بھی تشریف لائے تھے۔مجھے شوق ہوا کہ میں مولوی قدرت اللہ سنوری جو کہ وانڈز ورتھ میں رہتے تھے ان کے ہاں جا کر حضرت مسیح موعود اور دوسرے خلفاء کی باتیں سنوں میں ان کے گھر گیا۔تو میں نے مولوی قدرت اللہ سنوری سے درخواست کی ،مولوی صاحب آپ تو صحابی ہیں جیسے میرے نانا جان مولوی حافظ نبی بخش صاحب والد حکیم فضل الرحمٰن مربی سلسلہ گھانا اور نائیجیریا تھے آپ کے پاس جا کر ان کی باتیں سنو۔

میں نے وہاں جا کر درخواست کی مولوی آپ دعائیں تو بڑی کرتے ہیں میرے لائق کوئی خدمت ۔مولوی صاحب بڑی بے تکلفی سے بولے پُتر آج بدھ ہے پرسوں جمعہ ہے میں نے جمعہ کی نماز کے لئے مسجد فضل جانا ہے۔میری حجامت ہونے والی ہے مجھے کسی اچھے نائی کے پاس لے جاؤ جو میری حجامت بنا دے ۔میں نے کہا ہمارے گھر کے نزدیک ایک نائی ہے میں آپ کو وہاں لے جاتا ہوں ۔فرمانے لگے کہ کیا وہ عیسائی ہے یا مسلمان ہے ۔میں نے کہا مولوی صاحب یہاں تو سب عیسائی ہیں مسلمان نائی تو یہاں کوئی نہیں ہاں ساؤ تھ ہال میں مسلمان نائی ہوں گے۔وہ یہاں سے کافی دور ہے آپ کے لئے مشکل ہوگا۔تقریباً رونے والی صورت بنالی میں نے عرض کی مولوی صاحب میں پاکستان میں اپنے والد صاحب کے بال کاٹتا تھا اگر اجازت ہو تو میں آپ کے بال بھی کاٹ دوں ۔فرمانے لگے اچھا کل آجانا۔دوسرے دن میں نئی بال کاٹنے کی مشین لی۔کینچی کنگی لی اور بال کاٹنے کے لئے گیا۔

اگلے دن جمعہ تھا۔مولوی صاحب مسجد فضل لندن میں جمعہ کی نماز کے لئے آئے ۔پہلی لائن میں کرسی پر بیٹھے۔پھر وہاں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ مسجد میں تشریف لائے ۔چوہدری صاحب نے مولوی صاحب کو فرمایا ''مولوی صاحب پرسوں تو آپ کے سر کے بال اتنے لمبے تھے اب تو بڑی عمدہ حجامت ہوئی ہوئی ہے یہ کہاں سے بال کٹوائے''۔مولوی صاحب نے میری طرف اشارہ کیا ''یہ اس برخوردار نے کاٹے ہیں''۔چوہدری صاحب فرمانے لگے''رشید تم بال کاٹ لیتے ہو۔تو کل میرے بھی کاٹ دینا میں کیوں نائیوں کے

پاس جاؤں اور وقت ضائع کروں‘‘۔اس دن سے لیکر 1982 تک میں ان کے بال ان کے فلیٹ میں جا کر کاٹتا رہا ۔ہمارے امام بشیر احمد رفیق صاحب مجھے فون کر کے بتا دیتے تھے کہ ملک چوہدری صاحب ہالینڈ سے لندن آ رہے ہیں ۔میری کوشش ہوتی تھی کہ آہستہ آہستہ بال کاٹوں اور ان کی باتیں سنوں ۔ان کی کوشش ہوتی تھی کہ جلدی جلدی کاٹے اور میں جماعتی کتب لکھنے میں مشغول ہو جاؤں ۔الحمدللہ یہ سلسہ 15 سال تک جاری رہا۔پھر چوہدری صاحب کے بھتیجے مکرمی انور احمد کاہلوں لندن آئے انہوں نے چوہدری صاحب کو کہا کہ ’’چوہدری صاحب مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے بال کاٹوں‘‘۔تو چوہدری صاحب نے فرمایا کہ ’’پہلے رشید سے اجازت لو‘‘۔اگر وہ اجازت دے تو ٹھیک ہے تم بال کاٹ لینا‘‘۔اگلے دن چوہدری صاحب مکرمی انور احمد صاحب کے ساتھ میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا ’’رشید اگر تم اجازت دیتے ہو تو کل سے یہ کام ان کے سپرد کر دوں‘‘۔میں نے کہا ’’ٹھیک ہے چوہدری صاحب جیسے آپ کی مرضی‘‘۔پھر چوہدری صاحب انگلستان سے پاکستان تشریف لے گئے وہاں ان کی وفات ہوئی ۔انا للہ وا انا الیہ را جعون ۔ان کی یادداشت بڑی عمدہ تھی ۔قادیان کے حالات جماعتی تاریخی حالات سناتے تھے ۔میرے بھائی ڈاکٹر محمد عبدالسلام کو بار بار تاکید فرماتے تھے کہ افریقہ کے ممالک جائیں ان کو سائنسی تعلیم دیں ۔جب بھائی جان نے اٹلی میں اپنا سائنسی سنٹر کھولا تو آپ بڑے خوش ہوئے ۔کافی تعداد میں کئی غریب ممالک کے طلبا نے علم سائنس میں ترقی کی اور دعائیں دیں۔

حضرت چوہدری صاحب کو قرآن مجید میں بیان کردہ پھل بڑے پسند تھے۔تھوڑے سے انگور،شہد،خربوزہ،انڈا بڑے پسند تھے ۔مرغی کا سالن بڑا پسند تھا ۔بڑی تھوڑی مقدار میں کھانا کھاتے ۔چائے میں سکرین ڈالتے۔کبھی کبھی تھوڑا سا شہد بھی ۔شہد کی مکھیوں کی بڑی تعریف فرماتے ۔فرماتے تھے کہ شہد کی مکھی سے بھی ہمیں سبق سیکھنا ہوگا ۔قرآن کریم اس کا اعلی بیان ہے ۔بار بار فرمایا کرتے تھے کہ تمام انبیاءؑ کے حالات اور ان کی کی ہوئیں دعائیں بچوں کو سناؤ تا کہ وہ جماعت کے لئے اعلیٰ نمونہ بنیں ۔جبکہ رانا صاحب اور کیا لکھوں وہ تو فرشتہ سیرت انسان تھے۔ہم سب ان کی غیر حاضری کو بُری طرح محسوس کرتے ہیں ۔میری آرزو ہے کہ ہمارے M.T.A کے حضرات ان کی تقاریر کو M.T.A کے پروگراموں میں بار بار دکھاتے رہیں ۔اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے سارے خاندان کے درجات بلند کرتا چلا جائے آمین ثم آمین یا ارحم الرحمن ۔اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔برائے کرم حضرت چوہدری صاحب کے خطوط مجھے واپس فرما دیں ان کا ذکر کتاب میں بھی کر دیں ۔جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

امت محمدیہ میں پیغمبروں کا ظلی سلسلہ اور ظہور امام مہدی

(انجینئر محمود مجیب اصغر)



اھدنا الصراط المستقیم



حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

''اھدنا الصراط المستقیم کی دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ظلی سلسلہ پیغمبروں کا اس امت میں قائم کرنا چاہتا ہے مگر جیسا کہ قرآن کریم میں سارے انبیاء کا ذکر نہیں اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا ذکر کثرت سے ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس امت میں بھی مثیل موسیٰ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مثیل عیسیٰ یعنی امام مہدی سب سے عظیم الشان اور خاص ذکر کے قابل ہیں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 455)

مثیل موسیٰ: محمد رسول اللہ

''ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے کہ تمہاری حالت معصیت اور ضلالت پر شاہد ہے اور یہ رسول اسی رسول کی مانند ہے کہ جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔''

(سورۃ المزمل آیت 16 بحوالہ تفسیر مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام جلد 8 صفحہ 244)

جسا کہ توریت میں آنے والے موعود کے بارے میں ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی

''خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔''

(استثناء باب 18 آیت 15 دیباچہ تفسیر القرآن تصنیف لطیف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی صفحہ 68)

مثیل عیسی: ظہور امام مہدی مسیح موعود

''اور (یاد کرو) جب عیسی بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اس کی تصدیق کرتے ہوئے آیا ہوں جو تورات میں میرے سامنے ہے اور ایک عظیم رسول کی خوشخبری دیتے ہوئے جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا پس جب وہ کھلے نشانوں کے ساتھ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا کھلا جادو ہے۔''

(سورۃ الصّف آیت 7 قرآن کریم اردو ترجمہ.. حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع)

احمد رسول (مثیل عیسی امام مھدی)

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول فرماتے ہیں" میں مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (الصّف : 7) کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق مانتا ہوں کہ یہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہے اور وہی احمد رسول ہیں۔"

(ارشارات نور جلد دوم صفحہ 445)

مسیح موعود نبی اللہ

نیز فرمایا "تمام مجددوں میں سے نبی اللہ صرف آپ ہی کے لئے احادیث میں آیا ہے۔" (دیکھو مسلم)

(ارشارات نور جلد سوم صفحہ 259)

"نازل ہونے والے عیسیٰ ن مریم کو حضرت نبی کریم ﷺ نے نبی اللہ فرمایا ہے نیز ان الہامات و وحیوں نے جو مرزا صاحب کو منجانب اللہ ہوئیں۔"

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 400)

حضرت عیسیٰ اور امام مھدی مسیح موعود کے حالات و تعلیمات میں مشابہت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"دانش مندی، حلم، اور درگزر کے ملکہ کو بڑھاؤ، نادان سے نادان کی باتوں کا جواب بھی متانت اور سلامت روی سے دو، یاوہ گوئی کا جواب یاوہ گوئی نہ ہو میں جانتا ہوں حضرت عیسی علیہ السلام کی تعلیم میں بھی کچھ ایسی ہی حکمت عملی تھی کہ اگر ایسا نہ کرتے تو روز ماریں کھاتے پھرتے رومیوں کی سلطنت تھی یہود کے فقیہہ اور فریسی اس کے مقرب تھے اس وقت اگر وہ ایک گال پر طماچہ کھا کر دوسرا گال نہ پھیرتے تو روز ماریں کھایا کرتے اور روز مقدمے ہوتے باوجودیکہ وہ ایسی نرم تعلیم دیتے تھے پھر بھی یہود انہیں دم نہ لینے دیتے تھے اس وقت کی موجودہ حالت انجیل کی تعلیم ہی کو چاہتی ہوگی اس وقت ہماری جماعت کی حالت بھی قریباً ویسی ہی ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 136)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا مندرجہ ذیل شعر بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعث فکر و پریشانی حکام نہ ہو

محمدی سلسلہ کی موسوی سلسلہ پر فضیلت اور مسیح موعود کی تعلیمات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"...اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے مگر شان میں ہزار ہا درجہ بڑھ کر مثیل موسیٰ موسیٰ سے بڑھ کر اور مثیل ابن مریم ابن مریم سے بڑھ کر اور وہ مسیح موعود نہ صرف مدت کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ

کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا جیسا کہ مسیح ابن مریم موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا بلکہ وہ ایسے وقت میں آیا جبکہ مسلمانوں کا وہی حال تھا جیسا کہ مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں کا تھا۔

ضرور ہے کہ تم دکھ دئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ سوان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو تم خدا کی آخری جماعت ہو۔(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 1514)

ازالہ اوہام نصیحت کی باتیں

’’اے میرے دوستو جو میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے اسی سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے ایک طرف سے کوشش ہو گی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ستائے جاؤ اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی اور ہر یک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دکھ دے گا وہ خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ سو تم ااس وقت سن رکھو کہ تمہارے فتحمند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو یا گالی کے مقابل پر گالی دو کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی جن سے خدا تعالی نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی بھی۔‘‘

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 547،546)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تحریرات اور اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ امام مہدی مسیح موعود اور جماعت احمدیہ کے حالات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی جماعت کے حالات ایک طرح کے ہیں کیونکہ ان تعلیمات پر عمل کئے بغیر اس زمانے میں survival ممکن ہی نہیں تھا اور نہ ہی اب ہے بالخصوص پاکستان میں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار







حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی

سابق چیف میڈیکل آفیسر فضل عمر ہسپتال ربوہ

خواجہ محمد افضل بٹ حال یو ایس اے

حالات زندگی

محترم صاحبزادہ صاحب یکم فروری 1918ء کو قادیان میں حضرت سیدہ ام ناصر کے بطن مبارک سے تولد ہوئے۔ ایم بی بی ایس پاس کرنے کے بعد ڈیڑھ سال تک گلینسی میڈیکل کالج امرتسر میں بطور ڈیمانسٹریٹر کام کرتے رہے۔ آپ نے بعدازاں خدمت دین کے لئے اپنی زندگی وقف کردی اور 22 مئی 1945ء کو آپ کا پہلا تقرر نور ہسپتال قادیان میں بطور اسسٹنٹ انچارج میڈیکل آفیسر ہوا۔ تقسیم ملک کے بعد جب مرکز سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ کا قیام عمل میں آیا اور یہاں پر فضل عمر ہسپتال کا قیام عمل میں آیا۔ تو آپ نے یہاں خدمات انجام دینی شروع کردیں۔ 19 مارچ 1959ء سے آپ کو چیف میڈیکل آفیسر کے فرائض سونپے گئے۔ مرکز سلسلہ میں ابتدائی بے سروسامانی کی حالت میں شروع ہونے والے اس ہسپتال کو بعدازاں آپ کے دور میں بڑی ترقی نصیب ہوئی۔ چیف میڈیکل آفیسر کے عہدے پر آپ نے 1983ء تک کام کیا۔ یعنی 24 سال تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

ہسپتال سے فراغت کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب نے گھر پر ہی پریکٹس کا سلسلہ جاری رکھا۔ خالص پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ محترم صاحبزادہ صاحب نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے عہدیدار کے طور پر بھی ایک لمبا عرصہ خدمات انجام دیں۔ جن ایام میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی صدارت کا عہدہ سیدنا حضرت فضل عمر کے پاس تھا۔ ان دنوں عرصہ پانچ سال تک (1954۔1955 تا 1959۔1960ء) (محترم صاحبزادہ صاحب کے بطور نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ خدمات انجام دینے کا موقع ملا۔ 1955ء میں جب سیدنا حضرت فضل عمر علاج کی غرض سے یورپ کے دورہ پر تشریف لے گئے تو محترم صاحبزادہ صاحب کو حضور کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ اس دورے کی تفصیلی رپورٹیں بھی آپ

ارسال کرتے رہے جو الفضل کے صفحات کی زینت بنتی رہیں۔

محترم صاحبزادہ صاحب کو ایک طویل عرصہ تک حضرت فضل عمر اور پھر حضرت امام جماعت احمدیہ) الثالث (اللہ تعالیٰ کی رحمت آپ پر ہو، کے ذاتی معالج کے طور پر خدمات انجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ہر دو مقدس آئمہ کی صحت کی رپورٹ ہر روز آپ کے ذریعے موصول ہوتی تھی سال ہا سال یہ سلسلہ جاری رہا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے صاحبزادہ صاحب موصوف کو جو حضرت بانی سلسلہ کے پوتے اور حضرت فضل عمر کے صاحبزادے تھے۔ اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا کرے۔ آپ کے ساتھ خصوصی محبت کا سلوک کرے اور آپ کے درجات قرب کو ہر لحہ وہر آن بڑھاتا چلا جائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 20 ستمبر 1990ء)

مقدس شخصیات

خاکسار کو یہ سعادت حاصل ہے کہ خاکسار کو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے مقدس وعظیم شخصیات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے دو پوتوں کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ الحمد اللہ

1۔ پہلے پوتے حضرت صاحبزادہ الحاج مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت وجود کے ساتھ۔ جب آپ رحمہ اللہ صدر۔ صدر انجمن احمدیہ وخلافت پر متمکن تھے۔ کام کرنے کی سعادت ہوئی۔ الحمداللہ

2۔ دوسرے پوتے حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب چیف میڈیکل آفیسر فضل عمر ہسپتال ربوہ کے ساتھ تقریباً 20 سال کی رفاقت نصیب ہوئی۔ الحمداللہ

اب یہاں سے چند واقعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ان واقعات کا تعلق کسی نہ کسی رنگ میں میرے پیارے محسن وحسین وجود حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب رحمہ اللہ سے ہے۔

بزرگان کا سمجھانے کا پیارا طریق

حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ خاکسار کو ہی فون کر کے یا چٹ بجھوا کر کام کرنے کا ارشاد فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ رحمہُ اللہ کے مددگار کارکن حنیف احمد صاحب آپ کی چٹ لیکر آئے جس پر چند ادویہ لکھی ہوئی تھیں اور ارشاد تھا کہ "یہ ادویہ فوری بجھوا دیں" میں نے سٹور کیپر کو وہ چٹ دے دی اور تاکید کی کہ یہ ادویہ الگ الگ لفافہ میں ڈال کر لفافہ کے اوپر ادویہ کے نام لکھ کر حنیف صاحب کو دے دیں۔ مگر ایسا نہیں کیا اور سٹور کیپر نے ایک ہی لفافہ میں

سب ادویہ (جو تین چار قسم کی ہونگیں) ڈال کر حنیف صاحب کو دے دیں۔چنانچہ تھوڑی دیر بعد ہی حضرت ناظر صاحب اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ کا آرڈر موصول ہوا کہ: سٹور کیپر کو suspend کر دیا

جائے اور وضاحت دی جائے کہ: 1۔کیا ہر مریض کو ایک سے زائد ادویہ ایک ہی لفافہ میں ڈال کر دی جاتی ہیں ؟2۔کیا اس طریق سے مریض کو کیسے معلوم ہوگا کہ : کونسی دوائی کس وقت لینی ہے؟ 3۔یہ غیر ذمہ دارانہ حرکت کس پر عائد ہوتی ہے۔وغیرہ وغیرہ یہ غیر ذمہ دارانہ حرکت کس کی ذمہ داری ہے۔تعین و رپورٹ حضرت ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب) چیف میڈیکل آفیسر(نے مکرم ناظر صاحب اعلیٰ کی چٹھی پر فوری عمل درآمد کرتے ہوئے سٹور کیپر کو معطل کر دیا اور سٹور کیپر کی سرزنش بھی کی۔اور تحریری جواب طلبی کی گئی۔ سٹور کیپر نے تحریری معافی نامہ لکھ کر دے دیا اور لکھا کہ کام کی زیادتی کیوجہ سے بھول ہوگئی ہے آئندہ غلطی نہ کرنے کا یقین دلاتا ہوں۔مکرم چیف میڈیکل آفیسر صاحب نے اس تحریری معافی نامہ پر معاف کرنے کی سفارش فرمائی اور سٹور کیپر صاحب کو کہا خود یہ چٹھی لیکر مکرم ناظر صاحب اعلیٰ کو ملیں اور مجھے ہدایت فرمائی کہ اس کے ساتھ چلے جائیں۔چنانچہ ہم دونوں مکرم ناظر صاحب اعلیٰ کی خدمت میں پیش ہوگئے۔ابھی ہم نے

کوئی بات نہیں کی تھی کہ آپ نے فرمایا کہ" مجھے پتا ہے کیوں آئے ہیں" اور فرمایا کہ تشریف رکھیں۔آپ بے حد مصروف تھے دفتر کی ڈاک دیکھ رہے تھے چند منٹ بعد آپ سٹور کیپر سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ" آپ میرے ساتھ ایسا کر رہے ہیں تو دوسروں کے ساتھ بھی ایسا ہی کرتے ہونگے"۔دوران گفتگو سٹور کیپر نے معافی نامہ پیش کر دیا۔آپ نے وہ چٹھی لے لی اور فرمایا کہ آئندہ اس قسم کی غلطی کی تو معافی نہیں ہوگی۔ہم سے اور کوئی سوال جواب نہیں کیا۔اجازت حاصل کی اور واپس آگئے۔اس سے اگلے روز مکرم ناظر صاحب اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ کی چٹھی ملی کہ سٹور کیپر کو تاریخ معطلی سے بحال کیا جاتا ہے اور آئندہ محتاط رہیں۔اور اس کے بعد سٹور کیپر صاحب بہت محتاط رہے اور حتی الواسع کوشش کی کہ غلطی نہ ہو۔ہمارے بزرگان کا سمجھانے کا طریق بھی بہت پیارا ہے۔جو ہمیشہ یاد رکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

ناراضگی کا ایک واقعہ

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا خاکسار سے ایک ناراضگی کا واقعہ ہوا ہے اور وہ بھی غلط فہمی کی بناء پر۔اسکے علاوہ کبھی زندگی بھر ناراضگی نہیں ہوئی بلکہ بے انتہا پیار اور دعائیں ہی ملیں۔واقعہ کچھ اس طرح سے ہے کہ: آپ نے اپنی صحت کی خرابی کی بناء پر فضل

عمر ہسپتال سے ریٹائرمنٹ حاصل کرلی۔خاکسار حسب سابق کوٹھی آیا جایا کرتا تھا اور آپ رحمہ اللہ تعالی سے ازراہ شفقت ملاقات ہوجاتی تھی۔خاکسار نے محسوس کیا کہ آپ کے چہرہ پر پہلے جیسی مسکراہٹ اور بشاشت نہیں ۔خاکسار کے پوچھنے پر آپ نے مجھ سے ایک ناراضگی کا ذکر کچھ اس طرح بیان فرمایا کہ" آپ نے فلاں واقعہ بارے مجھ سے بات کیوں نہیں کی" ۔جواب میں میں نے آپ کو ہر ممکن یقین دلایا کہ مجھے اس واقعہ بارے کوئی علم ہی نہیں مگر آپ میرے جواب سے مطمئن نہیں تھے۔اس طرح آپ کا میرے ساتھ پہلے جیسا تعلق اور رابطہ نہ رہا مگر میں نے اپنا رابطہ ہر ممکن رکھا۔محترم صاحبزادہ مرزا عمر احمد صاحب) میاں تانی (اور میں اکٹھے کام کرتے رہے ہیں ان سے میں نے تفصیلی بات کی۔آپ نے یقین دلایا کہ وہ ابا سے بات کریں گے۔حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ سے روٹین کے مطابق فون کرکے کوئی کام کے بارے پوچھتا تھا اور اس واقعہ کے بارے بھی ذکر کیا تھا اور آپ نے بہت ہی ہمدردی کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ سے بات کرنے کا یقین دلایا تھا اور آپ نے بات بھی کی۔

اس واقعہ بارے مکرم مرزا عمر احمد صاحب کا بیان

آپ سے ایک روز ملاقات ہوئی تو آپ نے کہا کہ ابا جان سے میری بات ہوئی ہے،میں نے ابا سے کہا ہے کہ بٹ صاحب سے ہمیشہ اچھا تعلق رہا ہے۔کبھی شکایت نہیں ہوئی۔بٹ صاحب کہہ رہے تھے کہ اس بات کا انہیں کوئی علم نہیں تو آپ ان سے ناراض نہ ہوں۔ابا نے میری ان باتوں کو غور سے سنا اور خاموشی اختیار رکھی کوئی جواب نہیں دیا۔لگتا ہے کہ ابا ناراض ہیں۔

بہرحال میں نے ہر ممکن اپنا ناطہ جوڑے رکھا۔میرا آپ بزرگوں سے بہت پیار کا تعلق رہا ہے ۔میرے اوپر بہت احسانات بھی ہیں۔آخری وقت میں کسی غلط فہمی سے تعلق میں دراڑ پڑ گئی۔خاکسار نے یہ وقت بڑے قرب سے گذارا آپ فرشتہ صفت بزرگ تھے اور آپ کا پدرانہ شفقت میں کوئی کمی برداشت نہیں کرسکتا تھا۔اب اللہ تعالی کے در سے کسی معجزہ کا منتظر تھا۔مجھے اللہ تعالی کے حضور کامل یقین تھا کہ اللہ تعالی میرے ان محسن کے دل میں میرے بارے منصف بن کر آئیگا۔

ادھر معجزہ کا وقت بھی آن پہنچا

خاکسار کا تبادلہ دفتر محاسب میں ہوگیا تھا اور کام شروع کر دیا تھا ان دنوں دفتر محاسب میں ٹیلیفون کا انتظام نہیں تھا۔ہمارے دفتر کے ملحق نظارت امور عامہ میں ٹیلیفون تھا اور وہاں سے بوقت ضرورت فون کرلیا جاتا تھا اور

باہر سے بھی جب کبھی دفتر محاسب کے کسی کارکن کا کوئی فون آتا تھا تو دفتر امور عامہ کے کارکن ہمیں آ کر پیغام دے دیتے تھے۔ایک روز صبح دفتر پہنچا ہی تھا کہ دفتر امور عامہ کے کارکن میرے پاس آئے اور کہا کہ حضرت میاں منور احمد صاحب کا فون آیا ہے کہ ''بٹ صاحب سے بات کروا دیں۔'' خاکسار فورا دفتر امور عامہ کی طرف روانہ ہو گیا اور میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ میرے محسن و بزرگ کو یقیناً اللہ تعالی کی طرف سے کوئی اشارہ ہو گیا ہے اور میرے لئے معجزہ سے کم نہیں ہوگا۔خاکسار نے دفتر امور عامہ میں پہنچ کر فون اٹھایا اور السلام علیکم ورحمہ اللہ کہا تو حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے ''وعلیکم السلام کہا اور فرمایا کہ کیا آپ ابھی کوٹھی تشریف لا کر مل سکتے ہیں؟''۔ میں نے جواباً کہا کہ میں ابھی حاضر ہو جاتا ہوں۔

یہ میری زندگی کا بہترین لمحہ تھا

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کیا آپ ابھی کوٹھی تشریف لا سکتے ہیں؟ تو میں نے آپ کی گفتگو سے اندازہ کر لیا تھا کہ آپ کو سب سے بڑے منصف اللہ تعالی کی طرف سے کوئی سچی آواز آ گئی ہے جو میرے لئے معجزہ سے کم نہیں ہے۔چنانچہ خاکسار نے فون سنتے ہی سائیکل پکڑا اور کوٹھی روانہ ہو گیا۔جب کوٹھی پہنچا اور دروازہ پر دستک دی تو فورا دروازہ کھل گیا اور دیکھا کہ میرے پیارے حضرت ڈاکٹر میاں منور احمد صاحب رحمہ اللہ سامنے کھڑے ہیں اور مجھے اپنے مبارک جسم سے لگا لیا اور کافی دیر تک اپنے مبارک جسم سے لگائے رکھا اور میرے ماتھے پر بوسہ دیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر کمرہ میں لے گئے یہ وہی کمرہ تھا جہاں کسی وقت اکثر کئی کئی گھنٹے ہمراہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ بیٹھ کر ضروری امور سرانجام دیتے تھے مگر اس دن تقریبا 9 یا 10 ماہ بعد) جو مجھے سالوں محسوس ہو رہا تھا(اس کمرہ میں داخل ہونا نصیب ہوا۔الحمداللہ

جب حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے ہمراہ کمرہ میں داخل ہوئے تو سامنے ایک چھوٹی میز اور دو کرسیاں تھیں۔ میز کے اوپر چائے دانی ،چینی دانی،دو کپ تھے۔حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور دوسری کرسی پر مجھے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور میں بھی بیٹھ گیا۔ خاکسار حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ سے عرض کرنا چاہتا تھا مگر کچھ کہہ نہ پایا تھا کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

آج رات میں نے خواب دیکھی اور مجھے آواز آئی جیسے کوئی کہہ رہا ہو کہ ''بٹ صاحب بے قصور ہیں اور قابل اعتماد ہیں ،اس کے ساتھ اسی طرح تعلق رکھیں جس طرح پہلے تھا۔''

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ''میں نے صبح ہوتے ہی بچوں کو کہہ دیا ہے کہ بٹ صاحب کے ساتھ اسی طرح تعلق رکھیں جس طرح پہلے تھا۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے مجھے بھی فوری بلا کر آگاہ کرنا ضروری سمجھا۔''

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ سے 9 یا 10 ماہ بعد ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔ آپ کے نورانی چہرے پر حسین تبسم اور بشاشت تھی، میری زندگی کے خوبصورت لمحات تھے ان حسین لمحات کو الفاظ میں ادا کرنا ناممکن ہے۔

آپ نے خود چائے بنائی

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ باتیں بھی فرماتے رہے اور آپ نے چائے دانی سے کپ میں چائے بھی ڈالنی شروع کر دی تو میں چائے دانی پکڑنے کیلئے آگے بڑھا تو آپ نے چائے دانی نہ پکڑنے دی اور فرمایا کہ میں خود ڈالوں گا آپ میرے مہمان ہیں اس طرح آپ نے کپ میں چائے ڈال کر کپ اپنے دست مبارک سے مجھے پکڑایا تو پھر میں اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا، تو پھر کیا تھا، میری آنکھیں اشک بار تھیں، میری یہ حالت دیکھ کر پھر مجھے اپنے جسم مبارک کے ساتھ لگا لیا اور کافی دیر تک پیار کرتے رہے۔ ایسا حسین وجود جو ماں باپ سے بڑھ کر پیار کرنے والا اور خیال رکھنے والا ہو وہ خوش نصیبوں کو ہی مل سکتا ہے۔ میرے یہ آنسو خوشی کے تھے، اللہ تعالی کے شکرانہ کے تھے بے شک اللہ بہترین منصف ہے۔

اس بیان کے مصدق

چند روز بعد مکرم صاحبزادہ مرزا عمر احمد صاحب المعروف میاں تانی ملے۔ انہوں نے فرمایا کہ ابا نے بلا کر کہا ہے کہ بٹ صاحب کے ساتھ اسی طرح تعلق رکھیں جس طرح پہلے تھا۔ گویا ابا جان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اشارہ ہو گیا ہے۔ ابا جان بہت مطمئن نظر آ رہے تھے۔

ذکر خیر محترم مرزا عمر احمد صاحب

مکرم صاحبزادہ مرزا عمر احمد صاحب بہت محبت کرنے والا وجود تھا۔ آپ کے چہرہ پر ہمیشہ تبسم دیکھی، بہت کم گو اور دھیمے مزاج کے تھے۔ ہم نے فضل عمر ہسپتال میں کافی عرصہ اکٹھے کام کیا ہے۔ آپ ہی مجھے لوکل انجمن احمدیہ)دفتر عمومی(میں خدمت سلسلہ کا کام کرنے کی ترغیب دلا کر لائے تھے اور شعبہ امور عامہ میں جز وقتی فرائض سرانجام دینے کی توفیق ملی اور بہت سے تنازعات کو صلح صفائی سے حل کئے۔ محترم بزرگوارم چوہدری اللہ بخش صادق صاحب صدر عمومی کے زیر نگرانی خدمت کا موقع ملا۔ اللہ تعالی ہمارے پیارے میاں تانی کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطاء فرمائے۔ آمین آپ کی افسوسناک

خبر بے حد رنج وغم کے ساتھ) دیارِ غیر میں سن کر بہت دکھ ہوا تھا(آپ چھوٹی عمر میں ہی اللہ تعالی کے پاس پہنچ گئے۔اناللہ وان الیہ راجعون

ہسپتال سے تبادلہ کی کوشش

حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منوراحمد صاحب چیف میڈیکل آفیسر کی ریٹائرمنٹ کے بعد میرا ہسپتال میں کام کرنے کو دل نہیں کرتا تھا۔میں نے تبادلہ کی کوشش شروع کردی۔مکرم ایڈمنسٹریٹر صاحب ہسپتال سے تبادلہ کی بات کی تو وہ راضی نہ ہوئے۔مکرم ناظر صاحب دیوان سے درخواست کی مگر وہ بھی نہ مانے۔اس طرح میں تبادلہ کروانے میں ناکام رہا۔اب ایک رستہ رہ گیا تھا کہ مکرم ناظر صاحب اعلیٰ) حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (تک رسائی حاصل کی جائے۔بے شک حضرت میاں صاحب سے شناسائی تھی مگر پھر بھی میں سمجھتا تھا کہ یہ آخری کوشش ہوگی۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر مکرم ناظر صاحب اعلی میرے تبادلہ کیلئے راضی نہ ہوئے تو پھر کبھی تبادلہ نہ ہوگا۔

حضرت ناظر صاحب اعلی سے ملاقات

خاکسار حضرت میاں منصور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی ناظر اعلی صدر انجمن احمد یہ سے جب کبھی ملنے گیا تو آپ نے میرے ساتھ ازراہ شفقت بہت محبت اور پیار کا سلوک فرمایا اور ہمیشہ میری بات کو بہت ہمدردی سے سنا اور وہ کام بھی کردیا۔اسی امید سے تبادلہ کروانے کی درخواست لے کر حاضر ہوا۔خاکسار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔آپ ڈاک ملاحظہ فرما رہے تھے اور مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ کیا کام ہے۔؟میں نے اپنی گزارش پیش کی تو آپ نے فرمایا کہ ” کیوں تبادلہ چاہتے ہیں۔“ میں نے عرض کیا کہ میرا ہسپتال میں کام کرنے کو دل نہیں کرتا۔آپ نے مجھے بہت محبت سے سمجھایا کہ تبادلہ نہ کروائیں اگر کوئی مشکل ہے تو وہ بتلائیں۔خاکسار نے عرض کیا کہ کوئی اور وجہ نہیں بس تبادلہ کروادیں کچھ توقف کے بعد ازراہ شفقت فرمایا کہ اگر تبادلہ ہی کروانا چاہتے ہیں تو میری طرف سے ناظر صاحب دیوان کو کہہ دیں کہ تبادلہ کردیں۔خاکسار آپ کا یہ زبانی پیغام مکرم ناظر صاحب دیوان) مکرم میجر عبدالقادر صاحب) کو پہنچانے کی غرض سے ان کے پاس پہنچا تو وہ ماننے کیلئے تیار نہ ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ وہ خود مکرم ناظر صاحب اعلی سے بات کریں گے۔چونکہ حضرت ناظر صاحب اعلی سے تازہ تازہ بات ہوئی تھی اس لئے میں نے مکرم ناظر صاحب دیوان سے عرض کیا کہ آپ ابھی مکرم ناظر صاحب اعلی سے بات کرلیں۔مکرم ناظر صاحب دیوان نے میری بات سے

اتفاق کیا اور مکرم ناظر صاحب اعلیٰ سے ملنے کے لئے چل پڑے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔جب مکرم ناظر صاحب دیوان مکرم ناظر صاحب اعلیٰ کے سامنے پیش ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہی پیش ہو گیا تو حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے مکرم ناظر صاحب دیوان کو دیکھتے ہی فرمایا کہ مجھے پتا ہے آپ کیوں آئے ہیں۔مکرم ناظر صاحب دیوان نے کہا کہ جی میرے لئے کیا ہدایت ہے۔حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جہاں چاہتے ہیں تبادلہ کر دیں۔الحمد اللہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی شفقت اور مہربانی سے میرا تبادلہ دفتر محاسب میں کر دیا گیا۔

اس واقعہ کے بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب رحمہ اللہ کی شفقت اور پیار سے محرومی خاکسار کے تبادلے کا باعث بنی۔

گمنام چٹھی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں ایک گمنام چٹھی موصول ہوئی۔وہ چٹھی حضور ایدہ اللہ نے مکرم چیف میڈیکل آفیسر صاحب کو بھجوادی چونکہ شکایت کنندہ کا اس چٹھی پر نام و پتہ نہیں تھا اس لئے اس پر کوئی کارروائی نہیں ہو سکتی تھی حضور ایدہ اللہ نے کارروائی کا ارشاد بھی نہیں فرمایا تھا۔شکایت کنندہ نے ذاتی عناد یا حسد کی بناء پر من گھڑت باتیں منسوب کیں۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے اس چٹھی کو فائل کرنے کی ہدایت فرمائی۔مگر میرے اصرار پر حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے تحقیق کیلئے ایک سینئر ڈاکٹر صاحب کی ڈیوٹی لگادی۔شکایت کنندہ اپنی گمنام چٹھی میں لکھتا ہے کہ

1۔فضل عمر ہسپتال کا اکاؤنٹنٹ بڑی ٹھاٹھ باٹھ، پینٹ ٹائی میں ہوتا ہے اور بڑا قیمتی لباس پہنتا ہے۔

2۔جس کوارٹر میں رہائش پذیر ہے بہت بڑا ہے اور رنگ وروغن کیا ہوا ہے۔

3۔ان کے کوارٹر میں 24 گھنٹے پانی آتا ہے اور دوسروں کو پانی پینے کیلئے نہیں ملتا۔

4۔اس کے کمروں میں قیمتی قالین بچھے ہوئے ہیں اور ہر کمرے میں ائر کنڈیشنر، ٹی وی اور فرج ہیں۔

خاکسار نے شکایت کنندہ کے ہر آئٹیم کا جواب لکھ کر دے دیا کہ مجھ پر جو الزامات لگائے گئے ہیں وہ سب غلط ہیں۔کسی بات میں صداقت نہیں۔

رپورٹ انکوائری کمیٹی

شکایت کنندہ کی رپورٹ جھوٹ پر مبنی ہے انہیں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جس کی شکایت کی گئی ہے۔بلکہ حیرت ہوئی ہے کہ ان کے پاس ابتدائی ضروریات کی اشیاء یعنی

فرج اور ٹی وی تک نہیں اور کسی کمرہ میں قالین اور ائیر کنڈیشنر نہیں ۔حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے انکوائری رپورٹ حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں بھجوادی نیز مجھے ارشاد فرمایا کہ میرے ذاتی حساب سے فرج خرید لیں۔حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے ارشاد پر عمل نہ کرسکا تو پھر مجھے پوچھا گیا کہ ابھی تک فرج کیوں نہیں خریدی؟ اسپر میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے آسان اقساط میں قرض دے دیں۔حضرت میاں صاحب کی شفقت تھی کہ مجھے فرج خریدنا نصیب ہوا۔

اندازِ شفقت کچھ یوں بھی ہوتے ہیں

مکرم چوہدری فضل احمد صاحب مرحوم میرے گہرے دوست تھے اور جب کبھی شکار یا کوئی اور پروگرام بناتے تو مجھے ضرور شامل کرتے۔ایک مرتبہ چھٹیوں میں مرکز ربوہ میں خدام الاحمدیہ کا تربیتی پروگرام تھا اور اس کے اختتام پر خدام الاحمدیہ کی ’’یکووالہ بنگلہ‘‘ نہر پر پکنک کا پروگرام تھا مکرم چوہدری صاحب موصوف میرے پاس تشریف لائے اور پکنک جانے کا کہا۔میں نے اپنی ہسپتال میں مصروفیات کے باعث معذرت کی مگر محترم چوہدری صاحب کے اصرار پر پکنک پر جانے کی رضامندی ظاہر کردی اور میں نے اپنے ساتھ ہسپتال نرسنگ سٹاف کے مکرم ضیاء الدین حمید صاحب کو بھی لے جانے کا کہہ دیا۔حسب پروگرام پکنک پر چلے گئے ہمارے علاوہ چوہدری صاحب کے ساتھ دولڑکے اور بھی تھے جن کو ہم نہیں جانتے تھے۔ہم نے پکنک پر خوب انجوائے کیا۔اور ہم سب شام کو واپس ربوہ آ گئے۔اگلے روز خاکسار حسب معمول ہسپتال کام پر آ گیا تقریباً 10 بجے صبح فون کی گھنٹی بجی میں نے رسیور کان کو لگایا۔سیدنا پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی آواز تھی میں نے آواز پہچان لی تھی چونکہ اس عاجز کو پیارے آقا کے زیر سایہ کافی عرصہ کام کی سعادت نصیب ہوئی۔آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ" آپ افضل بٹ ہیں" خاکسار نے عرض کیا۔جی حضور۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابھی مجھے ملیں’’ خاکسار حضور ایدہ اللہ کے ارشاد کی تعمیل میں فوری چل پڑا اور خاکسار نے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کو حضور ایدہ اللہ کے فون بارے بتلایا کہ حضور نے مجھے بلایا ہے حضرت میاں صاحب نے چند نصائح اور ہدایات دیں ۔اس کے بعد خاکسار قصر خلافت کی طرف روانہ ہو گیا اور چند منٹوں میں قصر خلافت پہنچ گیا۔مکرم محمد سلیم احمد صاحب کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری ملاقاتیں کروا رہے تھے میں نے انہیں کہا کہ حضور ایدہ اللہ نے بلایا ہے اور مکرم محمد سلیم احمد صاحب نے مجھے حضور سے ملاقات کیلئے اندر جانے دیا۔اور پیارے آقا سے مصافحہ

کا شرف حاصل ہوا اور مجھے دو معززین کے درمیان خالی کرسی پر بیٹھنے کا ارشاد ہوا اور میں بیٹھ گیا۔

حضور: آپ میرے ساتھ بہت اچھا کام کرتے رہے ہیں اب کیسا کر رہے ہیں؟

جواب: پیارے حضور اپنی بساط سے بڑھ کر کوشش کرتا ہوں کہ اچھا کام کروں۔

حضور: ٹھیک ہے کل آپ پکنک پر گئے تھے؟

جواب: جی حضور

حضور: آپ کے ساتھ کون کون تھے؟

جواب۔ حضور میرے علاوہ ضیاء الدین صاحب، چوہدری فضل احمد صاحب، دو لڑکے اور تھے جو چوہدری فضل احمد صاحب کے ساتھ آئے تھے جن کو میں نہیں جانتا۔

حضور: ان دو لڑکوں کے نام کیا ہیں اور کہاں رہتے ہیں؟

جواب: حضور مجھے ان کے نام اور رہائش کا علم نہیں۔

حضور: ان کے نام اور رہائش کا پتہ کر کے لکھیں۔

اس کے بعد پیارے آقا سے مصافحہ کیا اور واپس ہسپتال آ گیا اور حضرت میاں منور احمد صاحب رحمہ اللہ کو حضور انور سے ملاقات کی روائیداد سنادی۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں چٹھی لکھ کر مجھے دکھلائیں۔ چنانچہ چٹھی لکھ کر ہم دونوں نے دستخط کر کے یہ چٹھی حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کو دے دی۔ آپ نے فرمایا کہ خود حضور اقدس کی خدمت میں پیش فرمائیں گے اور اگر ضرورت پڑی تو آپ وضاحت فرمادیں گے۔ آپ کے مبارک وجود کا اپنے ادنی کارکن کیلئے کس قدر پیار اور محبت کا اظہار ہے میرے ساتھ تو آپ سے بڑھ کر پیار فرماتے تھے۔ کافی دن گزر جانے کے بعد آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ نے یہ چٹھی حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کرنی چاہی تو حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ

''میں ان کو اچھی طرح جانتا ہوں کوئی ایسی بات نہیں۔''

الحمد اللہ کہ ہمارے پیارے خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کو ہمارے اوپر بہت اعتماد کا اظہار ہے۔ ہمارے لئے بہت بڑی بات تھی۔ اس طرح ہمارے اوپر بھی ذمہ داری بڑھ گئی کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو احسن طور پر ادا کرنے والے بنیں۔ آمین

حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کے شفقت و محبت کے واقعات

خاکسار کو اپنے باغیچہ میں باغبانی کرتے ہوئے گہرے گڑھے میں گرنے سے کمر میں شدید چوٹ آئی اور درد نا قابل برداشت تھی۔ پیارے حضرت میاں

صاحب رحمہ اللہ نے ازراہ شفقت اپنی نگرانی میں ریڑھ کی ہڈی کے ایکسرے لئے اور ریڑھ کی ہڈی میں نچلے حصہ کے معروں میں Dislocation تشخیص کی اور مجھے فوری طور پر ایمبولینس پر فیصل آباد کے ہڈیوں کے ماہر سپشیلسٹ ڈاکٹر کے پاس بھجوایا اور آپ رحمہ اللہ نے ڈاکٹر صاحب کو فون کر کے صورت حال سے آگاہ کر دیا اور مجھے ڈاکٹر صاحب کے نام چٹھی لکھ کر دے دی۔ جب ہم فیصل آباد پرائیویٹ ہسپتال پہنچے اور ڈاکٹر صاحب کو حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی چٹھی دی تو انہوں نے میرا فوری معائنہ کیا اور ایکسرے اور دیگر ٹیسٹ کروائے تو انہوں نے بھی Dislocation ہی تشخیص کی۔ ڈاکٹر صاحب نے میڈیسن تجویز کیں اور بیلٹ Belt باندھنے کا کہا اور فرمایا کہ فلاں دوکان پر چلے جائیں وہ آپ کی کمر کی پیائش لیکر بیلٹ Belt تیار کر دیں گے اور چند دن بعد خود آ کر چیک کروا کر لے جائیں اور باقاعدگی سے باندھیں۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ میں واپس جانا چاہتا ہوں اور آپ کی تجویز کردہ میڈیسن اور بیلٹ Belt بارے اپنے چیف میڈیکل آفیسر صاحب کو مطلع کر دوں گا اور ان کی ہدایت کے بعد کسی روز آ کر بیلٹ بنوالوں گا۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مجھے ہسپتال ربوہ کے چیف میڈیکل آفیسر صاحب کا فون آ گیا تھا کہ اگر بیلٹ کی ضرورت ہوئی تو وہ بھی بندوبست کر دیں اسکے بعد میں بیلٹ کی پیائش دیکر واپس آ گیا۔ اگلے روز حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ اپنی رہائش گاہ سے ہسپتال آتے ہوئے پہلے میری رہائش گاہ کوارٹر صدر انجمن احمدیہ تشریف لے آئے۔ آپ رحمہ اللہ کی اچانک آمد سے ہم سب کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ مجھے تو وہ حدیث یاد آ گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”رحم کرنے والوں پر رحمان خدا رحم کرے گا تم اہل زمین پر رحم کرو۔ آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔“

(ابوداود کتاب الادب باب فی الرحمہ)

رحم اور احساس میرے بہت ہی پیارے عزت مآب حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کا طرہ امتیاز تھا۔ جو ہر انسان کیلئے یکساں بابرکت وجود تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے مجھے ہارڈ بیڈ استعمال کرنے اور بیلٹ باقاعدگی سے باندھ کر رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ اور صحت یاب ہونے تک ہسپتال کی ڈیوٹی سے رخصت عطاء فرمائی۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ متعدد بار ہمارے کوارٹر میں اچانک تشریف لا کر چیک کرتے رہے کہ ہدایات کے مطابق عمل کر رہا ہوں کہ نہیں۔ وقفہ وقفہ سے گھر پر ہی ریڈیوگرافر کو بھیج

کرا ایکسرے لیتے رہے۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے محبت وپیاراورشفقت سے آنمکرم کی خصوصی توجہ اوردعاوں سے بفضلہٖ تعالی بہتر ہوگیا تھا اور ڈیڑھ ماہ کے اندر ہلکا پھلکا کام شروع کردیا تھا اوردوماہ بعد ڈیوٹی پر حاضر ہوکر کام شروع کردیا۔ میں پیارے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی محبت بھری یادوں کی خوشبو سے معطر لمحات کو زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔



پیارے میاں صاحب رحمہ اللہ نے ہمشیرہ کے علاج میں بہت خیال رکھا۔ خاکسار کی ہمشیرہ محترمہ امتہ المجید بیگم صاحبہ کو بریسٹ کینسر ہوگیا۔ حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے ازراہ شفقت علاج کے سلسلہ میں بہت خیال رکھا اور ہر ممکن علاج فرماتے رہے اور ادویات اور سچی بوٹی کے استعمال کے ساتھ ساتھ لاہور سے ریڈی ایشن اور دیگر ٹیسٹ کی سہولیات باہم پہنچائیں چونکہ خاکسار کی ہمشیرہ ربوہ میں ہی رہائش پذیر تھیں اور محترم ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب نے بھی ازراہ شفقت باقاعدگی سے صبح وشام معائنہ فرماتے رہے بلکہ جس وقت زیادہ تکلیف ہوتی تھی آپ کو فون کر کے اطلاع کی جاتی اور آپ فوری تشریف لے آتے اور جو مناسب سمجھتے علاج فرماتے۔ پیارے محترم میاں صاحب نے مجھے بارہا فرمایا کہ جس وقت ضرورت محسوس کریں خواہ رات ہی کیوں نہ ہو فون پر اطلاع کر دیا کریں۔

ایک مرتبہ ہمشیرہ آدھی رات کو بڑی تکلیف تھی اور بے چینی محسوس کر رہی تھیں اور میں صبح ہونے کی انتظار میں تھا اور صبح فجر کے وقت فون کیا گیا اور آپ فوری تشریف لے آئے جب آپ نے ہمشیرہ کی حالت دیکھی تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ پہلے کیوں نہیں اطلاع کی۔ ایک وقت ایسا آ گیا کہ ہمشیرہ صاحبہ درد کی شدت کی وجہ سے سخت بے چین تھیں۔ چہرہ پر سوجن نمایاں تھی جب ہمشیرہ کی بے چینی، بے قراری دیکھی نہ گئی تو رات تین، چار بجے محترم میاں مبشر احمد صاحب کو فون کیا اور آپ کو فوری اٹھایا اور صورت حال بتلائی تو آپ نے فرمایا کہ میں آ رہا ہوں تھوڑی دیر بعد تشریف لے آئے اور ہمیشرہ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ ہسپتال داخل کروا دیں۔ ایمبولینس بھی منگوالی اور ہسپتال داخل کر لیا گیا۔ پیارے میاں صاحب نے ہر ممکن کوشش کی۔ ٹیکے اور دوسری ادویات، ڈرپس وغیرہ دی جارہی تھیں۔ محترم میاں صاحب نے نرسنگ سٹاف (فی میل) کو ہدایت کر دی تھی کہ ان کے پاس ہر وقت رہیں۔ ہم سب دعاوں میں مشغول تھے جوں جوں

وقت گزر رہا تھا ہمشیرہ کی حالت خراب ہوتی جارہی تھی۔ محترم میاں صاحب رحمہ اللہ ہر ممکن کوشش کررہے تھے اور تشویش کا بھی اظہار فرمارہے تھے۔تین چار روز ہسپتال داخل رہیں۔ بآخر مورخہ 13 دسمبر 1988ء کو اللہ کے پاس پہنچ گئیں۔اناللہ و انا الیہ راجعون۔

ہمشیرہ سب کی ہر دل عزیز تھیں ۔بہت نیک سیرت ،دعا گو اور تہجد گزار تھیں۔آپ نے لمبی تکلیف کو صبر سے گزارا۔کبھی ناشکری کے الفاظ زبان پر جاری نہیں ہوئے تھے۔زندگی کے آخری سانس تک نماز کو ترک نہیں کیا۔اللہ تعالی آپ کو جنت الفردوس کا اعلی مقام عطا فرمائے۔آمین

آپ موصیہ تھیں۔وصیت نمبر 19122 ہے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

میری مخالفت میں رپورٹ اور پدرانہ شفقت

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالی کی خدمت میں سلمہ نامی عورت نے میرے متعلق شکایت کی کہ میں حافظ آباد میں رہتی ہوں اور میں فضل عمر ہسپتال کے اکاونٹنٹ کے آفس میں صدقہ برائے نادار مریضان کے علاج کیلئے رقم دینے گئی اور رقم اکاونٹنٹ نے اپنے پاس رکھ لی اور رسید نہیں دی۔میں اکاونٹنٹ سے رسید کا مطالبہ کررہی تھی کہ اسی اثناء میں ایک آدمی آیا جس کے ہاتھ میں رنبہ) کھرپا(تھا اور اس نے مجھے آتے ہی دھمکی دی کہ چلی جاو یہاں سے ورنہ سر پھاڑ دونگا۔میں اس شخص سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں مجھے رنبہ ہی نہ ماردے وہاں سے جان بچا کر واپس حافظ آباد آ گئی۔

حضور ایدہ اللہ تعالی نے بغیر ریمارکس کے یہ شکایتی چٹھی حضرت ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو بھجوادی اور حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے یہ چٹھی کارروائی کی بجائے اپنی میز کی دراز میں رکھ لی۔کافی روز بعد مجھے کوئی اور چیز دراز سے تلاش کرنے کا کہا تو میری نظر اس چٹھی پر پڑی اور میں نے حضرت میاں صاحب سے اس پر کارروائی کرنے کا کہا تو آپ نے فرمایا کہ حضور انور ایدہ اللہ نے کوئی کاروائی کا ارشاد نہیں فرمایا اور شکایت کنندہ نے ڈرامانہ انداز اختیار کیا ہے اس چٹھی کو فائل کردیں۔ مگر میں نے شکایت کنندہ کی چٹھی حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے دستخطوں سے مکرم ناظر صاحب امور عامہ کو برائے تحقیق و کارروائی بھجوادی۔

مکرم ناظر صاحب امور عامہ نے یہ چٹھی انچارج صاحب مربی سلسلہ)مولانا سید احمد علی شاہ صاحب (گوجرانوالہ، حافظ آباد کو بھجوادی کہ سلمہ نامی عورت کا بیان لیکر اپنی تصدیق کے ساتھ رپورٹ کریں تقریبا دوماہ بعد مکرم ناظر صاحب امور عامہ کی طرف سے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالی کو رپورٹ ملی کہ مکرم مربی انچارج

گوجرانوالہ، حافظ آباد کی طرف سے رپورٹ ملی ہے کہ سلمہ نام کی کوئی احمدی خاتون حافظ آباد یا گوجرانوالہ میں نہیں اس سلسلہ میں لجنہ اماء اللہ اور حلقہ جات کے صدور صاحبان سے رابطہ کیا گیا ان کی رپورٹس کے مطابق اس نام کی کوئی خاتون نہیں اور تجنید میں بھی نام نہیں۔ ہر جمعہ میں اعلان کیا جاتا رہا کہ سلمہ خود اعلان سن رہی ہوں تو وہ اپنے حلقہ کی صدر لجنہ سے رابطہ کریں یا کسی شخص کو اس نام کی خاتون کا علم ہو تو اپنے حلقہ کے صدر جماعت اور صدر لجنہ کو اطلاع دیں۔ پوری کوشش کرنے کے باوجود سلمہ نامی خاتون کا علم نہیں ہو سکا۔ تجنید میں بھی نام نہیں۔ بلکہ اس نام کی خاتون کوئی احمدی نہیں۔ نظارت امور عامہ کی طرف سے مندرجہ بالا رپورٹ موصولہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو بھجوا دی گئی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے یہ رپورٹ واپس آئی جس پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے صرف Sign تھے۔

گاڑیوں کی خرید وفروخت

فضل عمر ہسپتال کیلئے گاڑیوں کی خرید کرنی ہوتی یا پرانی گاڑیوں کی فروخت کرنی ہوتی تو کافی رابطوں اور سوچ و بچار کے بعد جب پوری تسلی ہو جاتی کہ اب یہ فضل عمر ہسپتال کے مفاد میں ہے تو فیصلہ کیا جاتا تھا۔

ٹیوٹا کرولا کار کی خرید

فضل عمر ہسپتال کی ضرورت کیلئے گاڑی کی خرید کرنی تھی حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب چیف میڈیکل آفیسر نے فرمایا کہ لاہور جانا ہے اور مجھے ہدایت فرمائی کہ میں بھی ساتھ جاونگا۔ چنانچہ پروگرام کے مطابق ’’لطیف موٹرز‘‘ کمپنی لاہور آفس پہنچ کر مینجر صاحب سے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی بات ہوئی اور ٹیوٹا کرولا) سرخ رنگ (پسند کی گئی اور اس کی قیمت حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ طے ہو گئی اس وقت غالباً ایک لاکھ بیس ہزار روپے قیمت طے ہوئی تھی اور انہوں نے چند دن بعد کار تیار کر کے Handover کرنے کا کہا۔ اس کے بعد ہمراہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ لاہور سے فضل عمر ہسپتال کیلئے ادویہ اور دیگر ضروری سامان خرید کیا گیا اور ہم سب شام تک بخیر و عافیت واپس ربوہ پہنچ گئے۔

ٹیوٹا کرولا لاہور سے لانے کیلئے روانگی۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے ہدایت فرمائی کہ خاکسار لاہور سے ٹیوٹا کرولا کار لے آئیں اور محکمہ سے رجسٹر کروا کر 313 نمبر حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ حسب ہدایت ایک لاکھ دس ہزار روپے کا ڈرافٹ ’لطیف موٹرز‘‘ کمپنی لاہور کے نام بنا لیا گیا اور بقیہ دس ہزار روپے نقد کمپنی کو ادا کرنے کیلئے خاکسار کو دے دیئے گئے۔ ربوہ

سے روانہ ہو کر سیدھے لاہور کمپنی پہنچے اور مکرم مینیجر صاحب سے ملاقات ہوئی اور ڈرافٹ چیک ایک لاکھ دس ہزار روپے انہیں دے دیا گیا۔ مکرم مینیجر صاحب نے بقیہ رقم دس ہزار روپے ادا کرنے کا کہا اور خاکسار نے انہیں کچھ اس طرح سے جواب دیا۔

غیر ارادی طور پر دلچسپ گفتگو

خاکسار نے مکرم مینیجر صاحب کو کہا کہ میرا کمیشن؟ مینیجر صاحب حیرت سے میرا منہ تکنے لگے۔ اور کچھ وقفہ کے بعد بولے ہم کمیشن نہیں دیتے۔ میں نے اصرار کیا تو مینیجر صاحب نے کہا کہ میں نے جس کو دینے کا وعدہ کیا ہے ان کو کیسے ادا کرونگا۔ اس پر میں نے کہا کہ وہ غیر متعلقہ شخص کون ہے۔ اکاونٹنٹ میں ہوں اور آپ کو ادائیگی کر رہا ہوں۔ مجھے کمیشن ملنا چاہیے۔ آپ اس شخص کا نام بتلائیں جو آپ سے کمیشن کا مطالبہ کر رہا ہے۔ مگر اس نے نام نہیں بتایا البتہ میں سمجھ گیا تھا۔ بہر حال مینیجر صاحب نے دس ہزار روپے کا مطالبہ نہ کیا اور میں نے انہیں کہا کہ کل بل سے اس رقم کو منہا کر دیں مگر وہ اسطرح رقم منہا کرنے کیلئے تیار نہ ہوئے کیونکہ اس طرح گاڑی کی اصل قیمت میں ردوبدل ہو جاتا تھا۔ چنانچہ واپس ربوہ پہنچ کر یہ رقم حضرت میاں صاحب کی خدمت میں پیش کر دی اور سارا قصہ سنا دیا گیا۔

گاڑی کی رجسٹریشن

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی خواہش تھی کہ گاڑی کا رجسٹرین نمبر 313 حاصل کیا جائے۔ خاکسار نے رجسٹریشن آفس پہنچ کر معلومات لیں تو معلوم ہوا کہ 313 نمبر کسی کو الاٹ ہو چکا ہے۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ سے فون پر رابطہ کر کے آگاہ کیا گیا کہ 3313 نمبر مل سکتا ہے آپنے اس کی منظوری فرمائی اور اس کار ٹیوٹا کرولہ کا نمبر 3313 الاٹ کروا کر واپس ربوہ چلے آئے۔

گاڑی فروخت

ایک وقت ایسا آیا کہ اس کار کو فروخت کر دیا گیا یہ گاڑی حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب مرحوم و مغفور نے خرید لی۔ یہ صرف ایک مثال پیش کی ہے اسی طرح دوسری گاڑیوں کے قصہ ہیں اور ہمیشہ ہسپتال کا مفاد پیش نظر رہا ہے۔ الحمد للہ

اب کھلیں گے دل کے پھول

آخر پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالی کا خاص فضل ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کو مجھ پر اعتماد تھا اور میرے ساتھ ہر بات Share فرماتے تھے۔ خاکسار کو ذاتی اور ہسپتال کے اہم اور ضروری امور سرانجام دینے کا ارشاد فرماتے۔ خاکسار کی ہر ممکن کوشش ہوتی تھی کہ آپ رحمہ اللہ کے اعتماد پر پورا

اتروں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیابی بھی حاصل ہوئی۔

خاکسار عرض کرے گا کہ ایسے نیک اور خدا ترس اور بنی نوح انسان کی مخلصانہ خدمت کرنے والے وجود بہت کم ہوتے ہیں اور ایسے مبارک وجود بہت کم ملتے ہیں۔ خاکسار اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہے کہ اس عاجز کو ایسے خدا ترس اور انسان دوست کے زیر سایہ کام کرنے کا موقعہ نصیب ہوا۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے بارے جو لکھا وہ نہ ہونے کے برابر ہے ابھی بہت واقعات ہیں جن کا ذکر کیا جاسکتا ہے اور بعض ایسے امور بھی ہیں جن کا اظہار نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ ایسا وجود تھا کہ بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ عرض ہے کہ جماعت احمدیہ کی برکات سے اور اگر ایسی شخصیت میسر آجائے تو گویا ذاتی شخصیت کی بناء کام کو چار چاند لگ جائیں گے اور خوب پروان چڑھیں گے۔ جیسے آپ رحمہ اللہ کی ذاتی شخصیت سے جماعت کے لوگوں کے عطیہ جات سے فضل عمر ہسپتال کی تعمیر میں توسیع بعض عمارت کے وینگز ICU، سرجیکل وارڈز، پرائیویٹ فیملی رومز، ہسپتال کی ایمبولینس اور بہت کچھ۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس حسین وجود پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین



آ ؤ بلبل کہ مل کے نالہ کریں

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

مالِ دل دے دیا فقیر ہوئے
اس فقیری میں ہم اسیر ہوئے

جب سے دیکھا ہے روئے یارِ ازل
بت میری آنکھ میں حقیر ہوئے

ان نگاہوں نے کردیا گھائل
جگر و دل کے پار تیر ہوئے

زاہدو تم سے دل ملے کیونکر
تم ہو آزاد ہم اسیر ہوئے

دل غنی ہے متاعِ دنیا سے
جب سے اس در کے ہم فقیر ہوئے

آ ؤ بلبل کہ مل کے نالہ کریں
ہوگیا عرصہ ہم صفیر ہوئے

دل میں کیا جانے کیا خیال آیا
آج نغمہ سرا بشیر ہوئے

(کلام بشیر ایڈیشن 1963 صفحہ 8_9)

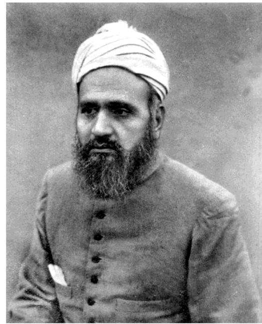




حضرت الحاج مولانا عبدالرحمن صاحب فاضل صحابیؓ درویش

ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز۔ لندن

حضرت الحاج مولانا عبد الرحمن صاحب فاضل صحابیؓ درویش ولد شیخ برکت علی صاحب



(پیدائش: 1893 زیارت و بیعت 1903ء وفات: 21/20 جنوری 1977ء)

آپؓ کو سلسلہ کی بے شمار خدمات کا موقع ملا۔ ملکی تقسیم سے قبل آپ مدرسہ احمدیہ میں بطور ہیڈ ماسٹر کام کرنے کے ساتھ ساتھ قاضی سلسلہ ناظم دارالقضاء ۔ جنرل پریذیڈنٹ لوکل انجمن احمدیہ اور ناظم سپلائی اجناس جلسہ سالانہ کے اہم فرائض

حضرت الحاج مولانا عبد الرحمٰن فاضل صاحب کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ آپؓ کے والدین قادیان ہی کے قریب واقع موضع فیض اللہ چک کے رہنے والے تھے۔ آپؓ کے ماموں اور (خسر) حضرت شیخ حامد علی صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خادم اور صحابی تھے۔ جنہیں حضورؑ کی خدمت میں بکثرت حاضر ہونے کا شرف حاصل رہا۔ حضرت شیخ حامد علی صاحبؓ کی ہدایت پر ہی حضرت مولوی صاحب مرحوم نوعمری میں قادیان بغرض حصول تعلیم آئے اور تحصیل علم کے بعد اسی مقدس مقام کو اپنی مستقل رہائش گاہ بنا لیا۔

سرانجام دیتے رہے۔ ملکی تقسیم کے وقت آپؓ نے قادیان میں ہی ٹھہرے رہنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آپؓ کو قادیان میں امیر مقامی اور پھر ناظر اعلیٰ کے اہم عہدوں پر فائز کیا جن کو آپؓ نے آخری وقت تک نہایت درجہ خوش اسلوبی اور ذمہ داری کے پورے احساس کے ساتھ سرانجام دیا۔ آپؓ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ پرانے بزرگ عالم ہونے کے سبب سلسلہ کے سبھی علماء اور مبلغین کے آپؓ اُستاد تھے۔ علم فقہ اور میراث میں مستند عالم مانے جاتے تھے۔ انتظامی اُمور میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علاقہ میں غیر مسلموں کے ساتھ آپؓ کے گہرے ذاتی مراسم تھے۔ قادیان کی

میونسپل کمیٹی کے ابتدائی ممبران میں سے تھے۔ملکی تقسیم کے بعد آپ ایک عرصہ تک بطور پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی بھی کام کرتے رہے۔تمام غیر مسلم ممبران کمیٹی آپ ؓ کی قیادت پر ہمیشہ ہی مطمئن رہے۔

خودنوشت حالات زندگی::

حضرت مولوی عبد الرحمن صاحب فاضل صحابی درویش اخبار بدر قادیان کی 28اپریل 1952 کی اشاعت میں اپنے خودنوشت حالات میں فرماتے ہیں۔

''میں 1903 یا 1904 میں بچپن میں اپنے گاؤں فیض اللہ چک سے قادیان آیا۔ مجھے میرے ماموں حضرت حافظ حامد علی صاحب ؓ ساتھ لائے تھے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پیش کیا تھا۔ میرے والد صاحب گول کمرہ میں ہی فوت ہوئے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت ام المومنین علیہا السلام بخوبی جانتے تھے۔حضرت اقدس علیہ السلام نے میرے پیش ہونے پر میرے سر پر ہاتھ رکھا اور میرے لئے وظیفہ کی سفارش فرمائی۔اس وقت تین روپیہ ماہوار سے زیادہ کسی شخص کا بھی وظیفہ نہ تھا۔لیکن حضرت اقدس علیہ السلام کی شفقت خاص سے اس عاجز کا وظیفہ پانچ روپیہ ماہوار مقرر ہوا۔میری ممانی (حضرت حافظ حامد علی صاحب کی اہلیہ صاحبہ) حضرت اماں جان کی خدمت میں رہتیں۔ان کا وہیں کھانا پینا اور رہائش تھی۔ میں بھی ابتداء میں ان کی وجہ سے اکثر وہیں رہتا تھا۔ میں نے حضرت اماں جان کا سلوک اور احسان جو اپنے متعلق دیکھا اور جو دوسروں کے متعلق مشاہدہ کیا وہ ایک نا بھولنے والی داستان ہے۔جس کی یاد میرے ذہن وقلب پر منقوش ہے۔ اور جس کی وجہ سے ہر وقت میرے دل کی گہرائیوں سے آپ کے لئے اور آپ کی سب اولاد کیلئے دُعائیں نکلتی رہتی ہیں۔ جب بھی حضرت اماں جان اپنے کسی صاحبزادہ یا صاحبزادی کو کوئی مٹھائی یا کھانے پینے کی کوئی چیز دیتیں تو اس خادم غلام زادے کو بھی کبھی فراموش نہ کرتیں۔گو میں بورڈنگ میں رہتا تھا لیکن کثرت سے بار بار الدار میں آنے اور رہنے کی سعادت ملتی رہتی تھی۔ اور بہت ہی کثرت سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے تبرک کے کھانے کا بھی موقع ملتا تھا۔ میری والدہ جس نے مجھے جنا اُس کا دودھ شائد میں نے پیا ہوگا۔ لیکن اس سے زیادہ اس کی پرورش کا مجھے علم نہیں۔ حضرت اماں جان ؓ ہی تھیں جنہوں نے مجھے جب میں اپنی ممانی کے ساتھ الدار میں بودوباش رکھتا تھا میری پرورش اور ہر طرح خبر گیری کی۔ یہ احسانات حضرت اماں جان کے صرف مجھ پر ہی نہ تھے بلکہ مجھ جیسے بیسیوں غلاموں کی زندگی کا ہر لمحہ حضرت ممدوحہ کے احسانات کا رہین تھا۔......

میرے دل و دماغ میں اس زمانہ کی پرسرور یاد ابھی

تک تازہ ہے۔ جب حضرت اماں جان کے صحن میں ......میں اور حضرت میر محمد اسحاق صاحب ؓ اور کبھی صاحبزادگان میں سے کوئی کبڈی کھیلا یا کشتی کیا کرتے تھے اور میری ممانی اس شور و شغب کی وجہ سے مجھے کبھی ڈانٹ بھی دیا کرتیں۔لیکن حضرت اماں جان ہماری بچپن کی اٹھ کھیلیوں پر باز پرس نہ فرماتیں۔ مجھے وہ زمانہ بھی یاد ہے جب ہمارے آقا اور خدا کے پیارے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مع حضرت امّ المومنین علیہا السلام کے، باغ میں تشریف لے جاتے ہم بچے بھی ساتھ ہوتے دونوں آقاؤں کے سامنے ہم درختوں سے شہتوت اور لوکاٹ وغیرہ کے پھل توڑتے اور کھاتے۔لیکن ہمارے یہ محسن و مہربان اس پر کبھی گرفت نہ کرتے بلکہ ہماری خوشی سے حقیقی خوشی اور راحت محسوس کرتے اور ہم حقیقت میں یہی سمجھتے کہ یہ باغ اور اس کے پھل ہماری ہی ملکیت ہیں۔حضرت اماں جان کی شفقت اور احسان کا سلوک صرف میرے بچپن تک ہی محدود نہ رہا۔ بلکہ جب میں قابل شادی ہوا تو میری شادی کے جملہ انتظامات بھی حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمائے۔ اور میرے آرام و سہولت کا ہر طرح خیال فرماتے رہے۔ جو ناز اور اعتماد کسی چہیتے بیٹے کو اپنے حقیقی والدین پر ہوسکتا ہے اس سے بڑھ کر ہمیں حضرت اماں جان پر تھا۔ ایک دفعہ کسی تقریب پر حضرت اماں جان نے میری بیوی یا اس کی بہن کو نہ بلایا جس پر وہ روٹھ گئی تو حضرت اماں جان نے ازراہ شفقت خاص طور پر ان کو بلوایا اور دلداری کی۔

میں اس بات کو تحدیث بالنعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ بسا اوقات کئی ایک کام جو حضرت اماں جان اپنے دوسرے خدام سے زیادہ عمدگی سے کرواسکتی تھیں اس خادم اور غلام کے سپرد فرماتیں۔ حالانکہ مجھ سے زیادہ اہل موجود ہوتے اس کی وجہ میں یہی سمجھتا ہوں کہ حضرت ممدوحہ پرانے تعلق کو مدنظر فرماتیں۔‘‘

قبولیت دعا کا ایک ایمان افروز واقعہ

خاکسار خوش قسمت ہے کہ مجھے حضرت مولانا عبد الرحمٰن جٹ صاحب ؓ کو قریب سے دیکھنے اور آپ کی بابرکت صحبت سے مستفیض ہونے کا موقعہ ملا۔ازدیادِ ایمان کے لئے خاکسار آپ کا قبولیت دعا کا ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہے۔ اس واقعہ کا خاکسار کی زندگی میں ایک گہرا اثر ہے۔

آزادی سے قبل برطانوی حکومت کے دور میں ٹانگانیکا (جو بعد میں تنزانیہ کے نام سے معروف ہوا) کی اقتصادیات کی باگ ڈور غیر ملکیوں خاص طور پر ایشیائی لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔ مقامی افریقن لوگ اکثر محنت مزدوری کے کام کرتے تھے۔ 1961ء میں آزادی کے

بعد اکثر افریقنوں کا رویہ یہ تھا کہ غیر ملکی وہاں سے نکل جائیں اور ان کے املاک اور مال و دولت سب انہیں مل جائیں۔ اس وجہ سے عمومی طور پر غیر ملکیوں کے خلاف نفرت پھیل رہی تھی۔ جو آہستہ آہستہ تشدد کے واقعات میں رونما ہوئی اور پھر لوٹ مار اور قتل و غارت تک پہنچ گئی۔ اس صورت حال کی پیش نظر غیر ملکی سرعت سے تنزانیہ چھوڑ کر باہر جانا شروع ہو گئے۔ اکثر تو برطانیہ چلے گئے اور بعض کینیڈا اور دیگر ممالک میں ہجرت کر گئے۔ ان حالات میں تنزانیہ میں ہمارے احمدی احباب بھی برطانیہ اور کینیڈا وغیرہ منتقل ہو گئے۔

مَیں اُن دنوں محکمہ تعلیم کی ایک اچھی پوسٹ پر کام کر رہا تھا لیکن ان پریشان کن حالات کی وجہ سے میں نے بھی ملک چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ اور اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خدمت میں دعا اور رہنمائی کے لئے لکھا کہ برطانیہ جائیں یا کسی اور ملک۔ اس کے جواب میں حضور کی طرف سے ارشاد آیا۔ تنزانیہ میں ہی رہیں اور وہاں کی شہریت لے لیں۔ جب اس ارشاد کا بعض احباب سے ذکر کیا۔ تو سب کا مشورہ تھا کہ حضور کی خدمت میں دوبارہ وضاحت سے لکھیں اور جان و مال کو جو خطرات ہیں ان کا ذکر کریں۔ لیکن میں نے کہا دوبارہ نہیں لکھنا حضور کی طرف سے جو ارشاد موصول ہوا ہے اس کی ہر حال میں تعمیل کرنی ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ۔

اس وقت میری شہریت برطانوی تھی۔ اس سے میں دستبردار ہو گیا اور تنزانیہ کی شہریت کے لئے درخواست دی۔ جو منظور ہو گئی۔ اِس پر میرے محکمہ والے بہت خوش ہوئے اور مجھے ایک اعلیٰ پوسٹ پر جس کا میں کوالیفیکشن کی وجہ سے اہل نہیں تھا مقرر کر دیا۔ اس پر میں نے معذرت بھی کی لیکن وہ کہنے لگے کہ اب آپ تنزانیہ کے شہری ہو ہم اس کا بندوبست کر دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے میری اعلیٰ تعلیم اور ٹریننگ کے لئے اسکالرشپ کے لئے کوشش شروع کر دی لیکن کوئی کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔

دسمبر 1972 میں رخصت پر میں ربوہ گیا اور پھر وہاں سے قادیان جانے کا شرف حاصل ہوا۔ قادیان میں امیر جماعت حضرت مولوی صاحب سے میرے مشفقانہ تعلقات تھے اور زیادہ وقت میں ان کے ساتھ ہی گزارتا تھا۔ مہمان خانے میں ٹھہرا ہوا تھا اور روزانہ فجر کے بعد مَیں ان کے ساتھ بہشتی مقبرہ دعا کے لئے جاتا اور پھر ان کے ساتھ واپس آتا۔ بعض اوقات واپسی پر وہ میرے کمرے میں ہی تشریف لے آتے اور کچھ دیر بیٹھ کر چلے جاتے۔

ایک دن جب وہ میرے ساتھ کمرے میں تشریف لائے تو ایسے ہی میرے دل میں خیال آیا اور میں نے انہیں اپنے اسکالرشپ کی مشکلات کے بارے میں بتایا اور دعا کے لئے درخواست کی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ چلو ابھی دعا کرتے ہیں۔ ہم دونوں چار پائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک

طرف وہ ایک طرف مَیں۔ دعا کے بعد وہ کھڑے ہو گئے اور ''مبارک ہو'' کہہ کر چلے گئے اور اس کے بعد اس بارے میں ان سے کوئی بات نہیں ہوئی۔

اپنی رخصت کے بعد جب میں تنزانیا گیا اور کام پر جانا شروع کیا۔تو دو تین ہفتہ کے بعد مجھے محکمہ کی طرف سے اطلاع ملی کہ میرے لئے کامن ویلتھ کی فیلوشپ منظور ہو گئی ہے اور نیوکیسل یونیورسٹی، برطانیہ میں داخلہ بھی مل گیا ہے اور میں وہاں جانے کی تیاری کرلوں۔سبحان اللہ۔

اس طرح حضرت مولوی صاحب کی دعا اللہ تعالیٰ نے فوراً قبول فرمائی اور یہ کام جو سالہا سے رُکا پڑا تھا۔معجزانہ رنگ میں ہو گیا۔قبولیت دعا کے اس ایمان افروز واقعہ کا آج تک میرے دل پر گہرا اثر ہے اور حضرت مولوی صاحب کے درجات کی بلندی کے لئے دعاؤں کی توفیق مل رہی ہے۔

نصرت الٰہی کا ایک ایمان افروز واقعہ

آپ کی مومنانہ فراست، بالغ نظری، اور ہمدردی کا ایک واقعہ مکرم عطاء المجیب راشد صاحب مبلغ انچارج برطانیہ بیان کرتے ہیں۔یہ ایمان افروز واقعہ محترم امام صاحب کے ساتھ پیش آیا۔آپ تحریر کرتے ہیں کہ

''1965ء کی بات ہے۔ماہ اگست کے آخر میں مجھے اکیلے قادیان دارالامان جانے کا موقع ملا۔غالباً ہفتہ عشرہ وہاں قیام کیا اور اللہ کے فضل سے بیت الدعا،بہشتی مقبرہ اور



دیگر مقامات مقدسہ میں دعائیں کرنے کا خوب موقع ملا۔میرا قیام لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں تھا۔

یکم ستمبر کی رات کو دس گیارہ بجے کے قریب میں سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔دروازہ کھولا تو ایک جماعتی کارکن نے بتایا کہ انہیں حضرت مولانا عبد الرحمٰن جٹ صاحب امیر مقامی نے میرے لئے یہ پیغام دیا ہے کہ مَیں کل صبح سویرے قادیان سے واپس پاکستان چلا جاؤں۔مَیں نے پوچھا کہ کیا اس ارشاد میں کچھ زائد وقت کی گنجائش ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ حضرت امیر صاحب مقامی نے مجھے فرمایا ہے کہ اگر صبح روانگی کسی وجہ سے مشکل ہو تو پھر 3 ستمبر 1965ء کو لازمی طور پر روانہ ہو جائیں۔میں نے کہا حضرت امیر صاحب مقامی سے جا کر عرض کر دیں کہ میں آپ کے ارشاد پر 3 ستمبر کو لازماً واپس پاکستان چلا جاؤں گا۔

اگلے روز 2 ستمبر کو دفتر کھلنے پر میں حضرت امیر صاحب مقامی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہمیشہ کی طرح بہت شفقت اور احترام سے ملے۔میں نے عرض کیا کہ آپ کا پیغام مل گیا ہے۔اور میں ان شاء اللہ کل پاکستان کے لئے

روانہ ہو جاؤں گا۔آپ نے فرمایا کہ بالکل ٹھیک ہے۔پھر آپ نے خود ہی اس ہدایت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کل رات ریڈیو پاکستان پر پاکستان کے صدر جنرل محمد ایوب خان صاحب کی تقریر میں نے سُنی ان کے انداز خطاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے باہمی تعلقات میں تناؤ ہے اور صورتِ حال جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے اگر خدانخواستہ جنگ شروع ہو جائے تو عام دستور ہے کہ کسی بھی اور ملک سے آئے ہوئے لوگوں کو گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ اس امکانی خطرہ کے پیشِ نظر میں نے آپ کو یہ پیغام بھجوایا تھا۔ میں نے آپ کا دلی شکریہ ادا کیا اور دعا کی درخواست کے ساتھ رخصت ہوا۔

2 ستمبر کا دن قادیان میں بہت مصروف گزرا مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ میں نمازوں اور نوافل کے علاوہ بیت الدعا میں بھی نوافل اور دعاؤں کا خوب موقع مل گیا۔بہشتی مقبرہ میں بھی حاضر ہو کر دعائیں کرنے کی توفیق ملی۔ دیگر احباب سے ملاقات کرنے میں اور چھوٹے چھوٹے کام کرنے میں دن کا وقت بہت جلدی گزر گیا۔اور رات کو میں نے سفر کی تیاری مکمل کر لی اور اور 3 ستمبر کو گاڑی کے ذریعہ قادیان سے روانہ ہو گیا۔

گاڑی چلی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیاری بستی قادیان دار الامان کو بہت محبت اور چاہت کے ساتھ دیکھا۔ دعائیں کرتے ہوئے سفر کا آغاز کیا۔ کچھ دیر میں بٹالہ اسٹیشن آ گیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر امرتسر پہنچ گیا۔غالباً وہاں سے دوسری گاڑی لی جو براہ راست لاہور جاتی تھی۔ میں اکیلا تھا۔کوئی اور واقف کار یا دوست ساتھ نہ تھا۔دعاؤں کا اچھا موقعہ مل گیا۔راستہ میں ادھر اُدھر باہر کے نظارے دیکھتا رہا اور کچھ دیر کے بعد ٹرین اٹاری اور واہگہ سے گزرتے ہوئے پاکستان میں داخل ہوئی۔ اور لاہور اسٹیشن آ گیا۔میرے پاس مختصر سا سامان تھا۔میں وہ لے کر پلیٹ فارم پر اترا۔تو ایک باوردی سرکاری افسر مجھے ملا۔اور اس نے اپنا تعارفی بیج دکھایا کہ C.I.D کا افسر ہے۔ اس نے کہا کہ آپ میرے ساتھ الگ کمرہ میں آ جائیں۔میں کچھ باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

میں اس افسر کے ساتھ ایک کمرہ میں بیٹھ گیا۔ اس نے بڑے اچھے انداز میں بات کا آغاز کیا کہ آپ کو سیاسی حالات کا علم ہوگا۔اس حوالہ سے میں آپ سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ نے اس سفر کے دوران ہندوستان کے بارڈر کے قریب کوئی فوجی نقل و حرکت تو نہیں دیکھی۔؟ مَیں نے کہا کہ مَیں تو ایک طالب علم ہوں۔ان سیاسی یا فوجی امور سے میرا کوئی تعلق نہیں۔نہ مَیں نے اس خیال سے گاڑی سے باہر دائیں بائیں نظر کی ہے۔البتہ آپ کے سوال کرنے پر یاد پڑتا ہے کہ ہندوستانی بارڈر کے قریب

فوجی ٹرکوں کی نقل وحرکت ضرور دیکھی ہے۔اس نے پوچھا کہ ان ٹرکوں کے رنگ کیا تھے۔؟ان کی نمبر پلیٹ پر کیا لکھا تھا۔؟وغیرہ وغیرہ۔نیز یہ پوچھا کہ معین طور پر کس جگہ پر آپ نے نقل وحرکت دیکھی۔میں نے جواباً بتایا کہ میں نے اٹاری کے سٹیشن کے بعد 7 منٹ کے سفر پر ٹرک دیکھے۔ لیکن ان کے اوپر کی نمبر پلیٹ یا کمپنی کا نام نہیں دیکھ سکا۔ الغرض اس طرح کی باتیں وہ مجھ سے پوچھتا رہا۔اور میں اپنے مشاہدہ کی حد تک صحیح صحیح باتیں انہیں بتاتا رہا۔اس نے میرا شکریہ ادا کیا کہ جو باتیں آپ نے بتائی ہیں۔وہ ہمارے لئے بہت مفید ہیں۔

مَیں وہاں سے رخصت ہوکر دوسرے پلیٹ فارم پر آیا اور ربوہ جانے والی ریل کار پر سوار ہوکر اللہ کے فضل وکرم سے شام کو بخیریت ربوہ پہنچ گیا۔

دوروز کے بعد 6 ستمبر کو صبح ریڈیو کی خبروں سے معلوم ہوا کہ آج علی الصبح ہندوستانی افواج نے پاکستان پر حملہ کردیا ہے۔ہر طرف خوف اور پریشانی کا عالم تھا۔

آج ایک لمبے عرصہ کے بعد یہ نوٹ لکھتے ہوئے میرا دل اللہ تعالیٰ کے شکر سے لبریز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس عاجز کو ایک انتہائی خوفناک صورتِ حال سے بال بال بچالیا۔اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ ساتھ یہ بھی سوچتا ہوں کہ اگر اس موقعہ پر حضرت مولانا عبدالرحمٰن جٹ صاحبؓ امیر مقامی مجھے واپس جانے کا مشورہ اور ہدایت نہ فرماتے تو کیا صورتِ حال ہوجاتی۔آپ کی مومنانہ فراست، بالغ نظری، اور ہمدردی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بہت بڑے خطرہ اور ابتلاء سے بچالیا۔ الحمدللہ۔رب العالمین۔''

احباب جماعت کی خدمت کے لئے ہمہ وقت تیار

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جٹ صاحبؓ کو اکثر لوگ ''امیر صاحب'' کے نام سے جانتے اور پکارتے تھے۔اور یہ لفظ آپ کے لئے بطور خاص اپنوں اور غیروں میں مشہور ہوگیا تھا۔آپ کو لمبا عرصہ ناظر اعلیٰ بھارت و امیر مقامی قادیان خدمت کی توفیق ملی۔آپ نے انتہائی ذمہ داری کے ساتھ اس اہم فریضہ کو سرانجام دیا۔

اس حوالہ سے مکرم خواجہ عبدالحمید صاحب انصاری حیدرآباد دکن تحریر کرتے ہیں کہ

''مجھ جیسا ہیچمیداں جب بھی آپ سے ملا یہی محسوس ہوا کہ حضرت نے اپنی شفقت ومحبت صرف میرے لئے مخصوص کردی ہے۔احباب کو تاکیداً کہا کرتے تھے کہ خطوط لکھا کرو۔جب کوئی خط آپ کی خدمت میں خط لکھتا تو فوراً جواب دیتے۔قادیان کو لکھے جانے والے سبھی خطوط کے جواب ویسے بھی جلد ہی دئے جاتے ہیں لیکن آپ کا جواب ہمیشہ سب سے پہلے وصول ہوتا۔یہ میرا بارہا

کا تجربہ ہے کیونکہ مَیں جب بھی قادیان لکھتا ہوں کئی دوستوں اور بزرگوں کو ساتھ ہی لکھا کرتا ہوں۔ حضرت مولوی صاحبؓ کا جواب سب سے پہلے آتا اور کوئی نہیں ہوتا جو اس صفت مستعدی میں آپ کا مقابلہ کرسکتا۔

حضرت مولوی صاحب خلیفہ وقت کے نامزد کردہ لیڈر تھے۔ گویا کہ خدا کے مقرر کردہ عہدہ دار تھے۔ ہندوستان میں احمدیت کے انصرام اور استقلال کے لئے جن حکمت عملیوں کو برتنے کی ضرورت تھی، بحیثیت ناظر اعلیٰ آپ نے انہیں برتا۔ بحیثیت ناظم دار القضاء بے نظیر فیصلے دیئے۔ ہر تنظیمی معاملے میں بے لاگ رائے زنی کی اور حق کے قیام کے لئے ہمیشہ اپنے آراموں کو قربان کیا۔ عربی کی مشہور مثل ہے کہ ’’سید القوم خادمهم‘‘ قوم کا سردار اصل میں قوم کا خادم ہوتا ہے۔ یعنی جو خادمِ قوم ہوتا ہے، وہی سرداری کا حق رکھتا ہے۔ حضرت مولوی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خادمانہ حالت ہزاروں سرداروں کے لئے باعث صد افتخار تھی۔‘‘

(اخبار بدر قادیان 3 فروری 1977ء صفحہ 8)

درویشان قادیان کا خیال رکھنے والا وجود

حضرت امیر صاحب مقامی قادیان کے تمام درویشان سے خصوصی پیار اور محبت کو سلوک کرتے تھے۔ خصوصاً اُن کی خبر گیری کرتے۔ مکرم منصور احمد چیمہ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

’’حضرت مولانا صاحب بعد نماز عصر اکثر مہمان خانہ کے سامنے جہاں آج کل بہشتی مقبرہ کا دفتر ہے۔ وہاں بیٹھا کرتے تھے۔ وہی راستہ محلہ ناصر آباد کی طرف جاتا تھا۔ آپ کبھی اکیلے بیٹھے ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مَیں آپ کے سامنے سے گذر رہا تھا۔ مجھ کو پاس بُلایا اور فرمانے لگے کہ

’’باپو دا حال کی ہے کدی ویکھیا نہیں۔‘‘

میں نے جواب دیا کہ حضرت آج کل ان کی ڈیوٹی بہشتی مقبرہ میں ہوتی ہے اور وہ کم ہی بازار کی طرف آتے ہیں۔ فرمانے لگے۔ ’’ٹھیک تے ہے نا‘‘

میں نے کہا جی ہاں تو فرماتے ’’بس ٹھیک ہے‘‘

اس بات کا میرے دل پر اتنا اثر ہوا کہ آپ کو درویشان کی کتنی فکر رہتی ہے کہ ایک درویش کو میں نے اتنے دنوں سے دیکھا نہیں اس کا حال کیا ہے۔‘‘

(اخبار بدر قادیان 3 فروری 1977ء صفحہ 9)

اخبار بدر قادیان کی جانب سے آپ کی سیرت پر ایک جامع تبصرہ

آپ کی وفات پر مکرم محمد حفیظ بقاپوری صاحب ایڈیٹر اخبار بدر قادیان 3 فروری 1977 کی اشاعت میں اپنے ادارتی نوٹ میں تحریر کرتے ہیں کہ:

’’’’حضرت امیر صاحب‘‘ کے صفاتی الفاظ کثرتِ

استعمال اور آپؓ کے محسنانہ تعلق کے سبب نہ صرف مقامی طور پر قادیان میں بلکہ بیرونجات میں بھی اسم علم بن گئے تھے۔ کسی بھی شخص کی زبان سے یہ لفظ نکلتے، آپؓ کی پر وقار بزرگ شخصیت آنکھوں کے سامنے آجاتی۔ آپ کی ساری زندگی ہی خدمت دین اور خدمت انسانیت سے معمور رہی اور زندگی بھی ایسی جو پبلک زندگی تھی۔ نوعمری ہی میں آپ کے ماموں حضرت حافظ شیخ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ جو بعد میں آپ کے خسر بھی ہوئے آپ کو قادیان میں لے آئے۔ اور آپ وہ دوسرے خوش نصیب طالب علم ہیں جو مدرسہ احمدیہ کی سب سے پہلی جماعت میں داخل ہوئے اور اسی درس گاہ سے فارغ التحصیل ہوکر اس قدر طویل عرصہ درس و تدریس کی خدمت اسی درس گاہ میں بجالانے کی توفیق پائی جو کسی دوسرے کے حصہ میں شاید نہ آئی ہو۔ نہ جانے کتنی نسلوں کے آپ استاد اور معلم بنے اور بیشمار مبلغین سلسلہ کو آپ کے تلمیذ کہلانے کا شرف حاصل ہوا۔ اس طرح آپ کا یہ صدقہ جاریہ آپ کی ذات کو ہمیشہ ہی زندہ جاوید رکھے گا۔

نہایت درجہ عالی ہمت جفاکش، بلند حوصلہ، معاملہ فہم، ذہین، بارعب، عالم باعمل بزرگ تھے۔ آپؓ کے ان اوصاف حمیدہ میں سے ایک ایک وصف نے آپ کو دین کی خدمت میں نمایاں حصہ ڈالنے کا موقعہ دیا۔ اور ایسی ہی خوبیوں کے سبب انسانیت کی حقیقی خدمت بجا لانے کی توفیق پائی۔ ملکی تقسیم سے قبل جب تک مدرسہ احمدیہ میں تعلیم و تدریس کے خصوصی کام پر مامور رہے۔ پوری لگن اور محنت کے ساتھ اس خدمت کو بجالاتے رہے۔ اس فرض منصبی کے سوا جماعت کی اور بہت سی نفلی خدمات فرض سے بڑھ کر ذمہ داری کے احساس سے ادا کرتے رہے۔ آپ اکثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بارہا



خوشنودی ان نفلی کاموں کی بجا آوری کے سلسلہ میں آپ کو حاصل ہوئی۔ چونکہ راقم الحروف (محمد حفیظ بقاپوری...... ناقل) کو بھی آپ کی شاگردی کا شرف حاصل رہا ہے۔ اس عرصہ میں ذاتی تجربہ کی بنا پر علیٰ وجہ البصیرت کہا جاسکتا ہے کہ آپ ایک شفیق استاد کی طرح اپنے شاگردوں سے پیش آتے رہے۔ ہر سبق پوری تیاری اور قبل از وقت مطالعہ کے بعد پڑھایا۔ ادب عربی، فقہ اور انشا کے مضامین میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔

عرصہ دراز تک مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ میں بطور ٹیوٹر خدمت بجا لاتے رہے۔ بورڈنگ مدرسہ احمدیہ سے دور واقع اپنی رہائش گاہ سے صبح سویرے فجر کی نماز کیلئے

طلبہ کو جگا کر وقت پر نماز کیلئے لے جانا اور صرف ایک دو دن یا ایک دو ماہ کیلئے نہیں بلکہ سالہا سال یہ خدمت بحسن وخوبی بجا لاتے رہنا کوئی معمولی بات نہیں ۔ اس طرح جو رنگ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے عظام سے براہ راست سایہ میں رہ کر آپ نے اپنے اندر جذب کیا جماعت کے ہونے والے مبلغین اور علماء کو بھی اسی رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کی اور ہمہ وقت دوسروں کو خدمت دین اور خدمت انسانیت کیلئے آمادہ و تیار کرتے رہنے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ اس کام میں خود بھی برابر کا حصہ لیتے ہوئے دوسروں کو علمی ترغیب دی۔ ایک ہی وقت میں کئی کئی ڈیوٹیاں سرانجام دینے میں آپ کی عالی ہمتی ،محنت اور جفاکشی نے ہمیشہ ہی آپ کو سر بلند رکھا۔ کسی کام کو نہ حقیر جانا اور نہ ہی کسی کام کو ادھورا چھوڑا بلکہ اسے پوری ذمہ داری کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچایا اور مشکل سے مشکل کام کو سرانجام دیتے وقت کبھی نہیں گھبرائے بلکہ پوری ثبات قدمی اور دلجمعی کے ساتھ پورا کیا اور ہمیشہ ہی دربارِ خلافت سے خوشنودی حاصل کی ۔

ملکی تقسیم سے سالہا سال قبل ہی مسجد اقصیٰ میں امامت کے فرائض سرانجام دینے شروع کئے ۔ پر جب امیر مقامی بنائے گئے تو قادیان کی دونوں مرکزی مساجد میں باری باری امامت فرماتے رہے۔ نماز باجماعت کی پابندی اور اوّل وقت میں نماز کی ادائیگی میں ایسی باقاعدگی کہ اپنی مثال آپ تھے ۔ یہ جو حدیث نبویؐ میں مروی ہے کہ سات آدمیوں کو قیامت کے روز خدا تعالیٰ کے خاص سایہ میں جگہ ملے گی اُن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس آدمی کو بھی شمار کیا ہے جس کا دل مسجد سے معلق رہتا ہے کہ ایک نماز سے فارغ ہو کر دوسری نماز کیلئے جانے کو اُس کے دل میں اشتیاق کے جذبات اُبھرتے رہتے ہوں ۔ ہمارے نزدیک حضرت مولوی صاحب مرحوم بھی انہی خوش نصیب افراد میں سے تھے جن کے دل کو مساجد میں نماز باجماعت کیلئے حاضر ہونے کا غیر معمولی تعلق تھا۔

ملکی تقسیم کے بعد آپ مقامی جماعت احمدیہ کے امیر بنائے گئے ۔ ساڑھے 29 سال کا لمبا عرصہ نہایت کامیابی کے ساتھ اُن سب ذمہ داریوں کو ادا کیا جو اس عہدہ جلیلہ سے وابستہ ہیں۔ آپؓ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا۔ کسی کو بھی اپنی شکایت اور ضرورت آپ کے سامنے بیان کرنے میں کسی طرح کی روک نہ تھی۔ آپ ہر شخص کی بات بڑے صبر و تحمل اور بردباری سے سنتے اور اس پر بہت جلد کارروائی فرماتے اور ہر تکلیف رسیدہ کی تکلیف کو جلد از جلد دور کرنے کی پوری سعی فرماتے ۔

ملکی تقسیم کے وقت قادیان کی کثیر آبادی کو جن حالات میں سے گزرنا پڑا اور بالخصوص مغربی پنجاب سے زخم

خوردگی کے بعد مشرقی پنجاب میں آنے والے غیر مسلموں کی دلداری اور اُن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور ساتھ کے ساتھ اُن کے دلوں سے کدورت کو دور کرنا جو حالات کی نزاکت کے سبب مسلمانوں کی نسبت پیدا ہو چکی تھی، یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ یہ حضرت امیر صاحب مقامی کی ہی شخصیت تھی جس نے آنے والوں کے دلوں میں ایسا مقام پیدا کرلیا کہ وہ سب کے سب آپؓ کو اپنا ہی بزرگ یقین کرنے لگے جس طرح محلہ احمدیہ کے درویشان کرام سمجھتے اور یقین کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی وفات کی خبر سن کر ان سب دوستوں کو بھی اسی طرح صدمہ ہوا جس طرح درویشان کرام اور احمدی دُنیا کو۔ چنانچہ ان میں سے ایک خاصی تعداد آپؓ کے جنازہ اور تدفین کے وقت موجود رہی اور آپ کی قبر پر جہاں احمدی احباب نے مٹی ڈالی وہاں ان دوستوں نے بھی اپنی محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اس کام میں برابر کا حصہ لیا۔

حضرت امیر صاحبؓ طبعی طور پر جہیر الصوت واقع ہوئے تھے۔ اور اپنی اس خوبصورت بلند آواز میں جب قرآن کریم کی نمازوں میں قرآت فرماتے یا اپنے گھر میں صبح کی نماز کے بعد تلاوت فرماتے تو دور تک ہر لفظ بہت عمدگی سے سنا جاتا اور ہر سننے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔

ہر چند کہ آپ کو مدرسہ میں تعلیم و تعلّم کا اور جماعت کے دوسرے انتظامی امور کی سرانجام دہی سے ہی واسطہ پڑتا رہا۔ اس لئے آپ پبلک میں بطور مقرر اور خطیب کے کبھی نہیں آئے تھے بلکہ درویشی کا ابتدائی زمانہ بھی اسی طرح گذرا۔ لیکن جب کچھ عرصہ بعد حضرت مصلح موعودؓ عنہ نے آپ کو اور محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو باری باری جمعہ پڑھانے کا خصوصی ارشاد فرمایا تو اس وقت کے بعد سے آپ کا یہ وصف بھی خوب چمک کر سامنے آیا...... جمعہ کے خطبات ہوں یا جماعتی جلسوں میں تقاریر اور صدارت کے فرائض سرانجام دینے کے مواقع ہوں سب کو بڑی عمدگی اور خوبی سے پورا کیا۔ نہ صرف احباب جماعت کے سامنے بلکہ قومی اور ملکی تقریبات کے بہت سے پبلک جلسوں میں بھی آپ کو خطاب کرنے کا بارہا موقع ملا۔ آپ بڑے ہی مؤثر طریق پر اور بڑی سادہ زبان میں اپنے مافی الضمیر کو ادا کرتے اور ہمیشہ ہی مفید امور کی طرف اپنے مخاطبین کو متوجہ کرتے۔

ہر ایسے موقعہ پر آپ نے ہمیشہ ہی اس امر کی تلقین کی کہ جو ہم کہتے ہیں اُس پر عمل بھی کریں۔ تا ہمارا عمل ہمارے قول کے ساتھ مطابق ہو کر ہم عملی آدمی بن سکیں۔ نہ کہ صرف باتیں بنانے والے ہوں۔ آپ ہمیشہ احباب جماعت کو بالعموم اور درویشان کرام کو بالخصوص سورۃ صف کی آیت کریمہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا تَقُوْلُوْنَ

مَالَا تَفْعَلُوْنَ کی روشنی میں تاکید فرمایا کرتے کہ انسان کا عمل اس کے قول کے ساتھ مطابق ہونا چاہیئے۔ایسا نہ ہونے کی صورت میں خدا تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے کا باعث ہے۔

عمر کے آخری سالوں میں جب گرمی کا موسم آتا تو آپ کا یہ معمول رہا کہ مغرب کی نماز مسجد اقصیٰ میں ادا کرنے کے بعد امام کے مصلّی پر ہی لیٹ جاتے اور نماز عشاء تک ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ۔ اس دوران کوئی ملاقاتی بھی اگر آجاتا تو آپ اس سے ملاقات بھی اسی جگہ فرمالیتے اور پھر بہت سی روحانی باتوں کا سلسلہ چل پڑتا جن میں بالعموم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت پاک اور اپنے بعض چشم دید واقعات سنا کر حاضرین کے ایمانوں میں تازگی پیدا کرتے۔خود بھی نظام سلسلہ کی نہایت درجہ پابندی کرنے والے اور خلافت حقہ سے دلی عقیدت اور فدائیت رکھنے والے تھے۔موقعہ ملنے پر جماعت کے ہرفرد کو بھی اس رنگ میں رنگین ہونے کی تلقین فرماتے۔"

وفات: آپ کی وفات 20-21 جنوری 1977 کی درمیانی شب کو دل کا شدید دورہ پڑنے کے نتیجہ میں ہوئی۔آخری بار جب آپ کو جلسہ سالانہ ربوہ جانے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کرنے کا شرف حاصل ہوا تو آپ کو ربوہ میں فلو کا عارضہ ہوگیا۔اور بتایا کہ اُس وقت مجھے خیال گزرا ساری عمر تو قادیان میں رہا ہوں ایسا نہ ہو کہ آخری وقت قادیان سے باہر آجائے اس لئے جلسہ ربوہ کے بعد جلد قادیان آگیا۔ اس سے حضرت مولوی صاحب کی قادیان سے دلی محبت اور تعلق پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی اس خواہش کو پورا کیا اور آپ کی زندگی کے آخری لمحات بھی قادیان میں ہی اپنے مقدس آقا سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے مولد و مدفن میں گزرے۔اور اپنی آخری آرام گاہ بھی اسی جگہ پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وجعل الجنة مثوٰہٗ۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

"بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

وعلی عبدہ المسیح الموعود۔

مزار

حضرت الحاج مولوی عبدالرحمن فاضل المعروف بہ جٹ۔ابن "حبی فی اللہ شیخ برکت علی صاحب"۔

(ازالہ اوہام حصہ دوئم صفحہ 820)

قوم ککے زئی ساکن فیض اللہ چک، گورداسپور۔ ہمشیرزاد حضرت حافظ حامد علی صاحب خادم خاص حضرت مسیح

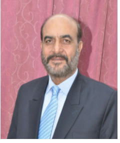
موعود علیہ السلام۔ سن زیارت 1903 من جملہ اولین دو طلبا شاخ دینیات مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان۔ انجمن ترقی اسلام کے تحت خلافت ثانیہ کے آغاز میں تبلیغ اسلام میں ہمہ تن مصروف رہے۔ 63 سال تک مرکز میں مناصب جلیلہ پر فائز رہے۔ بطور ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ، پروفیسر جامعہ احمدیہ، ناظر سپلائی جلسہ سالانہ، جنرل پریذیڈنٹ، بوقت تقسیم رُکن امن کمیٹی، ناظم دارالقضاء، رکن بورڈ قضاء، وقف جدید، صدر مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ، ممبر میونسپلٹی ،اُس کے نائب صدر، صدر، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث) اور کثیر تعداد مبشرین اسلام کے اُستاد ہونے کا آپ کو شرف ملا۔ سلسلہ کی خاطر قید بھی ہوئے اتنا طویل عرصہ ناظر اعلیٰ، وکیل الاعلیٰ اور امیر مقامی رہنے میں آپ منفرد تھے۔ غیر مسلم طبقہ سے جماعتی تعلقات استوار کئے۔ آپ جو ایک انجمن کا حکم رکھتے تھے شفقت، اخلاقِ عالیہ، علو ہمت، انتظامی وقضائی صلاحیتوں، اسلامی تعلیم پر وسعت نظر، جدید فقہی عالم، خلافت سے والہانہ محبت اور دُعاؤں سے تقویت سلسلہ کا باعث بنے۔

خاکسار

مرزا وسیم احمد

ناظر اعلیٰ وکیل الاعلیٰ امیر مقامی قادیان

تاریخ وفات: 21-1-77



غزل

ڈاکٹر پروفیسر عبدالکریم خالد

یہ آگ دردِ ہجر کی بجھی ہے کیا ابھی نہیں
کبھی بچھڑ کے دیکھ لو اگر تمہیں یقیں نہیں

گزرگہ خیال تھی غبار سے اَٹی ہوئی
کہاں رکھیں قدم یہاں کہ پاؤں میں زمیں نہیں

بکھر گئی ہے چار سُو وہ روشنی جمال کی
اگرچہ دور دور تک نظر میں مہ جبیں نہیں

کہاں گئیں وہ محفلیں کہ داستاں ہی رُک گئی
مکاں کھڑے ہیں منتظر، الاؤ ہے مکیں نہیں

تم آگئے ہو بزم میں تو آنسوؤں کو پونچھ لو
اُٹھائے ناز جس کے تم یہاں وہ نازنیں نہیں

یہ جسم و جاں جو ساتھ ہیں یہ ساتھ چھوڑ دیں گے کیا؟
کہاں کے ہم نشیں ہیں یہ مرے ہم نشیں نہیں

ترے نقاب میں صنم تری وہ آنکھ ہی تو ہے
مثال جس کی ہے کہاں تری قسم کہیں نہیں

اُٹھا رہا ہوں ناز جو تری ہر اک ادا پہ میں
کوئی تو ایسی بات ہے ترے سوا کہیں نہیں

یہ دین میرے غم کی ہے غموں سے ہو گیا فراغ
جواز اب تو درد کا مرا دلِ حزیں نہیں

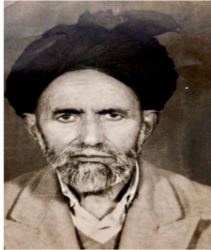


کچھ ایسا فضل حضرتِ ربّ الوریٰ ہوا

(چیف سیّد معین شاہ۔لندن)

پنجاب پاکستان کے ضلع ننکانہ صاحب میں ایک چھوٹے سے گاؤں شاہ مسکین میں خاکسار کی 1949 میں آنکھ کھلی تب سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مورد رہا۔ دادا جان محترم سیّد ولایت شاہ صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کی سعادت معہ اپنے چار برادران 1903 میں ہوئی۔صدیوں سے ہماری ایک گدی چلی آ رہی تھی۔ یہاں ہر سال ایک میلہ لگتا جس میں ہزاروں مرید شامل ہوتے اور چڑھاوے چڑھاتے۔اب ان بزرگان نے انہی ایاّم میں مقامی جلسہ سالانہ منعقد کرنا شروع کر دیا جس میں اردگرد کی جماعتیں اور بڑی تعداد میں غیر از جماعت احباب بھی شامل ہوتے۔اس موقعہ پر مرکز سے علماء سلسلہ تقاریر کے لئے بھجوائے جاتے۔الحمدللہ۔

گاؤں میں صرف اپنے ہی خاندان کے چند گھر آباد تھے۔قریبی گاؤں بھولے شاہ میں تعلیم کے لئے مڈل سکول تک کا انتظام تھا۔جس کے بعد نویں کلاس کے لئے مجھے تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں داخل کرا دیا گیا۔ والد صاحب محترم سیّد محمد امین شاہ صاحب معلم اصلاح و ارشاد واقف زندگی اور کتھووالی چک 312 ج ب فیصل آباد میں متعیّن تھے۔ اسی طرح دادا جان نے بھی کاشتکاری کے لئے ملازم رکھ کر خود کو خدمتِ دین کے لئے وقف کر دیا تھا۔الحمدللہ علیٰ ذالک۔دادا جان کی خواہش تھی کہ خاکسار جامعہ احمدیہ میں پڑھ کر خدمت کرے جبکہ مجھے اوورسیئر بننے کا شوق تھا۔ اس خواہش پر کہ تعلیم کی تکمیل کے بعد خدمتِ دین کروں مجھے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں داخل کرا دیا گیا



دادا جان حضرت سیّد ولایت شاہ صاحب بڑے متوکّل انسان تھے۔ایک بار جماعتی دورہ کے پروگرام کے تحت کتھووالی تشریف لائے ہوئے تھے اور چند روز قیام کے بعد میرے والد صاحب کو فرمانے لگے کہ مجھے کتھووالی

سے چار میل دور ریلوے سٹیشن چھوڑ آئیں۔ ابھی نصف فاصلہ طے ہوا تھا کہ سائیکل پنکچر ہوگئی اور گاڑی کی آمد کا وقت بھی ہوگیا۔ محترم والد صاحب نے عرض کیا کہ آج روانگی کا پروگرام ملتوی کر دیتے ہیں۔ اس پر حضرت دادا جان نے جوشیلی آواز میں فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے کام جارہا ہوں اوراسی گاڑی پر جانا ہے۔ جب بھی سٹیشن پر پہنچیں مجھے یہی گاڑی لے کر جائیگی۔ چنانچہ حسبِ ارشاد پنکچر لگانے کے بعد سٹیشن روانہ ہوئے تو گاڑی جو اس روز لیٹ تھی اسی پر ہی سفر ممکن ہوگیا۔



میرے محترم والد سید محمد امین شاہ صاحب بطور معلّم اصلاح وارث وکھتووالی چک 312 ج ب متعین ایک بہت ہی دعا گو انسان تھے۔ اپنی نیکی اور خدمت خلق کی وجہ سے علاقہ جہاں وہ متعین تھے کے احمدی بلکہ غیر از جماعت میں بھی بہت ہی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے اور ہر دلعزیز تھے۔

مکرم چوہدری بشارت احمد صاحب باجوہ ابن چوہدری احمد حسین صاحب باجوہ آف کھتووالی چک نمبر 312 ج ب حال جرمنی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار گاؤں کے کچھ احباب ڈیرہ میں جمع تھے جس میں نہ صرف احمدی بلکہ غیر از جماعت بھی اس محفل میں شریک تھے۔ اس محفل میں سے ایک غیر از جماعت دوست کہنے لگے کہ وہ ایک دن فجر کی نماز سے پہلے گاؤں کی احمدیہ مسجد میں نہانے کے لئے گئے۔ نہا کر فارغ ہوکر باہر نکلے تو انہوں نے مسجد سے کسی کی بچوں کی طرح رونے کی آواز سنی۔ حیرانگی ہوئی۔ رک کر انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد شاہ صاحب (سید امین شاہ صاحب) اندر سے فجر کی آذان کہنے کے لئے باہر آئے۔ میں نے انہیں دیکھ کر ان سے پوچھا کہ شاہ صاحب آپ کیوں رو رہے تھے۔ اگر کوئی تکلیف ہے تو مجھے بتائیں ہوسکتا ہے کہ میں آپ کی کچھ مدد کردوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ نہیں۔ صرف وہی ایک ہستی ہے جس کے آگے روتے ہیں اور وہی ہماری تمام حاجات کو پورا کرتا ہے۔

یہ واقع ڈیرہ پر بیٹھے تمام دوستوں کو سنانے کے بعد کہنے لگے "کہ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر شاہ صاحب احمدی نہ ہوتے تو ضرور ایک ولی اللہ ہوتے"۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے بی ایس سی 1969 میں جب پاس کیا۔ اس دوران اساتذہ کرام کی پدرانہ شفقت کا مورد رہا۔ جو نصابی تعلیم کے علاوہ ماں کی طرح ہماری اخلاقی تربیت کا بھی خیال رکھتے تھے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور

سے اگلے سال بی ایڈ کر کے ایک گورنمنٹ سکول میں سائینس اور ریاضی کے ٹیچر کے طور پر ملازمت شروع کی تھی کہ چند ہفتے بعد والدہ محترمہ کو ملنے گاؤں آیا تو ماموں جان محترم پروفیسر سلطان محمود شاہد صاحب کا پیغام ملا کہ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں سائینس ٹیچر کی اشد ضرورت ہے لہذا فوراً چلا آؤں۔ جس پر اگلے روز ہیڈ ماسٹر صاحب کی خدمت میں استعفیٰ پیش کر دیا۔ خاکسار کو کافی سمجھانے کی کوشش کی گئی



Speech & Prize giving day - 28 April 2019

لیکن اپنے دادا جان کے الفاظ ۔" جماعت کی خدمت کروں"۔ خاکسار کے دل پر نقش تھے۔ اور زیادہ تنخواہ والی سرکاری ملازمت چھوڑ کر ربوہ حاضر ہو گیا۔ نصرت جہاں سکیم کے تحت خدمت کے لئے کوشش کی خاکسار کا انتخاب تو نہ ہو سکا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ میں نے سیرالیون میں فزکس کے استاد کے لئے درخواست بجھوائی جس پر وہاں سے ملازمت کی پیشکش ہو گئی اور میں ستمبر 1971 کو سیرالیون چلا آیا جہاں گورنمنٹ سکول کینیما میں فزکس کی تدریس کا کام میرے سپرد کر دیا گیا۔

کینیما سیرالیون کے مشرقی صوبہ کا ہیڈ کوارٹر ہے یہاں خاکسار کو وسیع رہائش گاہ سرکاری طور پر مہیا کی گئی۔ اس جگہ جماعت کا مشن ۔ مسجد یا سیکنڈری سکول نہیں تھا۔ مربی صاحب ملنے تشریف لائے تو گھر کی چابی ان کی خدمت میں پیش کر دی۔ الحمدللہ کہ یہ گھر دس سال تک جماعتی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔ مارچ 1977 میں سیرالیون سے ہی منسٹری آف ایجوکیشن زیمبیا کو درخواست بھیجی وہاں زیادہ تنخواہ اور ملازمت کے مل جانے کی اُمید بھی قوی تھی۔ انہی ایاّم میں مکرم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب مرحوم ہمارے ہاں حسبِ معمول شہر آئے تو ملنے کے لئے تشریف لائے۔ انہیں بتایا کہ پاکستان جا رہا ہوں اور اس کے بعد زیمبیا چلا جاؤنگا۔ جوش سے فرمانے لگے کہ " میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو سب کچھ دیا ہوا ہے۔ دے رہا ہے اور بہت دے گا لیکن آپ کینیما سے نہیں جا سکتے جب تک یہاں مسجد۔ مشن ہاؤس اور احمدیہ سیکنڈری سکول نہیں



بن جاتا" انہی دنوں مخالفت کی وجہ سے کینیما میں سیکنڈری سکول کے اجراء کیلئے مسائل درپیش تھے۔ جولائی میں پاکستان چھٹی پر گیا اور اگست 1977 میں مجھے منسٹری

آف ایجوکیشن کی طرف سے معاہدہ پر ملازمت مل گئی تو اکتوبر 1977 میں زیمبیا پہنچ گیا لیکن ایک دُور افتادہ قصبہ میں ہونے کی وجہ سے دل نہ لگ سکا اور واپس سیرالیون ہی آ گیا۔ یہاں ایک گھانین دوست کو اپنا سکول چلانے میں دشواریاں پیش آ رہی تھیں۔ محترم امیر صاحب سے درخواست کی تو انہوں نے یہی سکول خرید لیا اور اسطرح ''ناصر احمدیہ سیکنڈری سکول'' کے قیام کے ساتھ ہی اسی شہر میں مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر بھی مکمل ہو گئی۔ الحمدللہ۔ پلاٹو۔ نائیجیریا 1981 میں سٹیٹ کے سیکنڈری سکول میں

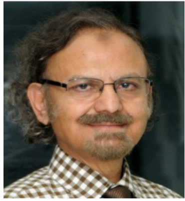


خاکسار کو بطور سینئر ایجوکیشن آفیسر ملازمت مل گئی اور یوں محترم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ابن مکرم سردار عبدالرحمٰن صاحبؓ کی پیشگوئی بھی اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی۔ یہاں پر خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے 1994 میں لندن آنے تک بطور اسسٹنٹ چیف ایجوکیشن آفیسر اور مختلف صورتوں میں جماعتی خدمت کی توفیق دی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ ایک لمبے عرصہ کے بعد 2017 میں خاکسار کو سیرالیون میں اپنے سابقہ سکول کی طرف سے دعوت پر فنکشن میں شمولیت کا موقعہ ملا ۔ جہاں بہت سارے پرانے تلامذہ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ وہ میرے ساتھ ایک کلاس روم میں پھر ایک بار شاگروں کی طرح بیٹھ کر یادوں کو تازہ کرتے رہے۔ 28 اپریل 2017 کو سکول



کے سالانہ فنکشن جس میں چینی سفیر کے علاوہ دیگر ڈپلومیٹس اور بڑی تعداد میں دوسرے افراد مدعو تھے۔ اس موقعہ پر عزت افزائی کرتے ہوئے کینیما کے چیف کے طور پر خاکسار کی تاجپوشی کی گئی۔ پہلے پاکستانی کے طور پر یہ بہت بڑا اعزاز خاکسار کو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے عطا ہوا اور اگلے روز گارڈ آف آنر دیا گیا جس میں حاضر اور سابق طلباء نے شرکت کی۔

اسی تکریم کا بھرپور مظاہرہ 2019 میں سالانہ فنکشن پر دوبارہ کیا گیا۔ ذالک فضل اللہ۔ یہ دنیوی عزتیں اور نوازشیں سب اس سلسلہ سے وابستگی اور بچپن سے لے کر تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں حاصل کردہ تعلیم وتربیت اور والدین وبزرگان کی خاص دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ خدا تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری نسلوں کو اخلاص کے ساتھ خلافت احمدیہ سے وابستہ رہنے کی توفیق دے۔ آمین



غیر مسلم ماننے کا مطالبہ؟

جمیل احمد بٹ

انسانی حقوق کی بحالی کے لئے احمدیوں سے پہلے اپنے آپ کو غیر مسلم مان لینے کا مطالبہ آج کل میڈیا پر دہرایا جا رہا ہے۔ اس مطالبہ کو ماننے کی عملی صورت کیا ہے؟

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والے غیر مسلم ہیں۔ ان سب کے اپنے اپنے عقائد، عبادات اور رسوم ہیں۔ تاہم ان میں ایک قدرِ مشترک ہے کہ یہ سب اسلام کو بطور مذہب اپنے لئے قابل قبول نہیں سمجھتے۔ قرآن کو خدا کی کتاب اور آں حضرت ﷺ کو سچا نبی نہیں مانتے۔ کوئی شخص اسلام چھوڑ کر ان میں سے کسی مذہب کو اختیار کرتا ہے تو وہ اسلام، اس کی کتاب اور اس کے نبی کو رد کر کے ہی یہ قدم اٹھاتا ہے۔

پس احمدیوں سے اپنے آپ کو غیر مسلم ماننے کا مطالبہ اصل میں یہ ہے کہ وہ اسلام کو رد کر دیں۔ قرآن کو خدا کی کتاب نہ مانیں۔ اور آں حضرت کی صداقت کا انکار کرتے ہوئے ان سے اپنا ناطہ توڑ لیں۔

ان مطالبہ کرنے والوں کی محبت رسول ﷺ کیسے اس بات کو گوارا کرتی ہے کہ وہ لاکھوں افراد کی ایک جڑی ہوئی جماعت سے خود کو دامن رسول ﷺ سے کاٹ لینے کا مطالبہ کریں۔ یہ تو وہی جانتے ہوں گے۔

جہاں تک احمدی کا تعلق ہے اس کو تو گھٹی میں اللہ سے تعلق، آں حضرت ﷺ سے محبت اور قرآن سے عشق کا درس دیا جاتا ہے۔ اس کا بچپن پابندئ نماز، تلاوت قرآن کریم اور پیارے رسول کی پیاری باتیں سنتے گزرتا ہے۔ دلوں میں بسی ان محبتوں کو حضرت بانئ جماعت کی تعلیم کو پڑھ اور سن کر جلا دیتے وہ بچے سے بڑا ہوتا ہے۔ اور پھر انہی کی خاطر اپنی ساری زندگی دین کے لئے اپنا وقت اور مال قربان کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ محبتیں پانچ نسلوں سے اس کا سرمایہ حیات ہیں وہ یہ سب کیسے چھوڑ سکتا ہے؟

جو لوگ یہ تعجب کرتے ہیں کہ احمدی کیوں اپنے آپ کو غیر مسلم مان نہیں لیتے۔ وہ اس محبت کی گہرائی، وسعت اور طاقت سے ناواقف ہیں جو ایک احمدی اپنے دل میں اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب کے لئے رکھتا ہے۔ وہ اپنی جان کو بھی اس کے آگے ہیچ جانتا ہے۔ سینکڑوں

احمدیوں نے اسی محبت کی خاطر اپنی جانیں نچھاور کر دیں لیکن اس تعلق کو نہ چھوڑا۔

پس احمدیوں سے یہ مطالبہ ایک ناممکن امر کا مطالبہ ہے۔ وہ حضرت بانی سلسلہ کی تعلیم کے مطابق اللہ سے تعلق کی راہ میں جدوجہد کرتے رہیں گے۔ آنحضرت ﷺ سے محبت کے اس چراغ کو اپنے سینوں میں یونہی روشن رکھیں گے۔ اور قرآن کریم ان کی کتاب شریعت رہے گی۔

آخر وہ گزشتہ پانچ دہائیوں سے حکومتوں اور قانون کی سرپرستی میں تیسرے درجہ کا شہری بن کر، تمام انسانی حقوق چھنوا کر، ووٹ کے حق سے محروم رہ کر، ہر میدان میں نا انصافی اور حق تلفیوں سہہ کر، میڈیا پر یک طرفہ پراپاگنڈا اور ہر خاص و عام کی گالیاں سن کر اور معاشرے میں تحقیر کا نشانہ بن کر جی ہی رہے ہیں۔ اگر یہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے دامن سے چمٹے رہنے کی سزا ہے۔ تو پھر یہ سب انہیں قبول ہے۔

ہاں احمدیوں کو اپنے آپ کو غیر مسلم مان لینے کا مشورہ دینے والے یہ ضرور یاد رکھیں کہ ظلم اور نا انصافی کا دور کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو بالآخر اس تاریکی کو مٹنا ہوتا ہے کہ گہری سے گہری تاریک رات کی زندگی بھی بس سورج کی پہلی کرن تک ہی ہوتی ہے۔

خلافت

خدا کی عطا کردہ نعمت خلافت
ہے ایمان والوں کی دولت خلافت
نبوت کی زندہ صداقت خلافت
خدا کی طرف سے امانت خلافت
نبوت خدا کی مکمل ہدائیت
ہدائیت کی کامل اِشاعت خلافت
خلافت نبوت کا اک تکملہ ہے
خلافت نبوت، نبوت خلافت
نہیں ہوتے معزول ہر گز خلیفے
کہ رکھتی ہے اک خاص نصرت خلافت
نہیں چھین سکتا خلیفہ سے کوئی
خدا کا عطیہ ہے خلعت خلافت
ہراساں دلوں کی تسلی کا موجب
سراپا تشفی سکینت خلافت
غمِ رحلتِ انبیا کا مداوا
پریشان روحوں کی راحت خلافت
ہے بندوں پہ گر انتخابِ خلافت
حقیقت میں ہے دستِ قدرت خلافت

(محمد ابراہیم شاد صاحب)



محترم فخر احمد بھٹی مربی سلسلہ مرحوم

رانا عبدالرزاق خان، لندن



خدا تعالیٰ کی حکمتوں کا انسان قطعاً علم نہیں رکھتا۔ بظاہر تو یہ ایک بہت غمزدہ اور دلوں کو ہلا دینے والی خبر ہے مگر اسے برداشت کرنے کے لئے بھی ایک حوصلہ درکار ہونا چاہیئے۔ اس خبر نے ساری دنیا کو غمگین کر دیا ہے۔ دل خون کے آنسو روتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ اس کے جواں سال بیٹے کی خبر نے تو مزید غمگین کر کے رکھ دیا ہے۔ محترم فخر احمد بھٹی مرحوم (عمر 47 سال) احمد نگر نزد ربوہ مربی جماعت احمدیہ متعین تھے۔ صدر عمومی کے دفتر میں بھی ڈیوٹی دیتے تھے۔ مورخہ یکم نومبر کو بعد نماز مغرب بیٹے کے ہمراہ اپنے موٹر سائیکل پٹرول پمپ کے پاس ربوہ کو جا رہے تھے۔ ایک ڈمپر کے نیچے آ گئے۔ جبکہ ان کا نوعمر بیٹا احتشام احمد (عمر 17 سال) بھی ان کے ساتھ پیچھے بیٹھا تھا۔ موقع پر دونوں باپ بیٹا جاں بحق ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بھٹی صاحب مرحوم کی والدہ حیات ہیں۔ والد محترم سیف الرحمن بھٹی صاحب وفات پا چکے ہیں۔ ان کے تین بھائی ہیں جو جرمنی میں مقیم ہیں۔ فخر بھٹی صاحب کی چار بیٹیاں ہیں۔ جو بالترتیب تیرھویں، بارھویں، ساتویں اور چوتھی کلاس میں پڑھ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو سلامت رکھے اور ان کا وارث ہو۔ بھٹی صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ میرے پاس چک ۲ ٹی ڈی اے ضلع خوشاب عرصہ پانچ سال رہے۔ جبکہ خاکسار اس جماعت میں بطور صدر تھ خدمت انجام دے رہا تھا۔ وہیں تھے جب ان کی شادی ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹی سے نوازا۔ پھر اُن کا تبادلہ ہو گیا۔ بعد ازاں بورکینا فاسو افریقہ چلے گئے۔ میں بھی 2005 میں لندن شفٹ ہو گیا تو لندن جلسہ سالانہ پر 2010ء میں تشریف لائے۔ مجھے ملے۔ میں نے لندن کی سیر کروائی۔ بہت خوش تھے۔ بعد ازاں اُن کا پاکستان تبادلہ ہو گیا۔ آجکل احمد نگر میں خدمت بجا لا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔

آپ کے چار بیٹیاں ہیں اور ایک بیٹا تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ کو ان کے ساتھ پیارا ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جب خاکسار سعودیہ سے عمرے کے بعد مارچ 2020 میں ربوہ گیا تو ان کی فیملی کو احمد نگر بھی ملنے گیا تھا۔ جبکہ میری اہلیہ بھی میرے ساتھ تھی۔ ہنستا بستا

گھر تھا جو اُجڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت انسان کو کب سمجھ آتی ہے ۔ یہ ایک بہت بڑا دُکھ ہے جو نا قابل برداشت ہے دو جواں سال اموات نے میرے جگر کو چھلنی کر دیا ہے ۔ دل خون کے آنسو رو رہا ہے ۔ اے خدایا بچہ ہی بچ جاتا، ابھی دونوں کی عمر ہی کیا تھی ۔ ایک تو پھول ہی تھا جو ابھی کلی میں تھا ۔ اسے کھلنے کا موقع ہی نہ ملا ۔ واہ رے میرے مالک ۔ تیرے رنگ ۔ تیری مرضی ۔ کچی فصل کاٹ لے یا پکی ہوئی ۔ ہم تیری رضا میں راضی ہیں ۔ خوشیوں بھرا گھر اُجڑ کر رہ گیا ۔ سب لوگ مشیت ایزدی پر انگشت بدنداں ہیں ۔ اچھا میرے مالک ان دونوں پر اپنی ڈھیر سی رحمتیں کرنا ۔ اُن کا جنت میں بھی خیال رکھنا ۔ اور اُن کے پسماندگان کا بھی وارث بن جانا ۔ انسان تو جھٹ سے فکر مند ہو جاتا ہے ۔ مگر تو تو رب العلمین ہے ۔ تیرے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ۔ تو ہی بہتر جانتا ہے ۔ تو ان کے غمگساروں کو صبر کی توفیق دینا ۔ ان کی ڈھارس بندھانا ۔ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے چار جواں سال بیٹے کم عمری ہی میں اس دنیا سے رُخصت ہوئے تھے ۔ ہم کیا چیز ہیں ۔ تیری حکمتیں تو ہی جانے ۔ ایک دوست ایک مشیر ایک ہمدرد سے ہم سب محروم ہو گئے ۔ وہ سب کو روتا ہوا چھوڑ گئے ۔ غموں کی آندھیوں نے ہمیں آلیا ۔ اے خدا تو ہی اب ہماری ڈھارس بندھائیو۔

ہمارا حوصلہ نہیں کہ ہم اس غم کو برداشت کر سکیں ۔ مرحوم فخر احمد بھٹی بہت سی خوبیوں کے مالک تھے ۔ نڈر بہادر، ہمدرد اور غمگسار تھے ۔ ہمدرسی خلق ان کا ایک وصف تھا ۔ تربیت اور تعلیم کے ماہر تھے ۔ مہمان نوازی اور خلوص ان کا شعار تھا ۔ بچوں سے پیار و محبت ان کا شیوہ تھا ۔ ہماری جماعت چک ۲ ٹی ڈی اے میں وہ تقریباً پانچ سال رہے ۔ بہت ہی اچھا وقت گزارا ۔ اپنے فرائض منصبی میں بہت ہی سنجیدہ رہتے تھے ۔ جماعت کے افراد کی تعلیم و تربیت میں کوئی کمی نہ رہنے دیتے تھے ۔ سب سے بھائیوں بیٹوں جیسا سلوک روا رکھتے ۔ کسی کی بھی دل شکنی نہ کرتے ۔ افریقہ میں بھی بہت اچھا وقت گزارا ۔ اور پاکستان میں بھی ۔ آپ کا تعلق سب سے یکساں تھا ۔ ہنس مکھ اور ملنسار تھے ۔ کسی بھی مسئلے کو حل کرنا ان کے دائیں ہاتھ کا کام تھا ۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں صفِ اول کے مجاہد تھے ۔ بڑوں کے ساتھ شفقت اور چھوٹوں کے ساتھ پیار اور نرمی سے پیش آتے ۔ کسی بھی غم کے موقع پر لوگوں کی ڈھارس بندھاتے اور خوشی میں اللہ کا مشکور ہونے کی تلقین کرتے ۔ ان کا بیٹا احتشام تو بہت ہی پیارا تھا ۔ فرسٹ ایئر کا طالب علم، بلکہ نونہال تھا ۔ یکم نومبر 2020 کو یہ دونوں دارفانی کو چھوڑ کر عدم کو سدھارے ۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو غریق رحمت کرے اور غم خواروں کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ آمین ۔

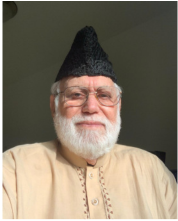


جب میں طفل تھا

اعجاز احمد ملک۔احمد نگر۔نزد ربوہ

تین روزہ جلسہ اطفال الاحمدیہ احمد نگر میں شمولیت حضرت صاحب زادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ 1964-65

آنحضرت ﷺ نے تاکیداً ارشاد فرمایا ہے کہ: بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں سب سے پہلی آواز اذان کی پہنچائی جائے ۔کیونکہ اذان میں اسلام کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ بلکہ اس میں دعوتِ الی اللہ کا رنگ بھی ہے۔اذان کی آواز میں صلوٰۃ اور فلاح کے رستہ پر قدم رکھنے کی طرف اشارہ ہے۔گویا پیدائش کے ساتھ ہی تربیت شروع ہو جاتی ہے۔تربیت کے لحاظ سے والدین پہلی تربیت گاہ ہیں۔اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ ہمیں حضرت مسیح موعودکو ماننے کی توفیق ملی ۔اور خلافت کا پیارا نظام نصیب ہوا اور جماعت احمدیہ کے نظام کے تحت چھوٹی عمر کے بچوں کے لئے ''اطفال الاحمدیہ'' جیسی عمدہ درس گاہ نصیب ہوئی ۔ہم خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ''اطفال الاحمدیہ'' کے تحت ہمیں بہت اچھے راہنما میسّر ہوئے اور روحانی ماحول ملا۔ ''جب میں طفل تھا'' ہمارے احمد نگر کے ناظم اطفال مکرم خواجہ محمد افضل بٹ صاحب تھے۔آپ کا تعلق کشمیری خاندان سے ہے۔آپ بہت مستعد اور انتھک ناظم اطفال تھے۔انہوں نے بچوں کی تربیت کے لئے دن رات کام کیا ہے اور



بچوں کو دلچسپی کے پروگرام دیئے۔اور بچوں نے بھی خوب دلچسپی کا اظہار کیا،آپ کی سب سے زیادہ توجہ پنجگانہ نماز باجماعت کی ادائیگی تھا۔مجھے یاد ہے کہ:ا۔:خصوصاً بعد نماز مغرب باقاعدگی سے درس کا انتظام تھا اور قرآن مجید کی سورتیں و دعائیں اور نماز باترجمہ پڑھائی اور یاد کروائی جاتی تھیں۔۲۔: نمازوں کی حاضری کے لئے ''سائق'' نظام تھا۔ہر سائق کے پاس ایک کاپی ہوتی تھی ۔جس میں ہر سائق کو کم از کم دس اطفال دیئے گئے تھے اوران کی پانچوں وقت میں نمازوں کی حاضری لگائی جاتی تھی ۔ اور اجلاسات ،یومِ والدین کے پروگرام میں حاضری کا اندراج کیا جاتا تھا۔اور ہر سائق اپنی ماہانہ

کارگزاری رپورٹ مکرم منتظم صاحب عمومی اطفال کو نوٹ کرواتے تھے۔ ۳۔:ہر سائق کی ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ اپنے حذب کے تمام اطفال کو پنجگانہ



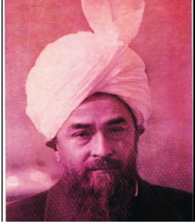
دوستانہ میچز ہوتے۔ ۷۔ منتظمین اطفال بھی اپنے اپنے شعبے کے کام میں بہت ایکٹو تھے۔اور اپنے اپنے شعبہ کی ماہانہ کارگزاری رپورٹ مکرم منتظم صاحب عمومی

نماز با جماعت و دیگر پروگرامز میں شمولیت کی غرض سے مسجد لے کر آئیں۔ ۴۔:علی الصبح صلّی علیٰ کیا جاتا تھا۔سب سائق اپنے حذب کے اطفال کو گھروں سے نکال کر صلّی علیٰ کرتے بیت کی طرف آتے تھے۔اس طرح احمد نگر کی گلیاں ''اللہ اکبر'' نعرہ تکبیر سے گونج رہی ہوتیں تھیں۔اسی طرح مغرب کی نماز میں بھی آتے ہوئے صلّی علیٰ کرتے آتے تھے۔ 5:نماز تہجد با جماعت ادائیگی کا انتظام کیا جاتا تھا۔اکثر جمعۃ المبارک کو با جماعت تہجد پڑھی جاتی اور اس کے بعد مسجد کی صفائی و پانی کا چھڑکاؤ کیا جاتا تھا۔اور جمعہ کے روز ہی ہر طفل اپنے اپنے گھر کے باہر صفائی کرتا اور مکرم منتظم صاحب وقار عمل کا معائنہ کرتے۔جس طفل نے اپنے حلقہ کو خوبصورت کیا ہوتا اس کو اجلاس عام میں انعام دیا جاتا تھا۔ ٦۔:بعد از نماز عصر اطفال گراؤنڈ میں جاتے اور اپنی اپنی پسند کی کھیل کھیلتے۔بعض دفعہ ورزشی مقابلہ جات بھی کروائے جاتے۔دوسرے علاقہ میں مثلاً ربوہ، ڈاور اور دیگر جگہ آپس میں

کے پاس جمع کرواتے اور بعد ازاں مجموعی رپورٹ تیار کر کے ہر ماہ مرکز کو بھجوائی جاتی۔ان تمام پروگرامز کا مثبت نتیجہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام اطفال پنجوقتہ نماز با جماعت ادا کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔بلکہ بچوں کے گھر کے بڑے افراد بھی نماز با جماعت کی ادائیگی میں باقاعدگی سے شامل ہوتے تھے۔اور ''مسجد احمد نگر'' نمازیوں سے بھری ہوتی تھی۔سب اطفال جب ایک نماز ''مسجد'' میں ادا کر کے گھر پہنچتے تھے تو دوسری نماز کی تیاری اور انتظام میں رہتے تھے۔اور بر وقت نماز میں شامل ہوتے تھے۔میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ مجلس اطفال الاحمدیہ کا ہر طفل پنجوقتہ نماز با جماعت پڑھتا تھا اور سو فیصد حاضری ہوتی تھی۔اگر بالفرض کوئی طفل نماز میں باقاعدہ نہیں ہوتا تھا یا سست ہوتا تو ہمارے ناظم صاحب اطفال کا یہ طریق تھا کہ سب سے پہلے اس بچے کو بہت پیار سے سمجھاتے اور اس بچے کے والدین سے بھی رابطہ کرتے۔اگر وہ بچہ پھر بھی سستی کرتا اور اگر کسی

نماز باجماعت سے غیر حاضر ہوتا تو اس کو آدھی رات کو اُٹھا کر نماز پڑھاتے تھے۔یہ طریق محض بچوں کی اصلاح کی خاطر انجام دیا جاتا تھا۔اس طریق سے بچہ باجماعت نماز کا پابند ہوجاتا تھا بلکہ دوسرے سست بچے بھی ہوشیار ہوجاتے تھے اور نماز با جماعت ادا کرتے تھے۔ایسی چند ایک مثالیں تھیں ۔بچوں کے والدین کا تنظیم کے ساتھ مثالی تعاون تھا۔میں ان والدین کو سلام کرتا ہوں۔

بچوں کے ماہانہ اجلاسِ عام ،یومِ والدین کے پروگرام ہر ماہ باقاعدگی سے منعقد ہوتے تھے۔اجلاس میں والدین کی حاضری سو فیصد ہوتی تھی ۔تربیتی و معلوماتی اور کھیلوں کے پروگرام ہوتے تھے اور آپس میں مقابلہ جات کروائے جاتے تھے اور بچے اول، دوم اور سوم پوزیشنز حاصل کرتے انہیں اجلاس عام یا ''یومِ والدین'' کے اجلاسات میں انعامات دیئے جاتے تھے۔حوصلہ افزائی کے بھی بہت انعام دیئے جاتے تھے۔ایسے پروگرام منعقد کرنے سے اطفال میں بیداری پیدا ہوتی ہے اور بچے ایسے پروگرامز میں شوق اور دلچسپی سے شامل ہوتے تھے۔مجلس اطفال الاحمدیہ کی ماہانہ رپورٹ کارگزاری مرکز میں بروقت بھجوائی جاتی تھی اور مرکز کی طرف سے ہماری رپورٹ پر بہت اچھے ریمارکس آتے تھے اور ہمارے کام کو سراہا جاتا تھا۔مرکز کے ریمارکس کو اجلاس عام میں پڑھ کر سنایا جاتا تھا۔مندرجہ بالا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شائد ہمارے اس ذکر سے دوسری تنظیموں کو کچھ راہنمائی مل جائے۔اور ہمارے کام کرنے والوں کا ذکر خیر ہوجائے اور انکے لئے بزرگان سلسلہ کی طرف سے دعا ہی ہوجائے گی۔میں اپنے طفل کے وقت کے سنہری دور کا ذکر کر رہا ہوں۔یہ سن 1962ء سے شروع ہوتا ہے۔اس دور میں اپنے ناظم اطفال جن کو مربی صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔مکرم خواجہ محمد افضل بٹ صاحب تھے(بلکہ آپ ہی تحصیل لیول کے اطفال الاحمدیہ کے نگران بھی تھے)۔کچھ عرصہ احمد نگر کی مجلس ضلع فیصل آباد ڈویژن کے زیر انتظام رہی ہے۔اور فیصل آباد سے قائد ضلع و دیگر عہدیداران رابطہ کی غرض سے احمد نگر آیا کرتے تھے۔اُس وقت ناظم اطفال الاحمدیہ احمد نگر ،ناظم تحصیل چنیوٹ مکرم خواجہ محمد افضل بٹ صاحب تھے۔اُس وقت مربی اطفال مکرم شریف احمد صاحب قادیانی تھے۔قائد مجلس خدام الاحمدیہ احمد نگر مکرم مولوی محمد اسلم بٹ صاحب تھے۔صدر جماعت احمدیہ احمد نگر مکرم نور احمد عابد صاحب تھے۔



حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ



تھے۔حضرت صدر صاحب مرکزیہ اکثر ہمارے مکرم ناظم صاحب اطفال الاحمدیہ احمد نگر کو اپنے پاس بلا کر کارکردگی کا جائزہ لیتے رہتے تھے اور مفید ہدایات سے نوازتے تھے۔مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر 1964۔65ء میں ''علمِ انعامی'' کی مستحق قرار پائی'' اللہ تعالیٰ نے ہماری مساعی میں برکت ڈالی اور سن 1964ء میں مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر کارکردگی کے لحاظ سے پورے پاکستان میں بہترین ''مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر'' قرار پائی اور ''علمِ انعامی'' کی مستحق ٹھہری ۔یقیناً اس عظیم الشان کامیابی کا سہرا ہمارے مکرم ناظم صاحب اطفال کے سر ہے اور اطفال الاحمدیہ کی اعلیٰ کارکردگی کا نتیجہ ہے اور مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر کی مساعی قابلِ رشک تھی۔اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہماری کارکردگی کا صلہ ہماری مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر کو ''علمِ انعامی'' کی شکل میں ملا۔

''علمِ انعامی'' اطفال الاحمدیہ کا علمِ انعامی ہر سال خدام الاحمدیہ کے مرکزّی اجتماع کے موقع پر دیا جاتا ہے ۔چونکہ اس سال ہنگامی حالات کی وجہ سے اجتماع منعقد نہ ہوسکا۔اس لئے حضورؓ نے جلسہ سالانہ کے مبارک موقع پر یہ علمِ اوّل رہنے والی مجلس یعنی مجلس احمد نگر کے قائد مکرم محمد اسلم بٹ کو اپنے دستِ مبارک سے عطا فرمایا۔اللہ تعالیٰ اس مجلس کو بھی یہ غیر معمولی اعزاز مبارک کرے اور اسے اپنا یہ خصوصی امتیاز آئندہ بھی برقرار رکھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔(الفضل 26دسمبر 1965ء صفحہ نمبر54 شمارہ296 ص8)



اجتماع اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کے اختتام کے بعد اطفال الاحمدیہ احمد نگر مکرم ناظم صاحب اطفال اور مکرم مربی صاحب اطفال کی زیر نگرانی ربوہ سے احمد نگر ''علمِ انعامی ''لے کر پیدل آئے تھے اور رستہ میں سرگودھا روڈ سے احمد نگر نعرے لگاتے آرہے تھے ۔ہمارے پاس سے سرگودھا روڈ سے گزرنے والی ہر قسم کی ٹریفک یعنی بسیں،کاریں وغیرہ ہمارے قریب آکر بہت آہستہ ہوجاتیں تھیں۔اور ہمارے نعرہ تکبیر میں تیزی آجاتی اور بسوں میں موجود مسافر ہمارے نعروں میں ہم آواز ہوجاتے۔

ہم سب اطفال نعرے لگاتے جب احمد نگر پہنچے اور

احمد نگر کی گلیوں میں ''علمِ انعامی'' کا جھنڈا اُٹھائے نعرہ تکبیر ۔اللہ اکبر کے نعرے لگاتے گزرتے تو گھروں میں موجود احمدی اور غیر از جماعت مرد وزن باہر نکل کر نظارہ کرتے اور ہمارے ساتھ شامل ہو جاتے۔میرے کانوں میں اُن نعروں کی آواز آج بھی گونج رہی ہے۔وہ قابل تحسین لمحات یاد آتے ہیں تو بچپن یاد آجاتا ہے۔بہت ہی حسین اور روحانیت سے پُر دور تھا۔ احباب جماعت دعا فرماویں۔اللہ تعالیٰ اُن پر اور اُن کی نسلوں پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔جنھوں نے اپنے دور میں خصوصاً 1964ء میں ان تھک کام کیا اور خدمت سلسلہ بجا لاتے رہے۔جن خدمات کا تفصیلی ذکر آچکا ہے۔اس دور میں مکرم ناظم صاحب اطفال ،مکرم قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ ،عہدیداران اطفال الاحمدیہ خصوصاً احمد نگر کے سب ہی اطفال شامل ہیں ۔جن کی کاوشوں سے مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر مثالی کارکردگی دکھلا سکی اور بے شمار فضلوں اور رحمتوں کی بارش برستی دیکھی ۔اس وقت اطفال الاحمدیہ کی تعداد 140 کے لگ بھگ تھی۔

تین روزہ جلسہ اطفال الاحمدیہ احمد نگر کا انعقاد اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی شمولیت۔

مکرم ناظم اطفال نے خواہش کا اظہار کیا کہ مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر جس طرح مرکز خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ تین روزہ جلسہ منعقد کرتی ہے۔اسی طرح کا جلسہ منعقد کرے۔تمام اطفال الاحمدیہ نے اتفاق کیا اور اس کے ساتھ تیاری شروع کر دی گئی۔اس سلسلہ میں مکرم ناظم صاحب اطفال نے حضرت صدر صاحب خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے ملاقات کر کے مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر کی خواہش کا اظہار کیا اور اجازت چاہی تو حضرت صدر صاحب خدام الاحمدیہ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا اور اجازت مرحمت فرما دی۔



چنانچہ تین روزہ جلسہ منعقد کرنے اور کامیاب بنانے کے سلسلہ میں کام تیز کر دیا گیا۔علمائے سلسلہ سے تقاریر کی غرض سے رابطے شروع کر دیئے گئے ۔اور دینی معلوماتی پروگرام اور کھیلوں کے مقابلہ جات کروانے کیلئے مختلف کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔اور انکے سپرد کام کر دیئے گئے اور ہدایت کی گئی کہ کمیٹیوں کے سپرد جو کام کئے گئے ہیں وہ تیزی سے مکمل کئے جائیں۔اس جلسہ میں شمولیت کے لئے لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ احمد نگر کو بھی دعوت دی گئی۔اس طرح تحصیل لیول کے اطفال الاحمدیہ کو جلسہ میں شامل ہونے کا کہا گیا۔اس تین روزہ جلسہ اطفال

الاحمدیہ کے رُوحِ رواں مکرم ناظم صاحب اطفال دن رات کام کی نگرانی کررہے تھے۔ جب جلسہ کے تمام انتظامات اور تیاری تسلی بخش طور پر مکمل ہوگئی تو علماء کرام کی جلسہ میں تقاریر و دیگر پروگرامز یعنی علی الصبح تہجد، دینی مقابلہ جات اور کھیلوں کے مقابلہ جات کروانے کے پروگرامز ترتیب دیئے گئے۔ اسکے بعد جلسہ کا افتتاح کرنے صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے درخواست کی گئی۔ آپ نے افتتاحی خطاب سے رضا مندی کا اظہار فرمادیا۔

اب جلسہ کے اختتامی خطاب و تقسیم انعامات کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ صدر انصار اللہ مرکزیہ سے محترم ناصر احمد ظفر صاحب کے ذریعے رابطہ کیا گیا۔ حضرت میاں صاحبؒ نے اپنی بے حد مصروفیات کے باعث معذرت کرلی اور رضا مندی کا اظہار نہ فرمایا۔ جب یہ اطلاع اطفال الاحمدیہ اور احباب جماعت احمد نگر کو ملی تو سب میں مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔ کچھ وقت کے لئے پروگرام تاخیر کا شکار ہوگیا۔ مگر ہمارے ناظم صاحب اطفال نے ہمیں تسلی دی اور ہدایت فرمائی کہ اپنی تیاری مکمل رکھیں۔ وہ خود بھی کوشش کررہے ہیں، انشاء اللہ جلسہ ضرور ہوگا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ صدر انجمن احمدیہ بھی تھے اور ہمارے ناظم صاحب اطفال آپ کے ساتھ ہی کام کرتے تھے۔ اس لئے انھیں اعتماد تھا کہ وہ ایک دن اپنی کوششوں سے آپؒ کی رضا مندی حاصل کرلیں گے۔ مکرم ناظم صاحب اطفال ہمیں اپنی کوششوں سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ کئی روز گزر جانے کے بعد آخر اللہ تعالیٰ نے اطفال الاحمدیہ کی خواہش کو قبولیت بخشی اور ہمارے پیارے حضرت میاں صاحبؒ جو بعد میں خلیفۃ المسیح الثالثؒ مقرر ہوئے۔ آپ کا پیار اور محبت کا اظہار ہے کہ آپکا بابرکت وجود بحیثیت صدر انصار اللہ مرکزیہ احمد نگر تشریف لانے اور تقسیمِ انعامات فرمانے کی رضامندی ظاہر فرمادی۔ الحمد اللہ۔

جب آپؒ کی رضا مندی کی خبر احمد نگر پہنچی تو احمد نگر میں جشن کا سماں تھا۔ اس خوشی کا اظہار الفاظ میں بیان کرنا ناممکن تھا۔ یہ جلسہ اطفال الاحمدیہ احمد نگر تین روزہ 1964ء میں منعقد ہوا تھا۔ اس کاوش کا ذکر کچھ تفصیل سے کرنا ضروری سمجھتا ہوں:۔

اس عظیم الشان اور پیارے وجود کی رضا مندی مکرم خواجہ محمد افضل بٹ صاحب ناظم اطفال کے سر ہے۔ ان کی کوشش سے وہ خوشی کے لمحات میسّر آئے جو ہمیشہ کے لئے تاریخ کا حصہ بن گئے، ان کی ثابت قدمی، مستقل مزاجی اور انکی ہمت و حوصلہ ہمارے مستقبل کی راہنمائی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ مکرم ناظم صاحب اطفال نے اس سلسلہ میں جو

ذکر فرمایا کچھ اس طرح ہے۔ایک روز مکرم ناظم صاحب اطفال سائیکل پر دعائیں اور درود شریف پڑھتے، احمد نگر سے ربوہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کو کوٹھی پر ملنے کے لئے روانہ ہوئے۔نماز عصر ربوہ بیت المبارک میں ادا کرنے کے بعد تعلیم الاسلام کالج (رہائش گاہ) پہنچ کر دروازہ پر دستک دی تو مکرم صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب تشریف لائے۔ان سے عرض کیا کہ حضرت میاں صاحب کو ملنا ہے۔مکرم مرزا لقمان احمد صاحب ویٹنگ روم میں انتظار کرنے کا کہہ کر اندر تشریف لے گئے۔تھوڑی دیر کے بعد حضرت میاں صاحبؒ تشریف لائے۔آپ سے اطفال الاحمدیہ احمد نگر کے جلسہ سے اختتامی خطاب اور تقسیمِ انعامات کی درخواست کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ”اپنی مصروفیات کے باعث حاضر نہیں ہوسکتا۔اس بارہ میں ناصر ظفر صاحب سے معذرت کا اظہار کر چکا ہوں“۔اس پر ناظم صاحب اطفال نے عرض کیا کہ:۔ہماری مجلس اطفال الاحمدیہ اور احباب جماعت احمد نگر کی دلی تمنا ہے کہ آپ ہمارے درمیان تشریف لا کر رونق بخشیں۔اگر آپ تشریف نہ لائے تو جماعت کا ہر فرد اور بچہ بہت مایوس ہوگا اور آپ کے اس ادنیٰ کارکنان کے دل کو ٹھیس پہنچے گی۔لہٰذا اپنے قیمتی وقت میں سے تھوڑا وقت اپنے ان پیاروں کے لئے نکالیں ہم آپ کی یقینی آمد کی اطلاع سب کو دے چکے ہیں۔لہٰذا ہماری حوصلہ افزائی فرما دیں۔اس پر حضرت میاں صاحبؒ مشفقانہ انداز سے چہرہ پر تبسم فرمائے کوئی جواب دیئے بغیر نماز مغرب کی ادائیگی کے لئے روانہ ہوگئے۔ہمارے ناظم صاحب اطفال بھی آپ کے ساتھ نماز کے لئے روانہ ہو گئے۔کوٹھی سے چند قدم آگے غالباً کالج ہوسٹل کا حصہ ہوگا وہاں نماز مغرب با جماعت ادا کرنے کے بعد آپ اپنی رہائش



گاہ کی طرف روانہ ہوئے آپ کے ساتھ اور بھی احباب کوٹھی تک آئے۔جب آپ کی کوٹھی قریب آ گئی تو احباب واپس لوٹ گئے اور ناظم صاحب آپ کے ساتھ میٹنگ روم پہنچ گئے۔وہاں پہنچ کر آپؒ نے مکرم میاں لقمان احمد صاحب کو فرمایا کہ: افضل صاحب کو کھانا کھلا کر روانہ کیا جائے۔اس پر ہمارے ناظم صاحب اطفال کا کہنا تھا کہ: ”میاں صاحب (اس وقت میاں صاحب کہہ کر بات کی جاتی تھی) آپ کی جلسہ اطفال الاحمدیہ احمد نگر میں شمولیت کی منظوری کے بغیر واپس نہیں جاؤں گا“۔اس کے بعد حضرت میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ: ”ٹھیک ہے۔میں صرف تقسیمِ انعامات کروں گا“۔ ہمارے ناظم صاحب اطفال کا کہنا تھا کہ یہ لمحہ میرے لئے اس قدر خوشی

کا باعث تھا کہ میاں صاحبؒ کا دستِ مبارک کا بوسہ لیا اور بے اختیار شکر الحمدللہ کے الفاظ نکل رہے تھے اور دل باغ باغ ہو رہا تھا کہ اپنے اس ادنیٰ خادم کے ساتھ ۔۔ اتنے بڑے بابرکت وجود کی شفقت اور پیار کا اظہار بیان سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس پیارے وجود پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل کرے ۔آمین ۔نیز ناظم صاحب اطفال نے بچوں کو نصیحت فرمائی کہ یہ خدائی سلسلہ ہے۔ پورے اخلاص اور محنت سے سلسلہ کی خدمت کرتے رہیں۔ اور کبھی بھی مایوس نہ ہوں ۔نیز ناظم صاحب اطفال کا کہنا تھا کہ اس کے بعد وہیں کھانا کھایا اور سائیکل پر واپس احمد نگر کے لئے روانہ ہو گیا۔ ایسے لگتا تھا جیسے اُڑتا ہوا آ رہا ہوں چند منٹوں میں احمد نگر پہنچ گیا اور سب اطفال اور احباب جماعت مسجد احمد نگر میں انتظار کر رہے تھے۔ جب خوشخبری کی اطلاع دی گئی کہ حضرت میاں صاحبؒ نے ازراہِ شفقت احمد نگر تشریف لانے کی رضامندی فرما دی ہے تو سب کے چہرے خوشی سے دمک اُٹھے الحمدللہ!''حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کا عظیم الشان استقبال''

اطفال الاحمدیہ احمد نگر نے دن رات ایک کر کے جھنڈیاں تیار کر رکھیں تھیں۔ خدام الاحمدیہ کی بھی مدد حاصل تھی۔ حضرت میاں صاحبؒ اور معززین کو جس راستہ سے لانا مقصود تھا وہ راستہ ربوہ سے آتے لاری اڈہ سے ذرا پہلے ایک سڑک احمد نگر کی آبادی میں داخل ہوتی ہے۔ یہ رستہ ہماری ''احمدیہ بیت الذکر'' کے قریب ترین ہے۔ اس رستہ کو دونوں طرف سے خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ جو گھر گزرگاہ کے اردگرد تھے ان گھروں کو قمقموں اور جھنڈیوں سے بہت خوبصورتی سے سجایا گیا۔ جلسہ کا انعقاد ''بیت الذکر احمدیہ احمد نگر'' کے احاطہ میں ہی کیا گیا اور صحن میں ہی سٹیج سجایا گیا تھا۔ لجنہ اماء اللہ ناصرات الاحمدیہ کے لئے باقاعدہ پردہ کا انتظام تھا۔ مختلف جگہوں سے شامل ہونے والے اطفال کو پہچان اور شناخت کی غرض سے الگ الگ بیٹھایا گیا تھا۔ اس میں جن مجالس کے اطفال شامل ہوئے وہ چنیوٹ، احمد نگر، ڈاور، کوٹ قاضی، ٹھٹھہ چندو، اور دیگر دیہات کے اطفال تھے۔ جلسہ اطفال الاحمدیہ احمد نگر کا افتتاح حضرت مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے فرمایا۔ انتہائی کامیابی کے ساتھ تینوں دن علمائے کرام کی تقاریر کے بعد جلسہ اختتام پذیر کے مرحلہ میں داخل ہو چکا تھا۔ اور اختتامی خطاب حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کا تھا۔ آپ کو ربوہ سے لانے کے لئے مکرم ناصر احمد ظفر صاحب اور مکرم

قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ و ناظم صاحب اطفال الاحمدیہ ربوہ روانہ ہوئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ صدر انصاراللہ مرکزیہ کے ہمراہ حضرت مولانا احمد

خان نسیم صاحب اور مکرم چوہدری ظہور احمد آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ احمد نگر پہنچے اور لاری اڈہ سے ذرا پہلے ایک سڑک جو مین روڈ سے ملتی ہے وہاں سے دونوں طرف پختہ سڑک سے احمد نگر کی ''احمدیہ بیت الذکر'' تک لوگوں نے پر جوش مقدمی نعروں سے حضرت میاں صاحبؒ کا استقبال کیا۔شروع میں غیر از جماعت (اس علاقہ کے بڑے لیڈر) معززین تھے۔جنہوں نے حضرت میاں صاحبؒ کے گلے میں ہار ڈالے۔جب غیر از جماعت معززین ہار ڈال چکے تو ان کے آگے کالج کے سٹوڈنٹ تھے جنہوں نے کالج کا گاؤن پہن رکھا تھا، استقبال کیا اور ہار ڈالے ان کے بعد جماعت احمدیہ کے بزرگ انصار تھے پھر بالترتیب خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ احمد نگر و دیگر حلقہ کے اطفال نے ہار ڈالے۔احمد نگر کی گلیاں نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھیں ۔مکانوں کی چھتوں سے لجنہ کی مستورات اور بچیاں حضرت میاں صاحب پر گل باشی کر رہی تھیں۔لوگوں کا بہت بڑا ہجوم نہایت نظم و ضبط سے آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔حضرت میاں صاحبؒ جب ''احمدیہ بیت الذکر '' تک پہنچے تو آپکا چہرہ مبارک گلاب کے پھولوں میں چھپ چکا تھا۔بمشکل چہرہ اور آنکھیں نظر آرہی تھیں۔آپ کا



پھولوں جیسا چہرہ حسین مسکراہٹ دل کو بھا رہا تھا۔اور ہر طرف خوشی کا سماں تھا۔آپؒ سٹیج پر کرسی صدارت پر رونق افروز ہوئے۔ اطفال الاحمدیہ احباب جماعت جذباتی اور عقیدت مند نعرے لگا رہے تھے۔آپکے ساتھ سٹیج پر حضرت مولانا احمد خان نسیم صاحب المعروف دیہاتی مبلغ اور ٹھٹھہ چندو ،کے ایک بزرگ ''محمد صاحب''اور صدر انجمن احمدیہ کے ایڈیٹر چوہدری ظہور احمد صاحب موجود تھے۔حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کی پشت میں مکرم خواجہ محمد افضل بٹ صاحب ناظم اطفال اور مولوی محمد اسلم بٹ صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ اور چند اطفال اور احباب کھڑے تھے۔''حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا تاریخی خطاب اور مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر کے لئے انعام کا اعلان'' جلسہ کا اختتامی پروگرام اللہ تعالیٰ کے پاک کلام سے شروع ہوا۔تلاوت و نظم کی سعادت اطفال کے حصہ آئی ،اسکے بعد آپ نے مختصر مگر مدلل الفاظ سے خطاب فرمایا۔آپ نے اطفال الاحمدیہ کے جلسہ کے جملہ انتظامات اور نظم و ضبط کو سراہا اور تعریف کی۔عظیم الشان استقبال جماعت احمدیہ کے مرد و زَن جوش و جذبہ اور خصوصی طور پر اطفال الاحمدیہ اور منتظمین کو

بطور خاص شاباش دی اور نصائح فرمائیں کہ مجلس اطفال الاحمدیہ احمد نگر اسی طرح مستعدی اور جذبہ سے خدمت کا سلسلہ بجا لاتے رہیں۔اس کے بعد آپؒ مختلف مقابلہ جات میں اوّل ،دوم اور سوم آنے والے بچوں میں انعامات تقسیم فرمائے اور انعامات تقسیم کرنے کے بعد آپ کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے۔مکرم مولوی محمد اسلم بٹ صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ احمد نگر نے سپاس نامہ پیش کیا جس میں آپ نے حضرت میاں صاحبؒ کی تشریف آوری پر اطفال الاحمدیہ اور جماعت احمدیہ احمد نگر کی طرف سے حوصلہ افزائی کا شکریہ ادا کیا اور آپ سے دعا کے ساتھ جلسہ کے اختتام کی درخواست کی۔آپ دعا کروانے سے قبل مائیک کے سامنے تشریف فرما ہوئے اور اطفال الاحمدیہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ:۔’’میں انتظام اور نظم وضبط اور جذبہ دیکھ کر اتنا متاثر ہوا ہوں کہ میری طبیعت نے مجبور کر دیا کہ اعلان کروں کہ اگر مجلس اطفال الاحمدیہ اسی طرح کام کرتی رہی تو مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی طرف سے پچیس روپے(Rs.25) سالانہ گرانٹ (بطور انعام) اطفال الاحمدیہ کو ملتی رہے گی‘‘۔نیز آپ نے فرمایا کہ:۔’’پاکستان کی دیہاتی مجالس میں سے اطفال الاحمدیہ احمد نگر کو انصار اللہ مرکزیہ کی طرف سے کسی مجلس اطفال الاحمدیہ کو سالانہ گرانٹ بطور اعزازی انعام پہلی دفعہ دیا جا رہا ہے‘‘۔(بیان مکرم خواجہ محمد افضل بٹ صاحب کہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر صاحبؒ کے فرمان کے الفاظ کچھ یوں تھے۔) حضرت میاں صاحبؒ نے دعا کروائی اور دعا کے بعد تین روزہ جلسہ اطفال الاحمدیہ احمد نگر کا اختتام ہوا۔تقریب کے اختتام کے بعد حضرت میاں صاحبؒ کی خدمت میں عصرانہ پیش کیا گیا۔جس میں کم و بیش 50 کے قریب غیر از جماعت معززین شامل تھے ان کے علاوہ احمد نگر کے بزرگان ،عہدیداران نے شمولیت کا اعزاز حاصل کیا۔اس دوران حضرت صاحب غیر از جماعت معززین سے گفتگو فرماتے رہے اختتام پر سب نے مصافحہ کا شرف حاصل کیا اور آپ کو اہلیان احمد نگر کی طرف سے بڑی تعداد میں لوگ ربوہ چھوڑ کر آئے۔حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمدؒ صاحبؒ کا احمد نگر تشریف لانا اور عظیم الشان استقبال کرنا اور احباب جماعت احمد نگر کی خوشی کے لمحات کا ذکر الفاظ میں کرنا بہت مشکل ہے۔مواد کے حصول کے لئے مکرم خواجہ محمد افضل بٹ صاحب USA کا بے حد مشکور ہوں۔ان کے ساتھ مسلسل رابطہ رہا اور ان کی سرپرستی اور راہنمائی مسلسل خاکسار کے شاملِ حال رہی اور مضمون میں پروف ریڈنگ اور ترتیب دینے میں خاصی معاونت حاصل رہی۔جزاکم اللہ خیر۔



1971ء میں پاکستان توڑنے والوں کا انجام

رانا عبدالرزاق خان۔لندن

پاکستان اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور قیامت تک رہنے کیلئے بنا ہے۔ یہ پاک سرزمین اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت ہے۔جس کسی نے بھی اس سے خیانت و غداری کی اس کا انجام عبرتناک ہوا۔اپنوں کی غداریوں اور دشمنوں کی عیاریوں سے جو چوٹ اس پاک سرزمین کو 71ء میں لگی، پھر قدرت نے بھی مکافات عمل میں اس کا بھرپور انتقام لیا۔''اور کافر اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا، بے شک اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔''(آل عمران،54)

71ء کے سانحے کا جو جتنا بڑا ذمہ دار تھا، اسے قدرت کی طرف سے اتنی ہی بڑی سزا ملی۔یہ عبرتناک واقعات پاکستان کے موجودہ حکمرانوں کیلئے بھی نصیحت ہیں کہ جو آج طاقت اور اقتدار کے نشے میں مکافات عمل سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔سابق پاکستانی سفیر برائے بنگلہ دیش افراسیاب ہاشمی صاحب کے مطابق ایک سابق بنگلہ دیشی ہائی کمشنر نے ڈھاکہ میں انکی رہائش گاہ پر ایک گفتگو میں بتایا:''ہم 1971ء کے واقعہ کے ذمہ داران کے عبرتناک انجام سے تو واقف ہیں،مگر اس کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس میں جو جتنا بڑا مجرم تھا اس کو اسی حساب سے سزا بھی ملی۔'' شیخ مجیب الرحمن: اگست 1975ء میں، کہ جب ابھی بنگلہ دیش کو پاکستان سے جدا ہوئے، چار سال بھی



پورے نہ ہوئے تھے، بنگالیوں کا ''بابائے قوم'' شیخ مجیب الرحمن بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ وہ کہ جسے بنگالی ''بنگلہ بندھو''(بنگالیوں کا سب سے بڑا دوست) کہتے تھے، اپنے خاندان کے 18 افراد کے ساتھ گولیوں سے بھون دیا گیا۔مقتولین میں اس کا 10 سالہ بیٹا شیخ رسل بھی شامل تھا۔شیخ مجیب کو اسکے انجام تک پہنچانے والی اس کی اپنی ہی فوج تھی۔اس حملے میں شیخ مجیب کی دو بیٹیاں شیخ حسینہ اور شیخ ریحانہ ہی بچ پائیں کیونکہ وہ اس وقت ملک سے باہر تھیں۔

مجیب کے قتل کی داستان عبرت یوں بیان کی جاتی ہے:

''گولیوں کی آواز سے جاگ کر شیخ مجیب وزیراعظم ہاؤس کی اوپری منزل پر واقع اپنے کمرے سے باہر آیا۔ وہ اس

وقت شب خوابی کے لباس میں تھا۔ قاتلوں کو مخاطب کر کے اس نے پوچھا: ''تم یہاں کس لیے آئے ہو؟'' ایک سپاہی مجیب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا: ''ہم یہاں تمہارے لئے آئے ہیں۔۔۔!!!'' مجیب نے یہ سن کر متکبرانہ انداز میں جواب دیا: ''ہاہاہا! پاکستانی فوج مجھے نہ مار سکی، تمہاری کیا مجال کہ تم مجھے مارو۔۔!'' صحافی اینتھونی ماسکر ینس اس حوالے سے لکھتے ہیں: ''نور نے اپنی اسٹین گن سے گولیوں کی ایک بوچھاڑ کی، مجیب کے پاس بچنے کا کوئی راستہ نہ تھا، گولیوں نے مجیب کے جسم کو چھلنی کر دیا۔ اس کا جسم گولیوں کے دھکے سے پیچھے کی جانب مڑا اور وہ اوندھے منہ سیڑھیوں سے لڑھک گیا۔ تمبا کو نوشی کا پائپ اسکے ہاتھ میں اب بھی سختی سے تھما ہوا تھا۔ یہ 15 اگست کی صبح 5:40 کا وقت تھا۔ اور یوں بنگالیوں کے ساتھ شیخ مجیب کا عشق تلاطم خیز اپنے انجام کو پہنچا''۔ مجیب کو اپنے قتل کے بعد بھی ذلت اُٹھانا پڑی۔ حملہ آوروں میں سے ایک نے کبھی مجیب کو قریب سے نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ مجیب کا چہرہ شناخت کرنے کیلئے قاتل نے اپنے بوٹ سے اس کی اوندھی پڑی لاش کو سیدھا کیا۔ اس کی بے گور وکفن لاش چار گھنٹے تک یونہی سیڑھیوں پر پڑی رہی جس کے بعد کہیں جا کر بنگلہ دیشی وزارت اطلاعات کے نمائندوں نے اس کی لاش کی تصاویر لیں۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ چند ہی سال قبل جب پاک فوج شیخ مجیب کو گرفتار کرنے اس کی رہائش گاہ واقعہ دھان منڈی ڈھاکہ آئی تو اسے بڑی عزت و احترام کے ساتھ مغربی پاکستان لے جایا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شیخ مجیب کے قاتلوں نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے سے قبل چٹاگانگ میں موجود ایک اندھے حافظ قرآن جو اپنی روحانی طاقتوں کے حوالے سے مشہور تھے، سے ''خصوصی دعا'' لی۔ ان حافظ نے انہیں ایک تعویز بھی دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر حافظ صاحب نے یہ بھی ہدایت دی کہ: ''چاہے کچھ بھی کرو، مگر اس بات کا دھیان رہے کہ اسلام کو بنگلہ دیش میں کوئی خطرہ لاحق نہیں ہونا چاہیے''۔

افراسیاب ہاشمی صاحب مزید کہتے ہیں کہ: ڈھاکہ میں موجود میری رہائش گاہ پر گفتگو میں مجھے ایک صنعت کار نے عجیب واقعہ سنایا۔ اگست 1975ء میں کراچی کے دورے کے دوران ایک رات وہ اپنے دوست کے ہاں ساحل سمندر پر واقع ایک ہوٹل میں عشائیے پر مدعو تھے۔ ایک بزرگ بابا جی کہ جو اپنی روحانی قوتوں کے لیے مشہور تھے، بھی اس محفل میں شریک تھے۔ یہ عشائیہ رات گئے تک چلتا رہا۔ جب کسی نے کہا کہ نصف شب کا وقت ہے تو وہ بابا جی بڑبڑائے، ''مجیب گیا! مجیب گیا!''۔ چند ہی گھنٹے بعد یہ خبر ملی کہ شیخ مجیب الرحمن کو قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ یوم آزادی 14 اگست کا ہے۔ شیخ مجیب الرحمن 15 اگست کو ہندوستان کے یوم آزادی کے دن علی الصبح قتل ہوا۔

شیخ مجیب کے اکلوتے نواسے اور موجودہ بنگلہ دیشی

وزیراعظم حسینہ واجد کے بیٹے، سجیب واجد نے ایک یہودی عورت سے شادی کی ہے اور امریکہ میں رہائش پذیر ہے۔ یہ اپنی جان کے خطرے کے باعث امریکہ میں ہی رہتا ہے اور کبھی کبھار سخت سیکورٹی میں بنگلہ دیش کا دورہ کرتا ہے۔شیخ مجیب کے دیگر ساتھیوں کا انجام: شیخ مجیب کو تو پاکستان سے غداری کی عبرتناک سزا خود فطرت نے دی، مگر قدرت نے اس کے قریبی ساتھیوں کو بھی نہ بخشا کہ جو پاکستان توڑنے میں اس کے ساتھ ملوث تھے۔شیخ مجیب کے قتل کو ابھی تین ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ بنگلہ دیش کے پہلے وزیراعظم اور شیخ مجیب کے دیرینہ ساتھی تاج الدین احمد کہ جس نے پاکستان توڑنے کے سلسلے میں ہندوستان سے 60ء کی دہائی کے آخر میں مدد طلب کی تھی، جیل میں اپنے ساتھیوں سمیت بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔مجیب کے قتل کے بعد اس کے چار اہم ترین قریبی ساتھی کہ جو بنگلہ دیش میں اعلیٰ ترین حکومتی عہدوں پر بھی فائز تھے، کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیا گیا۔ان افراد میں تاج الدین احمد، سید نذرالسلام، منصور علی اور قمرالزمان شامل تھے۔تاج الدین بنگلہ دیش کا پہلا وزیراعظم تھا، منصور علی بھی سابق وزیراعظم رہ چکا تھا، سید نذرالسلام نائب صدر رہ چکا تھا، اور قمرالزمان مجیب کے قریبی رازداروں میں سے تھا۔تاج الدین اور نذرالسلام ایک کوٹھڑی میں بند تھے، جب کہ منصور علی اور قمرالزمان دوسری کوٹھڑی میں۔ان کا عبرتناک انجام یوں ہوا کہ پہلے سب کو ایک ہی کوٹھڑی میں لے جایا گیا اور پھر خودکار ہتھیاروں سے انہیں بھون دیا گیا۔ان میں سے تین تو موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔تاہم تاج الدین کہ جسے پیٹ اور ٹانگ میں گولیاں لگیں، خون کے ضائع ہونے کے سبب ایک سست موت مرا۔متصل کوٹھڑی میں موجود قیدیوں کا کہنا ہے کہ انہیں تاج الدین کے درد سے کراہنے، سسکنے اور پانی مانگنے کی آوازیں اسکے مرنے تک آتی رہیں۔جنرل ضیاء الرحمن کا انجام: جنرل ضیاالرحمن 1977ء سے 1981ء تک بنگلہ دیش کا صدر رہا۔جنرل ضیاالرحمن 71ء میں پاکستان فوج میں میجر کی حیثیت سے چٹاگانگ میں اپنے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔مگر اس نے اپنے حلف سے غداری کی اور پاکستان دشمنوں کے ساتھ ملکر پاکستان فوج کے خلاف ہی ہتھیار اُٹھا لئے۔ قدرت نے ضیائکو بھی اس جرم کی عبرتناک سزا دی۔اتفاق دیکھیئے کہ ضیاء الرحمن چٹاگانگ کے اسی سرکٹ ہاؤس میں قتل ہوا کہ جہاں اس نے پاکستانی فوج سے غداری کر کے 1971ء میں بنگلہ دیش کی آزادی کا اعلان کیا تھا۔ضیاءالرحمن کے وحشیانہ قتل سے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی لاش کافی وقت تک فرش پر بے یارو مددگار پڑی رہی۔ لیفٹیننٹ کرنل مہتاب السلام کہ جو ضیاء کا ذاتی طبیب تھا، نے ضیائکی موت کی تصدیق تو کر دی مگر اس کی لاش سے متعلق کچھ نہ کیا۔اسکی اپنی جماعت کے رہنماؤں، چٹاگانگ کے کمشنر اور سول سروس اور پولیس کے اعلیٰ افسران اور بحریہ کے سربراہ نے ضیاءالرحمن کی لاش کو تو زمین پر پڑا دیکھا، مگر کسی نے اسے اُٹھا کر پلنگ پر ڈالنے کی زحمت تک نہ کی اور نہ

ہی اس کی لاش کو محفوظ بنانے کے سلسلے میں کوئی اقدام اُٹھایا۔ انہوں نے لاش کو فرش پر یونہی پڑا رہنے دیا گویا وہ کوئی غلاظت کی پوٹلی ہو جنرل ضیاء الرحمن کا بیٹا عرفات رحمن بھی جوانی میں ہی مر گیا۔ اس کا دوسرا بیٹا طارق رحمن لندن میں جلا وطنی کی زندگی گزار رہا ہے ذوالفقار علی بھٹو کا انجام: اس سانحہ میں ملوث مغربی پاکستان کے اس وقت کے طاقت کے ایوانوں میں موجود ذمہ داران کا انجام بھی مختلف نہ تھا۔

71ء کا ذکر کرتے ہوئے کئی بنگلہ دیشی طنزاً کہتے ہیں:

''ہمارا بابائے قوم شیخ مجیب الرحمن نہیں، درحقیقت ہمارا بابائے قوم ذوالفقار علی بھٹو ہے کہ جس نے پاکستان توڑا''۔



ذوالفقار علی بھٹو کو راولپنڈی میں 14 اپریل 1979ء کو پھانسی ہوئی۔ اس کا بڑا بیٹا مرتضیٰ بھٹو بھی کراچی میں پولیس مقابلے میں قتل ہوا۔ اس وقت اس کی بہن بینظیر بھٹو پاکستان کی وزیر اعظم تھی۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دوسرے بیٹے شاہنواز کو جولائی 1985ء میں زہر دے دیا گیا۔ بھٹو کی بیٹی اور پاکستان کی سابق وزیر اعظم بینظیر بھٹو 2007ء میں راولپنڈی میں دہشت گردی کا نشانہ بنی۔ مرتضیٰ بھٹو کا بیٹا ذوالفقار علی بھٹو جونیئر امریکہ میں رہتا ہے اور وہ ایک ہم جنس پرست اور ہیجڑا بن چکا ہے اور امریکہ کی سڑکوں پر ناچ ناچ پر نشان عبرت بنا ہوا ہے۔ بھٹو کی بیوی نصرت بھٹو آخری عمر میں ذہنی توازن کھو بیٹھی اور بھٹو کے داماد آصف علی زرداری نے اس کو گھر میں قید رکھا یہاں تک کہ اسے موت آ گئی۔ تمام قرائن اور شہادتیں اس بات کی بھی گواہی دیتی ہیں کہ بینظیر کے قتل اور اس سے پہلے اسکے بھائی مرتضیٰ کے قتل میں بھٹو کے داماد آصف علی زرداری کا ہاتھ ہے۔ بھٹو کا نواسا بلاول اب سیاست میں جگہ بنانے کی کوشش کر رہا ہے مگر اس کے جسم کو بھی کئی بیماریاں لاحق ہیں اور جن کی وجہ سے نہ وہ شادی کر سکتا ہے اور طبیعت میں بھی ہیجڑا پن ہے۔ فروری 1974ء میں لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس کے دوران، کہ جس میں مجیب بھی مدعو تھا، شفقت کا کاخیل کہ جو اس کانفرنس مترجم کے فرائض سرانجام دے رہے تھے، بھٹو اور مجیب کی ہونیوالی گفتگو یوں بیان کرتے ہیں: بھٹو نے مجیب سے کہا: ''مجیب اب تو تم بنگلہ بندھو بن گئے ہو۔ بہت بڑے لیڈر بن چکے ہو''۔ مجیب نے جواب دیا: ''نہیں حضور، یہ سب تو آپکی مہربانیوں کا نتیجہ ہے''۔ بھٹو نے پھر طنزاً کہا: ''تم بہت بے بس اور لاچار لیڈر ہو، اندرا گاندھی کی اجازت کے بغیر تم کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتے''۔ مجیب نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا: ''حضور! یوں میری توہین تو نہ کریں۔ یہ بات آپ بھی جانتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہوا اس کے ذمہ دار آپ ہیں''۔

پاکستانی عسکری ذمہ داران کا انجام:

یحییٰ خان کا انجام بھی عبرتناک ہوا۔ آج تک تاریخ اس کو



پاکستان کے غدار اور ایک بدکردار انسان کے طور پر جانتی ہے۔فوج سے ذلت کے ساتھ ریٹائرمنٹ کے بعد یحییٰ خان جو کہ پاکستان کا سابق صدر بھی رہا تھا، اپنے گھر میں نظر بند کر دیا گیا۔ بعد میں اسے فالج ہوا اور ایک طویل علالت گزارنے کے بعد مرا۔

بریگیڈیئر عبدالرحیم صدیقی کے مطابق:''آخری بار جب میں نے یحییٰ خان کو اس کے بھائی آغا محمد علی کے گھر پر لاہور میں دیکھا تو وہ بستر مرگ پر ساکت وصامت پڑا تھا۔اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور وہ خالی نظروں سے خلاء میں گھور رہا تھا۔وہ اگست 1979ء میں مرا''۔افراسیاب ہاشمی کہتے ہیں کہ:2012ء کے اوائل میں ایک گفتگو کے دوران معروف پاکستانی اداکارہ شبنم اور انکے شوہر رابن گھوش نے مجھے بتایا کہ جب بھی ان کا یحییٰ خان کے گھر کے پاس سے گزر ہوتا، جہاں وہ اپنی زندگی کے آخری ایام گزار رہا تھا،تو وہ چھت پر کھڑا ہوا ملتا، راہ گیر اسکا مذاق اُڑاتے،نعرے لگاتے نظر آتے۔لیفٹیننٹ جنرل نیازی نے بھی بعد ازاں سماجی مقاطعہ میں زندگی گزاری۔ نیازی بھارتی قید سے چھوٹنے والا آخری فوجی تھا کہ جس نے 30 اپریل 1974ء کو واہگہ بارڈر پار کیا۔کرنل ایس پی سلنکی کے مطابق حکومت پاکستان کی طرف سے صرف صوبائی وزیر عبدالخالق، نیازی کے استقبال کیلئے سرحد پر موجود تھے۔کہا جاتا ہے کہ جب کبھی نیازی آرمی میس میں جاتا، فوجی افسران اس سے دور دور رہتے اور گفتگو سے احتراز کرتے۔آج بھی فوج میں اس کو ذلت کے ساتھ ہی یاد کیا جاتا ہے۔ائر مارشل رحیم خاں جو کہ 1971ء میں پاک فضائیہ کے سربراہ تھے،نے اپنے زندگی کے آخری ایام خود ساختہ جلاوطنی میں امریکہ میں تنہا کاٹے۔افراسیاب ہاشمی صاحب کہتے ہیں کہ:میں 1987۔1991 کے دوران واشنگٹن میں بطور تھرڈ سیکرٹری فرائض سرانجام دیا کرتا تھا،تو ایک روز ہمیں ائر مارشل رحیم خان کی موت کی اطلاع ملی۔اس وقت امریکہ میں پاکستانی سفیر ایئر چیف مارشل (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی خان تھے۔انہوں نے تمام افسران کو ہدایت دی کہ وہ رحیم خان کے جنازے میں شمولیت اختیار کریں۔اگر وہاں پاکستانی سفارتخانے کے افسران موجود نہ ہوتے تو اس جنازے میں سوائے انکی بیٹی کے کوئی بھی نہ ہوتا۔ہم نے مرحوم کو واشنگٹن سے دور ایک ویرانے میں گمنام قبرستان کی ایک گمنام قبر میں سپرد خاک کر دیا۔

گاندھی خاندان کا انجام: برصغیر میں مسلمانوں کے ازلی و ابدی دشمن ہندو مشرک ہی ہیں۔ہندوؤں کی مسلمانوں سے دشمنی کی تاریخ 712ئسے شروع ہوتی ہے۔یہ ہزار سالہ مسلم غلامی کا بغض تھا کہ جس کی وجہ سے سقوط ڈھاکہ کے بعد اندرا گاندھی نے بھارتی پارلیمان میں بڑے تکبر سے اعلان کیا کہ ''آج ہم نے مسلمانوں سے اپنی ہزار سالہ غلامی کا بدلہ لے لیا ہے۔'' اندرا ہی اس سازش وسانحے کی اصل سرغنہ تھی۔آیئے



اندرا کے خاندان کا انجام دیکھتے ہیں: اندرا گاندھی کا انجام بھی باقی دشمنوں کی طرح انتہائی عبرتناک ہوا۔ اندرا کو اس کے اپنے ہی سکھ محافظین نے اس کے اپنے ہی گھر پر اکتوبر 1984ء میں گولیوں سے بھون ڈالا۔ اندرا گاندھی کا دوسرا بیٹا راجیو گاندھی کہ جو بعد میں بھارت کا وزیر اعظم بھی بنا، 1991ءمیں محض 46 برس کی عمر میں تامل ٹائیگرز کے خودکش حملے میں جہنم واصل ہوا۔ بطور ایک برہمن ہندو کے پاکستان کو دولخت کر کے اندرا گاندھی نے وہی کیا جس کی کہ ایک ہندو سے توقع کی جاسکتی ہے۔ یقیناً نہ تو وہ اتنی ذہین تھی اور نہ ہی ہندوستان اتنا طاقتور کہ وہ اپنے مقصد کے حصول میں اتنی آسانی سے کامیاب ہو جاتا۔ اس ناپاک مقصد کیلئے اسے واشنگٹن، تل ابیب، ماسکو سمیت دیگر ممالک کی بھرپور حمایت و امداد حاصل تھی۔ 31 اکتوبر 1984ء میں اندرا کے قتل کے فوراً بعد ہی ہندوستان میں سکھوں کے خلاف بلوے شروع ہو گئے۔ اطلاعات کے مطابق 2000 سکھ ایک ہی دن میں کاٹ ڈالے گئے۔ کئی سکھوں نے اپنی جان بچانے کیلئے سر اور داڑھیاں مونڈ والیں اور کئی سکھ خاندانوں نے تو نئی دہلی میں پاکستانی سفارتکاروں کی رہائش گاہوں میں پناہ لی۔ جب ایک سکھ وفد نے راجیو گاندھی کو ان سکھ خاندانوں کی ابتلائے متعلق آگاہ کیا تو اس نے تمسخرانہ انداز میں کہا: ''جب ایک تناور درخت گرتا ہے تو چیونٹیاں اس کے نیچے ضرور کچلی جاتی ہیں''۔ بھٹو اور مجیب کی طرح اندرا گاندھی کا پورا خاندان بھی عبرتناک انداز میں ہلاک ہوا اور تقریباً پورے خاندان کی ہی جڑ کٹ گئی۔

بھارتی عسکری قیادت کا انجام: لیفٹیننٹ جنرل جگجیت سنگھ اروڑا کہ جو 71ء میں بھارت کی مشرقی کمانڈ کا کمانڈر تھا، بھارت نے اس سکھ جرنیل کی وفاداری کا یہ صلہ دیا کہ 1984ء میں سکھوں کی مقدس ترین عبادت گاہ گولڈن ٹیمپل کی شدید بے حرمتی کی اور سکھوں کا قتل عام کیا۔ جنرل اروڑا اس واقعہ پر سخت برہم تھا، مگر سوائے خون کے گھونٹ پینے کے کچھ نہ کر سکا۔ جس بھارت کیلئے اس نے جنگیں لڑیں اسی بھارت نے اسے سور کی طرح ذلیل کر دیا۔ میجر جنرل شابیگ سنگھ کہ جس نے 1971ء میں مکتی باہنی کو ٹریننگ دی تھی، بعد ازاں خالصتان کی تحریک میں شامل ہو گیا اور بھارت کے خلاف اسی طرح جنگ کرنے لگا جیسے اس نے مکتی باہنی کو پاکستان کے خلاف جنگ کیلئے تیار کیا تھا۔ گولڈن ٹیمپل میں یہ اپنی ہی فوج کے خلاف لڑتا ہوا بے دردی سے قتل ہوا۔ جنرل ارون دیا کہ جو 71ء کی جنگ میں بھارتی فوج کے آرمرڈ بریگیڈ کی قیادت کر رہا تھا اور بعد میں بھارت کا فوجی سربراہ بھی رہا، کا انجام بھی انتہائی عبرتناک ہوا۔

10 اگست 1986ء اپنی ریٹائرمنٹ کے صرف چھ ہی ماہ بعد یہ جنرل بھارتی شہر پونے میں دن دہاڑے قتل کر دیا گیا۔ دو سکھ حملہ آوروں ''سکھا'' اور ''شندا'' نے اسے گولڈن ٹیمپل پر

حملے کی انتقام میں قتل کر دیا۔موٹر سائیکل سوار حملہ آوروں نے جنزل ودیا کی گاڑی پر فائرنگ کی، گولیاں اس کی کھوپڑی میں لگیں جس کے باعث وہ موقع پر ہی ہلاک ہوگیا۔حملہ آوروں نے اسے قتل کرنے کے بعد باقاعدہ خوشیاں منائیں اور مٹھائی تقسیم کی۔لیفٹیننٹ جنرل کلدیپ سنگھ برار 71ء کی جنگ میں اس پہلی بٹالین کی کمان کر رہا تھا کہ جو 16 دسمبر کو ڈھاکہ شہر میں داخل ہوئی۔ بعد ازاں جنرل ابرار نے سکھوں کے خلاف ''آپریشن بلیوسٹار'' کی قیادت بھی کی تھی۔اطلاعات کے مطابق اس کے افسر اور بھارتی فوج کے سربراہ ارن ودیا (کہ جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں) نے اسے سکھوں کے مقدس گرو ''گرو ارجن دیو'' کے ''یوم شہادت'' پر گولڈن ٹیمپل پر حملے کا حکم دیا تھا اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی دی کہ زیادہ سے زیادہ سکھوں کو مارا جائے تاکہ سکھوں کو ایسا سبق سکھایا جاسکے کہ جسے وہ کبھی نہ بھولیں۔جنرل ابرار بھارتی فوج سے ریٹائر ہو چکا ہے، مگر آج بھی اسے جان کا خطرہ لاحق ہے اور وہ اپنے گھر پر ایک نظر بند قیدی کی سی زندگی گزارتا ہے۔اس پر کئی قاتلانہ حملے بھی ہوئے کہ جن میں ایک ستمبر 2012ء میں لندن میں بھی ہوا۔9/11 کے بعد فرانسیسی وزیر خارجہ ودرن نے اپنے دورۂ پاکستان کے دوران اس وقت کے پاکستانی وزیر خارجہ عبدالستار سے ہونیوالی ملاقات میں کہا تھا: ''جب پاکستان شمال کی طرف دیکھتا ہے تو مسلم دنیا شمال کی جانب دیکھتی ہے، اور جب پاکستان جنوب کی جانب دیکھتا ہے تو مسلم دنیا جنوب کی جانب رُخ کر لیتی ہے''۔جو پاکستان کو جانتے ہیں، انہیں یہ معلوم ہے کہ پاکستان محض ایک ملک کا نام ہی نہیں بلکہ یہ ایک عظیم نظریہ ہے۔ یہ سایۂ خدائے ذوالجلال میں ہے۔اس پاکستان کو چوٹ تو لگ سکتی ہے، مگر جو تقدیر اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے اس مدینہ ثانی کے نصیب میں لکھ دی ہے، وہ تبدیل نہیں ہوسکتی۔ پاکستان ان شاء اللہ قائم و دائم رہے گا۔ صرف لوگ خوش نصیب اور بدنصیب ہونگے۔ پاکستان کے حکمرانوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے، بھٹو اور مجیب بدنصیب تھے کہ انہیں یہ بات سمجھ نہ آئی۔

آج پاکستان ایک مرتبہ پھر اس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ جب شیخ مجیب اور بھٹو جیسے کئی سیاستدان اس ملک پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ پہلے ایک مکتی باہنی تھی آج کئی مکتی باہنیاں ہیں۔ پاکستان کی فوجی قیادت کو سقوط ڈھاکہ کے سانحہ سے سبق سیکھنا چاہیے کہ وہ غلطیاں نہ دہرائیں کہ جو اس وقت کی فوجی قیادت نے کی تھیں۔تکبر، جہالت، بدکرداری اور خوشامدی مشیروں کا مجموعہ کسی بھی حکمران کیلئے ہلاکت اور تباہی کا باعث ہوتا ہے۔سانحہ 71ء میں تمام کرداروں کے ذاتی کردار بھی انتہائی غلیظ اور ناپاک تھے۔تقریباً تمام ہی زانی، شرابی اور بدکار تھے۔یہی وہ لعنت تھی کہ جس کی وجہ سے تاریخ میں وہ آج تک گالیوں اور فحش کلمات سے یاد کیے جاتے ہیں۔اس پاک سرزمین سے خیانت نہ تاریخ معاف کرتی ہے، نہ فطرت!



میری پیاری بہن آپا صفیہ!

سید حسن خان

میری آپا ربوہ میں 15؍ مارچ 2019 ءمیں فوت ہوگئیں۔مگر ان کی یادتو ہمارے دلوں میں ساری عمر ہی رہے گی ان کا ہم سب کے ساتھ پیار اور ہمدردیاں ہم کبھی بھی بھلا نہیں سکتے۔ وہ ایک فرشتہ صفت انسان تھیں ان کے احسانات کا کوئی شمار نہیں ہوسکتا اس پیاری آپا نے نہ صرف اپنے اکیلے بھائی کے ساتھ ہی وہ سلوک نہیں کیا جو شاید میرے والدین بھی نہ کر سکتے ہوں گے۔ بلکہ ساری فیملی اور غیروں کے ساتھ بھی آپا جان کا سلوک بے لوث تھا۔آپا جان قادیان 1939ء میں پیدا ہوئیں ۔آپا جان ہم تین بہنوں اور ایک بھائی یعنی خاکسار کی سب سے بڑی بہن تھیں۔

2019ءمارچ کے مہینہ آپ اپنی پیاری اور اکلوتی بیٹی کے ساتھ پاکستان ربوہ گئیں ۔ چند دن ہی آپ پاکستان میں رہیں اور اسی دوران ربوہ میں خدا تعالیٰ کو پیاری ہوگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

جانے سے قبل مجھے کہا کہ حسن! تم ابھی میرے ساتھ نہ جاؤ جب میں پاکستان جا کر تمہیں بلاؤں تو آجانا۔خدا کا کرنا کہ وہی ہوا جس بات کا مجھ سے کہہ کر گئی تھیں۔

ربوہ وفات پر آپ کی بیٹی نے مجھے فون کیا اور اپنی والدہ ماجدہ کی وفات کا بتایا اور مجھے کہا کہ ماموں جان آپ فوراً ربوہ آجائیں تا کہ آپ بھی نماز جنازہ میں شرکت کر سکیں۔لہٰذا اسی وقت میری ٹکٹ بُک کی گئی جو کہ آپا کے نواسے عدیل نے کروائی ۔اس طرح پھر اگلے دن کی فلائٹ ملی اور مَیں عدیل اور اس کے باپ مقصود صاحب کے ساتھ ربوہ چلا گیا۔اس طرح خدا تعالی کے فضل سے اس عاجز کو پھر مجھے پیاری بہن کا جنازہ مسجد مبارک ربوہ میں پڑھنے کا موقع مل گیا۔خدا تعالیٰ کا فضل ہوا کہ مجھے صرف ایک ہی دن میں فلائٹ بھی مل گئی ۔لہٰذا میری پیاری بہن کا کہنا کہ حسن جب میں کہوں تو آجانا لہٰذا اسی طرح ہی ہوا۔ پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے جنازہ مسجد مبارک ربوہ ہوا جس میں بہت سے احباب نے شرکت کی اور ان کی مغفرت کی دعائیں ہوئیں۔ پھر انہیں ربوہ میں شہداء کے قبرستان میں سپرد ِخاک کیا گیا۔اللہ تعالیٰ آپا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی بیٹی اور نواسے عدیل اور ہم سب بھائی بہنوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔آمین

مجھے یاد ہے جب بھی میں آپا کو ملنے ہنسلو جاتا تو وہ مجھے

اپنے بچپن کی باتیں بتایا کرتیں۔ مجھے کہتیں کہ حسن! جب تم چھوٹے تھے اور قادیان میں جب حالات کافی خراب ہوتے تھے تو میں گھر کے کپڑے جس میں تمہارے بھی چھوٹے چھوٹے کپڑے ہوتے تھے ڈھاب (تالاب) جو کہ قادیان کے قریب ہوا کرتی تھی میں دھویا کرتی تھی۔ بلکہ جب پاکستان اور ہندوستان کی تقسیم ہوئی تو اس وقت جبکہ ربوہ میں کچے گھر ہوا کرتے تھے تو گھر کے سارے کام مجھے ہی کرنے پڑتے تھے۔ چونکہ میرے والد صاحب مرحوم مغفور قادیان میں ہی فوت ہوگئے تھے جبکہ خاکسار صرف چند مہینے کا تھا۔ اور میری والدہ اپنی جوانی میں ہی بیوہ ہوگئی تھیں۔ اور میری والدہ زیادہ وقت بیمار ہی رہا کرتی تھیں اس دوران میری پیاری ہمدرد آپا نے ہی ہمیں پالا اور جب آپا کی شادی ہمارے کزن بھائی سید صادق نور مرحوم سے ہوئی تو آپ کراچی چلی گئیں اور کراچی جا کر بھی ان کو ہر وقت ہمارا ہی خیال رہتا اور مجھے خط وکتابت سے میری بڑی دونوں بہنوں اور مجھے حال احوال پوچھا کرتیں نیز جہاں تک ہوتا ہماری مالی مدد کرتیں۔ آپا شادی سے قبل ہر وقت ہمارے پیارے نانا جان حضرت سید احمد نور کابلی رضی اللہ تعالیٰ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی ہر طرح سے خیال رکھا کرتیں، چونکہ پیارے نانا جانؓ کافی عمر رسیدہ ہوگئے تھے لہٰذا ان کا بھی ہر طرح سے خیال رکھتیں۔ ساتھ ہماری امی جان کا بھی خیال رکھتیں اور ہمیں بھی ہمیشہ کہتیں کہ امی جان کو کبھی کوئی غم نہ دینا اور ان کی ہر دم خدمت ہی کرتے رہنا۔ مجھے یاد ہے جب میں ربوہ میں اپنی امی جان مرحومہ کے پاس ہوتا تھا تو میں اپنی آپا مرحومہ کی نصیحت پر عمل کرتا۔ کراچی جا کر بھی آپا کو ہمارا ہی خیال رہا کرتا تھا۔ کراچی سے مجھے پیغام بھیجا کرتیں کہ اپنی پڑھائی کا خیال رکھنا اگر کسی قسم کی مالی ضرورت ہو تو مجھے خط لکھ کر بتا دیا کرنا۔ بلکہ مجھے ابھی تک یاد ہے میرے مطالبے سے قبل ہی عموماً مجھے رقم بھیج دیا کرتی تھیں۔

جب بھائی جان لندن آ گئے تو پھر آپا بھی لندن آ گئیں۔ لندن آ کر آپ نے بھی اپنا کام کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے برٹش ایئر ویز میں کافی عرصہ کام کیا۔ چونکہ آپ ایئر ویز میں کام کرتی تھیں اس لئے آپ عموماً پاکستان ربوہ آجایا کرتی تھیں۔ آپا کو ہر ضرورت مند کی ضرورت پورا کرنے کا بہت شوق تھا۔ میری ایک بہن جو کہ ربوہ میں رہتی ہیں، اُن کی تو آپا بہن نے ہر طرح سے مدد کی نیز ان کے بچوں کا خیال رکھا۔ آپا عموماً جرمنی جاتیں جہاں میرا بھانجا طارق شبیر رہا کرتا تھا اس کی مدد کیا کرتیں۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب طارق شبیر کو جرمنی سے نکلنا پڑا وہ ساؤتھ افریقہ چلا گیا۔ اس کی مدد کے لئے آپا ساؤتھ افریقہ اس کو وہاں سے واپس لانے کے لئے بھی گئیں۔ پھر آپا نے میری ہمشیرہ جو ربوہ میں رہتی ہیں کی بیٹیوں کے رشتوں کے لئے بھی بہت کوششیں کیں۔ اور ان کے رشتے بھی کروائے۔ نیز ان کی مالی مدد بھی کی اور ساری زندگی ان کی مدد کرتی ہی رہیں۔ اسی

طرح میری چھوٹی مگر مجھ سے بڑی بہن سیدہ عزیزہ نور اہلیہ سید بشارت نور مرحوم بھی آپا کے ساتھ اپنی بھانجیوں کی مالی مدد کرتی تھیں۔ مجھے خود یاد ہے کسی وجہ سے میری بھانجی جس کی شادی انگلینڈ میں ہوئی تھی۔ جب اس کا کسی وجہ سے یہ رشتہ توڑنا پڑا تو میری پیاری بہن خود ٹرین کے ذریعہ لمبا سفر کر کے اسے ملنے جاتیں اور پھر وہاں کئی چکر لگا کر وہاں سے لائیں اور دوسری شادی کے لئے کوشش کی اور اچھا سا رشتہ ڈھونڈھ کر دوبارہ شادی کرائی۔ اس طرح میری پیاری آپا نے ہر ایک کی ہر طرح سے مدد کی۔ آج آپا کی کمی ہمارے خاندان میں ہر ایک نے محسوس کی ہے۔ زیادہ تر مجھے آپا بہن کی کمی کا احساس ہوتا ہے۔ میری چھوٹی بہن جو کہ انگلینڈ میں رہتی ہیں ان کو بھی اپنی بہن آپا کی کمی محسوس ہوتی ہے اور مجھ سے آپا کی خوبیاں بیان کرتی رہتی ہیں۔

مجھے یاد ہے جب آپا برٹش ایئر ویز میں کام کرتی تھی تو اپنی سہیلیوں کے ساتھ جن میں آپا اکبری صاحبہ مرحومہ، آپا شمسہ صاحبہ مرحومہ کے ساتھ بہت سے ممالک کی سیریں بھی کرتی رہیں۔ کبھی چین جاتیں تو کبھی افریقہ کے ممالک کا دورہ کرتیں۔ یورپ کے تو تقریباً تمام ممالک کا دورہ کیا۔ مزے کی بات تھی کہ آپ کی سہیلیوں میں بھی دنیا کے ممالک کی سیریں کرنے کا بہت شوق تھا۔ ہر سال آپ کا کہیں نہ کہیں کا سفر کرنے کا پروگرام بنا ہوتا تھا۔ مجھے بھی ہمیشہ کہا کرتیں کہ حسن تم بھی دنیا دیکھو دنیا بہت حسین ہے تو میں کہا کرتا کہ آپا آپ کو تو فری ٹکٹ مل جاتی ہے مجھے نہیں ملتی۔ تو مجھے کہتیں کہ فکر نہ کرو میں جو ہوں۔ میں تمہاری مدد کر دیتی ہوں۔ میری پیاری بہن کی میں تو جتنی بھی صفات بیان کروں کم ہیں۔

مجھے یاد ہے جب میں ربوہ میں ہوتا تھا، چھوٹا سا تھا تو میری آپا اپنی ایک سال کی بیٹی کے ساتھ پاکستان، ربوہ مجھے اور امی جان مرحومہ کو ملنے لندن سے ٹرین کے ذریعہ آئیں۔ جب آئیں تو میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ آپا اتنا لمبا سفر اکیلے اپنی چھوٹی سی بیٹی کے ساتھ کر کے آئیں ہیں؟ کہنی لگیں حسن! میں کیا بتاؤں کہ ہم دونوں کیسے ادھر تک آئی ہیں۔ ہمیں تو راستہ میں بعض ممالک میں قیدیوں کی طرح روکے رکھا۔ اور بڑی مشکلوں کے ساتھ ہم ربوہ آئی ہیں۔ میں اپنی بھانجی کو جبکہ وہ صرف ایک سال کی تھی اُسے اٹھائے پھرتا۔ اور دوستوں کو کہتا کہ دیکھو میری ہمشیرہ اپنی بیٹی کے ساتھ ٹرین کے ذریعہ اتنا لمبا سفر کر کے آئی ہیں۔ جو کہ مردوں میں بھی اتنی جرأت نہ ہوتی جو میری بہن نے دکھائی ہے۔ وہ بھی بہت حیران ہوتے اور میری بہن آپا کی بہادری کی تعریف کرتے۔

ایک دفعہ آپا نے مجھے بتایا کہ وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ ،غالباً وہی معزز سہیلیاں جو میں پہلے بیان کر آیا ہوں ہونگیں، چین گئی تھیں آپا نے مجھے بتایا کہ انہوں نے دیوارِ چین پر چڑھ کر خوب سیر کی تھی۔ میں نے پوچھا کیا آپ تھکیں نہیں تھیں وہ تو اتنی لمبی اور اونچی بھی معلوم ہوتی ہے۔ تو آپا نے مجھے بتایا کہ حسن ! ایسی تو کوئی بات نہیں۔ ہم

سب نے اُدھر کافی سیر وتفریح کی تھی ۔چین کی ایک اور ہنسنے والی بات بتائی کہ ادھر جب میں تھی تو ایک دو نے مجھ سے چینی زبان سے بات کرنی شروع کر دی ۔ میں حیران ہو کر ان کو دیکھنے لگی پھر میں نے ان کو کہا کہ میں چینی عورت نہیں ہوں ۔ میں تو پاکستانی ہوں اور انگلینڈ میں رہتی ہوں ۔ دراصل میری آپا کی شکل وصورت بھی کافی انہی علاقوں کی لگتی تھی ۔دراصل ہمارے اباء اجداد افغانستان سے ہیں اور ان کی شکلیں بھی آپس میں شادی وغیرہ کرنے سے تقریباً ایک جیسی ہی لگتی ہیں ۔ میری بہن آپا کو دنیا کی سیروں کا بڑا شوق تھا اسی طرح میرے بھائی جان سید صادق نور صاحب بھی ایسا ہی شوق رکھتے تھے ۔دونوں ہمیشہ اکٹھے ہی جایا کرتے تھے۔ان دونوں کو برٹش ائیرویز کی ٹکٹیں مل جاتی تھیں اس سے انہوں نے دنیا کی خوب سیریں کیں اور دنیا دیکھی ۔

اور آپا ہمیشہ کہتیں کہ حسن! میں نے تو تقریباً ساری دنیا کی سیر کی ہے اور وہاں کے ماحول کو جان چکی ہوں کہ دنیا میں کیسے اپنے آپ کو سنبھال کر چلنا پڑتا ہے ۔لہٰذا جب بھی کہیں باہر جاؤ تو زرا ہوشیاری اور سنبھل کر ۔ بیشک دنیا دیکھو مگر سنبھل کر ۔لہٰذا جب چلو پھرو گے تو تمہیں بھی دنیا کی حقیقت کا علم ہوگا کہ دنیا میں کیسے رہا جاتا ہے اور کیسے کیسے لوگوں سے بعض اوقات واسطہ پڑ جایا کرتا ہے ۔ اس لئے حسن میرے بھائی! میری تو تمہیں یہی نصیحت ہے کہ دنیا میں چلو پھرو مگر ہمیشہ چاک و چوبند ہو کر رہا کرو ۔

بیشک میری آپا کی باتیں اور نصیحتیں ٹھیک ہی ہیں ۔ میں نے خود کئی دفعہ ایسا ہی محسوس کیا ہے اور یہی میری سب کو نصیحت ہے کہ گھر سے جب بھی نکلیں تو بڑے چاک وچوبند ہو کر ہی نکلنا چاہئے اور زیادہ تر باہر کسی ملک یا گھر سے باہر ہی جائیں تو بڑے چوکنا رہنا چاہیے ۔میری بہن کی ہر بات میرے جیسے غریب الوطن کے لئے بہت ہی ضروری ہے اور اس پر عمل کرنے کے بغیر گزارا بھی نہیں ہے۔ مجھے یاد ہے جب کبھی میں نے عمرہ پر سعودی عرب جانے کا پروگرام بنایا تو آپا ہمیشہ مجھے کہا کرتیں کہ حسن! میں تو کہتی ہوں کہ نا ہی جاؤ کیونکہ تمہیں دنیا میں چلنا بھی نہیں آتا دنیا بہت چالاک اور ہوشیار ہے ۔اور ہمیشہ کہا کرتیں کہ جب بھی جاؤ اکیلے کبھی نہ جاؤ اور جاؤ تو کسی اچھے اور ہمدرد شخص کے ساتھ جاؤ ۔ بات تو آپا کی بالکل ٹھیک ہے ۔لہٰذا جب کبھی میں باہر کسی ملک گیا ہوں اپنے اچھے اور ہمدرد انسان کے ساتھ ہی گیا۔ آپا جان کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے مجھے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ جب بھی جانا ہوا تو کبھی اکیلے نہیں جاؤں گا ۔ کیونکہ ایک ایک دو گیارہ کا محاورہ بالکل ٹھیک ہے۔ اور میری آپا کی ہر بات بالکل ٹھیک ہے اور اس پر میں ہمیشہ عمل بھی کرتا ہوں ۔

آپا کو جماعت کی خدمت کا بڑا شوق تھا۔ وہ ہر سال جلسہ سالانہ یوکے اپنی بیماری کے باوجود تینوں دن خدمت کرتیں ۔ وہ اپنا بستر بھی ادھر ہی لے جاتیں اور دن رات ادھر

اور لجنہ کے ساتھ مل کر کام کرتیں۔ اور جلسہ سالانہ کے تینوں دن بڑی لگن کے ساتھ کام کرتیں۔ بلکہ اپنی وفات سے قبل بیماری کے دنوں میں بھی جلسہ سالانہ کے ایام جلسہ گاہ میں اپنا بستر بچھا کر رہا کرتیں۔ ہم ان کو بہتیرا سمجھاتے کہ آپا آپ کی صحت ٹھیک نہیں ہے اب آپ کو آرام کی ضرورت ہے مگر پھر بھی وہ تینوں دن جلسہ گاہ میں ہی اپنی سہیلیوں کے ساتھ کام کرنے میں ہی گزارتیں۔ جب بھی جلسہ سالانہ کے ایام قریب آتے آپ اپنا بوریا بستر تیار کرنا شروع کر دیا کرتیں۔ اس کے علاوہ آپا ہر ایک کی مدد اور ان کی ہر طرح سے راہنمائی کیا کرتی تھیں۔ میری آپا کا ماشاء اللہ حافضہ بہت اچھا تھا ان کو ہمارے تمام بزرگوں کا شجرہ نصب اور ان کے حالات کا علم ہوا کرتا تھا میں جب بھی آپا سے کسی کے بارہ پوچھتا تو مجھے کہا کرتیں کہ حسن تم تو مجھ سے کیا ساری فیملی میں سے سب سے چھوٹے ہو مگر یاد مجھے ہے تمہیں کیوں نہیں۔ تو میں کہتا کہ آپا آپ کو خدا تعالیٰ نے حافضہ خوب دیا ہوا ہے۔ لہٰذا میں نے جب اپنی کتاب ”افغانستان اور شہداءِ احمدیت کی خونچکاں داستان“ لکھی تو کئی باتیں آپا سے معلوم کر کے کتاب میں لکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری ہمشیرہ آپا جان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کی خوبیوں کو سدا قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپا کی سب سے بڑی بات جو میں اب بیان کرنے لگا ہوں وہ یہ ہے کہ جب خاکسار نے ربوہ کے ٹی آئی کالج سے بی اے کی ڈگری لی تو آپا نے کہا کہ تم اب فکر نہ کرو میں انگلینڈ میں تمہارے لئے کسی کالج میں داخلے کا بندوبست کر دیتی ہوں۔ لہٰذا پھر آپا نے مجھے وانڈز ورتھ کالج میں بزنس سٹڈیز میں داخلہ لے دیا۔ اور پھر ساتھ مجھے یہ بھی کہا کہ تم تیار ہو جاؤ میں تمہیں ائیر ویز کی ٹکٹ بھی لے دیتی ہوں۔ بس تم تیاری کر لو آنے کی۔ اس پر میں نے پہلے آپا کو کہا کہ ربوہ میں امّی جان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے میں کیسے آؤں۔ مگر پھر آپا جان کے کہنے پر امی جان کی دیکھ بھال کے لئے ہماری بڑی ہمشیرہ جو اب اس وقت ربوہ میں رہتی ہیں، جو کہ اس سے قبل اپنی فیملی کے ساتھ پہلے سرگودھا میں رہتی تھیں ربوہ امّی جان کی دیکھ بھال کے لئے آ گئیں۔ اس طرح پھر مَیں آپا جان کے کہنے پر لندن آ گیا۔ مزے کی بات کہ آپا جان نے مجھے اپنے گھر میں رکھا اور ادھر رہ کر میں نے اور بھی کورسز کئے۔ پھر آپا کے گھر میں ہی رہ کر میری شادی کے سامان بھی آپا نے ہی کئے۔ میری آپا جان کے احسانات میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ وہ ایک بہت ہی ہمدرد اور نیک سیرت عورت تھیں۔ انہوں نے صرف اپنی ہی فیملی کی مدد نہیں کی بلکہ غیروں کی بھی مدد کرنا ان کا شغل تھا۔ ربوہ میں کئی ایسی بیوہ خواتین ہیں جن کی وفات سے پہلے تک مدد کرتی رہیں۔ بعض کا ہمیں علم اب ہو رہا ہے۔ ہمارے ماموں جان سید محمد نور کابلی مرحوم مغفور کا بھی ہر ایک ضرورت مند کی مدد کرنا شیوہ تھا۔ اور ہر ضرورت مند کے لئے دُعا بھی کیا کرتے تھے۔ ان کے بھی کئی واقعات ہیں۔ بہر حال آپا جان

کو خدا تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

میری چھوٹی ہمشیرہ جو کہ بیشک مجھ سے تو بڑی ہیں مگر بہنوں میں سے سب سے چھوٹی ہیں کا بیان ہے کہ آپا ان کا بھی ہر طرح سے خیال رکھا کرتی تھیں اور ان کو بھی ہمیشہ نصیحت کرتی تھیں کہ غریبوں کی مدد کرنا اپنا شیوہ بناؤ جیسے کہ میں جس کو بھی کسی لحاظ سے معزور یا مجبور دیکھتی ہوں تو اس کی مدد کرتی ہوں۔ اور میری چھوٹی ہمشیرہ کا بھی ہر طرح سے خیال رکھا کرتی تھیں۔ ہمارا ایک عزیز ربوہ میں رہتا ہے اور ایک بیوہ رہتی ہیں ان کی مدد با قاعدگی سے کیا کرتیں اور ان کو ماہانہ رقم بھیجا کرتی تھیں۔ اب تو آپا کی وفات کے بعد کئی لوگوں نے ہمیں بتایا کہ آپا صفیہ ہماری بھی مدد کیا کرتی تھیں۔

میرے ایک بہت ہی پیارے دوست صادق نسیم چوہدری صاحب کو جب میں نے آپا کی وفات کا بتایا تو کہنے لگے کہ آپ کی بہن آپا صفیہ بیشک بہت ہی بہادر اور نڈر عورت تھیں۔ اور کہا کہ وہ بیشک بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں۔ اور کہنے لگے کہ اُن کی وفات کا سُن کر مجھے بھی بہت دُکھ اور افسوس ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔

ان کی نیکیاں تو اتنی ہیں کہ جن کا شمار کرنا میرے لئے خاصا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپا جان مرحومہ کو اُن کی نیکیوں کے بدلہ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی بیٹی کو بھی اپنی والدہ ماجدہ کی نیکیوں کو سدا جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



یا ربّ کسی معشوق سے عاشِق نہ جُدا ہو

حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ

کُشتوں پہ اگر آن کے تُو اپنے کھڑا ہو
اک شورِ قیامت تیری آمد سے بپا ہو

معشوق کا برتاؤ ہو عاشِق سے تو کیا ہو؟
گہ لُطف ہو، گہ ناز ہو، گہ جَور و جفا ہو

کیا جانیئے قسمت میں یہ کیا پھیر ہے اپنی
ہم جس کے لئے جان دیں وہ ہم سے خفا ہو

کیا تاب زباں کی کہ کرے ہجر کا مذکور
یا ربّ کسی معشوق سے عاشِق نہ جُدا ہو

اے ابرو وَ مژگانِ صنم! یہ تو بتاؤ؟
گر تُم نہیں جلّاد زمانے کے تو کیا ہو؟

گر قہر پہ ہو جائے کمر بستہ وہ جاناں
غوغائے ستم شورش محشر سے سوا ہو

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب
(بخار دل صفحہ 2)





ایک بے لوث اور بے ریا خادم دین، محمد اسلم بھروانہ صاحب مرحوم

صفدر علی وڑائچ امریکہ



خون شہیدانِ اُمت کا اے کم نظر !
رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا
ہر مخالفت ترے دیکھتے دیکھتے پھول
پھل لائے گی پھول پھل جائے گی

اس دور حاضر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق مسیح الزمان ؑ اور آپ کے متعبین ''وآخرین منھم لما یلحقوا بھم '' کی تفسیر بنے ان یادوں کو اس طرح زندہ رکھے ہوئے ہیں کہ کسی حال میں بھی عشق ووفا کے ستارے ماند نہ پڑ جائیں صدق وصفا کی داستان پھیکی نہ پڑنے پائیں ۔ اِنہیں یادوں کا امین ،انہیں یادوں کا علمبر دار ایک روشن ستارہ اپنے سفر کی مسافتیں بہت جلد جلد طے کر کے اپنی منزل مطلوب اپنے مقصود حیات پا گیا 28 مئی 2010 نماز جمعہ اپنے دیگر 86 احمدی بھائیوں کے ساتھ ادا کرتے ہوئے جان کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے شہادت کا مقام پا جانے والوں میں ایک ہمارا پیارا بھائی محترم محمد اسلم صاحب بھروانہ اپنے مطلوب ومنتہا کی بازی جیت گیا یہ واقعہ بیت الذکر گڑھی شاہو لاہور میں پیش آیا۔ آج برستی آنکھوں سے مکرم چوہدری عبدالحلیم ڈوگر سابق قائد ضلع لاہور کی تحریک پر لکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس واقعہ کی اطلاع انصاراللہ چک 98 ش ضلع سرگودھا کے اجلاس کے دوران مجھے ہوئی۔ تو مجھے ایسے یقین ہو گیا تھا کہ آپ موقع پر ہی شہادت پا گئے جیسے مجھے خود اللہ نے بتا دیا ہو کیونکہ میں جب کبھی لاہور جاتا تو انہیں امام کے پیچھے محراب کے سامنے پاتا شہادت سے کچھ عرصہ پہلے سرگودھا آئے مجھے ریلوے اسٹیشن سرگودھا سے فون کیا کہ آج تمہارے شہر میں آیا ہوا ہوں جلدی آجائیں جمعہ اکٹھے ادا کریں گے۔ میں نے کہا میں بچوں کو سکول سے لے رہا ہوں انہیں گھر چھوڑ کر آ رہا ہوں۔ کہنے لگے بچوں کو ادھر لے کر آؤ بچے تو میں نے دیکھنے ہیں۔ ریلوے اسٹیشن پر سیلون میں ہمارے لئے کھانا لگائے بیٹھے تھے ۔ بچوں کو بہت پیار کیا۔ میں نے کہا میں گاڑی بھجواتا ہوں آپ کہنے لگے میں اسی گاڑی پر جو آپ کے ساتھ جمعہ

ادا کرنے جاؤں گا جو آپ کے پاس ہو گی مجھے خود احساس ہو رہا تھا کہ چیف انجینئیر ریلوے اپنے تمام آفیسرز کے سامنے میرے ساتھ موٹر سائیکل پر سوار ہو گا۔ پھر اسی طرح ہوا وہ چاہتے تو وہاں گاڑیوں کی لائن لگ جاتی ۔رات میرے گھر کھانے کے لئے بھی میرے ساتھ موٹر سائیکل پر گئے ۔رات کھانے کے بعد میں نے پوچھا، لاہور سرکاری مکان کے علاوہ آپ کا ذاتی مکان بھی ہے تو کہنے لگے ذاتی مکان کے لئے درخواست منظور ہو گئی ہے پھر کہنے لگے میں نے زندگی وقف کر دی ہوئی ہے اور حضور نے کئی دفعہ پوچھا ہے کب آ رہے ہو میں نے حضور سے عرض کیا ابھی آ جاتا ہوں مگر حضور نے فرمایا ہے ملازمت مکمل کرنی ہے وصیت منظور ہو گئی ہے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے وہاں گھر عطا فرمائے اور انجام بخیر ہو جائے آمین ۔آپ کی شہادت پر مجھے یہی خیال آیا کہ اللہ نے اُن کا گھر وہاں بنا لیا ہوا تھا۔

محض اپنے خاص فضل سے بھروانہ صاحب سب کو پیار کرنے والے دوستی نبھانے والے خادم دین تھے۔مکرم حافظ مظفر احمد صاحب صدر خدام الاحمدیہ پاکستان کے ساتھ ہمیں خدمت کی توفیق ملی اُنہوں نے قائدین اضلاع و علاقہ جات کو آپس میں بھائی چارے کا حکم دیا ہوا تھا۔ہم ایک دوسرے کو اپنے ضلعی اور علاقائی اجتماعات میں دعوت دیا کرتے تھے ۔اور بھروانہ صاحب سرگودھا ہمارے اجتماع میں کھلے دل سے آجایا کرتے تھے۔راہنمائی فرماتے اور کہا کرتے مجھے سرگودھا آ کر ایسے لگتا ہے کہ میں اپنے آبائی گھر آیا ہوا ہوں کیونکہ چنڈ بھروانہ ان کا گاؤں سرگودھا سرحد کے قریب تھا۔ایک دفعہ ان کے گھر مع فیملی گیا تو خوب مہمان نوازی فرمائی ہم دونوں رات نہ سوئے بلکہ جماعتی کام پر ہی Discuss کرتے رہے ۔ایک دفعہ ایک عزیز کی برات کے ساتھ ان کے گاؤں چنڈ بھروانہ جانے کا اتفاق ہوا ۔انہیں پتہ تھا کہ میں آ رہا ہوں ۔بھروانہ صاحب اور ان کے کزن محمد نواز سیال صاحب پھولوں کے ہار لئے کھڑے تھے کہنے لگے ہم دونوں تو آپ کے لئے ہار لئے کھڑے ہیں اس طرح ان کے آبائی گاؤں اور گھر دیکھنے کا موقع ملا۔میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اِنہیں جنت الفردوس میں رسول پاک ﷺ حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کے قدموں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔اور ان کے بچوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلائے۔آمین







سالانہ اجتماع 2018ء مجلس انصاراللہ گمبک ملیشیاء

عبدالمالک منتظم عمومی مجلس انصاراللہ مقامی گمبک۔ملائشیاء

قارئین کرام سالانہ اجتماع 2018ء مجلس انصاراللہ گمبک منعقدہ 7،8 جولائی 2018 کی مختصر رپورٹ بغرض دعا پیش خدمت ہے۔

آغاز:۔سب سے پہلے مکرم و محترم صفدر علی وڑائچ صاحب زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ گمبک نے مجلس عاملہ مقامی کے مشورہ سے اجتماع کی تواریخ تجویز کر کے آنمکرم صدر صاحب مجلس انصاراللہ ملائشیاء سے باقاعدہ منظوری حاصل کی۔اور اس کے بعد اجتماع کی انتظامیہ،اجتماع کا پروگرام اور بجٹ بھی تشکیل دیکر آپ سے منظوری حاصل کی۔مکرم زعیم اعلیٰ صاحب نے پروگرام کے کامیاب انعقاد کیلئے حضور انور کی خدمت میں دعا کی غرض سے خط تحریر کیا اور صدقہ بھی دیا اور مجلس عاملہ کو بھی تحریک کی ۔اس اجتماع کے تمام پروگرام مرکز سلسلہ ربوہ میں ہونے والے سالانہ اجتماع کی طرز پر مرتب کئے گئے۔ اور ویسے ہی منعقد کرنے کی کوشش کی گئی۔



انتظامیہ:۔مندرجہ ذیل 21 شعبہ جات پر مشتمل انتظامیہ تشکیل دی گئی۔ 1۔نگران اعلیٰ (زعیم اعلیٰ مجلس) 2۔ منتظم اعلیٰ 3۔منتظم ٹرانسلیشن 4۔منتظم سٹیج و انچارج دفتر 5۔منتظم استقبال 6۔ منتظم تیاری ہال 7۔منتظم رجسٹریشن وسمعی بصری 8۔منتظم طبی امداد 9۔منتظم علمی مقابلہ جات 10۔منتظم ورزشی مقابلہ جات 11۔منتظم ریکارڈ و تیاری رپورٹ 12۔منتظم ٹرانسپورٹ و پارکنگ 13۔منتظم تیاری خوراک 14۔منتظم ترسیل خوراک 15۔منتظم آب رسانی 16۔منتظم مال 17۔ منتظم آڈٹ 18۔منتظم انعامات 19۔منتظم تربیت و نظم و ضبط 20۔منتظم رابطہ 21۔ منتظم

وقار عمل :: تمام شعبہ جات میں کام کی بہتری کیلئے منتظم کے علاوہ نائبین بھی بنائے گئے۔

میٹنگز:۔ ماہ فروری سے لیکر ماہ جولائی تک ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ مکرم زعیم اعلیٰ صاحب انتظامیہ کی میٹنگ لیکر ہر شعبہ کے منتظم کو تفصیل سے کام سمجھاتے رہے۔اور تیاری کا جائزہ لیکر مزید ہدایات دیتے رہے۔ تیاری اجتماع کیلئے انتظامیہ کی کل 7 میٹنگز کی گئیں۔ ہر میٹنگ سے قبل مکرم زعیم اعلیٰ صاحب حضور انور کی خدمت میں اجتماع کی کامیابی کیلئے دعا کی غرض سے خط لکھتے رہے اور صدقہ بھی دیا جاتا رہا۔

رابطہ انصار:۔ پروگرام بنا کر حلقہ جات کی سطح پر 100 انصار سے رابطہ کرکے اُنہیں سالانہ اجتماع کی اطلاع کی گئی۔سوائے چند ایک معذور یا بیمار انصار کے علاوہ باقی سب انصار نے اجتماع پر آنے کیلئے آمادگی ظاہر کی۔

معائنہ پروگرام:۔ مورخہ 7 جولائی کو مکرم صفدر علی وڑائچ صاحب زعیم اعلیٰ اور مکرم ناصر حاجی الدین صاحب نائب زعیم اعلیٰ نے پروگرام کے آغاز سے قبل 3 بجے دن ڈیوٹی والی جگہوں پر جا کر تمام شعبہ جات کی تیاری کا معائنہ کیا۔مکرم وسیم احمد اعوان صاحب منتظم اعلیٰ نے تمام شعبہ جات اور منتظمین کا تعارف کروایا۔ معائنہ کے ساتھ ہی شعبہ رجسٹریشن نے انصار کی رجسٹریشن کر کے کارڈ جاری کرنے شروع کر دیئے۔ منتظمین کیلئے باتصویر اور باقی انصار کیلئے سادہ کارڈز جاری کئے گئے۔



مورخہ 7 جولائی 2018ء کو بعد نماز عصر بیت الرحمن میں اس سالانہ اجتماع کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی ۔افتتاحی تقریب کے مہمان خصوصی مکرم و محترم شریف الدین صاحب قائمقام نیشنل پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ملائشیاء تھے۔آپ نے قیمتی نصائح اور دعا کے ساتھ اجتماع کا افتتاح فرمایا۔ اس موقع پر مکرم و محترم عین الیقین صاحب مشنری انچارج ملائشیاء بھی ہماری دعوت پر حوصلہ افزائی کیلئے تشریف لائے تھے۔ آپ نے بھی ہمیں اپنی قیمتی نصائح سے نوازا۔



دعا کے بعد خاکسار عبدالمالک منتظم عمومی نے شاملین

کو اجتماع کے حوالے سے بعض ضروری ہدایات دیں۔ ایک نظم کے بعد آخر پر مکرم و محترم صفدر علی وڑائچ صاحب زعیم اعلیٰ گمبک نے ''اطاعتِ نظامِ جماعت'' کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ حاضری انصار 92 + دیگر 13 کُل 105 رہی۔

علمی مقابلہ جات:۔مورخہ 7 جولائی 2018ء کو ہی نماز مغرب و عشاء کی باجماعت ادائیگی اور طعام کے بعد بیت الرحمن میں 7 علمی مقابلہ جات تلاوت ، نظم ، تقریر سپیشل، تقریر فی البدیہہ، دینی معلومات ، بیت بازی اور مضمون نویسی کا انعقاد کیا گیا۔جس میں کُل 70 انصار نے حصہ لیا۔



...ding) **Mr.Rana Tahir Mahmood**(Muntazim Ethar),**Mr.Tariq Rasheed**(Muntazim Zahanat o Seht e Jasmani),**Mr.Tariq Waseem**(Ad.Muntazim Ethar), **Mr.Rana Nazeer Ahmed**(Muntazim Tajneed),**Mr.Maghfoor Ahmed**(Muntazim Taleem),**Mr.Anwaar Afzal**(Auditor+Zaeem Halqa Setapak), **Mr.Abdul Malik**(Muntazim Amoomi+Zaeem Halqa sunway B.C),**Mr.Sultan Bashir**(Muntazim Taleem ul Qura,an+Zaeem Halqa Nakhoda), **Mr.Muneer Ahmed**(Muawan Zaeem e Aala),**Mr.Sagheer Ahmed**(Zaeem Halqa Laksamana Puri),**Mr.Naseer Ahmad**(Muntazim Tarbiyat Nou Mubain), **Mr.Tanveer Ali**(Muntazim Tabligh),**Mr.Tariq Javed**(Zaeem Halqa One Selayang),**Mr.Abdul Waheed Butt**(Muntazim Mall+ Zaeem Halqa Selayang Mulia),**Mr.Inaam Ahmad Bhutta**(muawan zaeem e Aala)

نماز تہجد و درس:۔مورخہ 8 جولائی 2018ء کو بیت السلام میں نماز تہجد باجماعت کا اہتمام کیا گیا۔ کُل 50 انصار نے مسجد میں آکر باجماعت نماز تہجد ادا کی۔نماز فجر کی ادائیگی کے بعد مکرم مولانا صلاح الدین صاحب نے درس قرآن پاک دیا۔60 انصار نے گھروں میں نماز تہجد ادا کی۔

ورزشی مقابلہ جات:۔اجتماع کے موقع پر تین اجتماعی مقابلہ جات بیڈمنٹن ، رسہ کشی اور فٹبال ٹورنامنٹ کی صورت میں کروائے گئے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے بیڈمنٹن ٹورنامنٹ مورخہ 30 جون 2018ء کی رات بعد نماز عشاء سپورٹس کمپلکس سری گمبک میں منعقد کیا گیا۔جس میں 34 انصار نے حصہ لیا۔مکرم زعیم اعلیٰ صاحب کی درخواست پر محترم عین الیقین صاحب مشنری انچارج ملائشیاء نے دعا کے ساتھ ٹورنامنٹ کا افتتاح فرمایا۔ٹورنامنٹ کے اختتام پر مکرم زعیم اعلیٰ صاحب گمبک نے اختتامی دعا کرائی۔فٹبال اور رسہ کشی کے ٹورنامنٹس مورخہ 8 جولائی کو صبح 8 تا 11 بجے فٹبال گراونڈ لکشمانہ میں کروائے گئے۔ ان دونوں ٹورنامنٹس میں 88 انصار نے حصہ لیا۔ انصار کے انفرادی مقابلہ جات میں سے 2 انڈور مقابلہ جات کلائی اور نشانہ بازی مورخہ 7 جولائی کو علمی مقابلہ جات کے بعد بیت الرحمن میں ہی کروادیئے گئے تھے۔ان دونوں مقابلہ جات میں کل 53 انصار نے حصہ لیا۔ باقی آوٹ ڈور انفرادی مقابلہ جات پیدل چلنا، تیز دوڑ، اور گولہ پھینکنا مورخہ 8 جولائی کو صبح 8 تا 11 بجے فٹبال



گراونڈ لکشمانہ میں کروائے گئے۔ان تینوں مقابلہ جات میں 80 انصار نے حصہ لیا۔پیغام رسانی، مشاہدہ معائنہ اور میوزیکل چیئر (صرف ممبران عاملہ مقامی و زعماء حلقہ جات) کے مقابلہ جات مورخہ 7 جولائی 2018ء کوعلمی مقابلہ جات کے بعد بیت الرحمن میں ہی کروادیئے گئے تھے۔ ان تینوں مقابلہ جات میں کُل 49 انصار نے حصہ لیا۔تمام ورزشی مقابلہ جات کے بعد انصار کو مکرم طارق محمود صاحب زعیم انصاراللہ ون سلائنگ کی طرف سے جوس پیش کیا جاتا رہا۔

تلقینِ عمل:۔مورخہ 8 جولائی 2018ء دن 11 تا 1 بجے بیت الرحمن میں مکرم و محترم صفدر علی وڑائچ صاحب زعیم اعلیٰ گمبک کی صدارت میں تلقین عمل پروگرام منعقد کیا گیا۔تلاوت،عہد اور نظم کے بعد منتظمین عاملہ مجلس انصار اللہ مقامی گمبک نے لائحہ عمل کے مطابق اپنے اپنے شعبہ جات کے بارہ میں ہدایات دیں۔مکرم زعیم اعلیٰ حسبِ ضرورت تفصیل بیان فرماتے رہے۔اور آپ نے ہی اختتامی دعا کرائی۔

اختتامی تقریبِ تقسیمِ انعامات:۔ مورخہ 8 جولائی 2018ء کو بعد نماز ظہر وعصر کی باجماعت ادائیگی اور طعام کے بعد ہمارے اس سالانہ اجتماع کی اختتامی تقریب بیت الرحمن میں ہی منعقد ہوئی۔اختتامی تقریب کے مہمانِ خصوصی آنمکرم و محترم سہار الدین صاحب صدر مجلس انصاراللہ ملائشیاء تھے۔اس موقع پر مکرم و محترم شریف الدین صاحب قائمقام نیشنل پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ملائشیاء،مکرم صلاح الدین صاحب مربی سلسلہ گمبک ،مکرم ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب قائد تعلیم ،مکرم منور احمد خالد صاحب قائد تعلیم القرآن اور مکرم ڈاکٹر محمد نعیم صاحب قائد ایثار مجلس انصاراللہ ملائشیاء بھی ہماری حوصلہ افزائی کیلئے تشریف لائے تھے۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

تلاوت،عہد اور نظم کے بعد مکرم زعیم اعلیٰ صاحب نے اجتماع کے حوالے سے اختتامی رپورٹ پیش کی۔رپورٹ کے بعد آنمکرم صدر صاحب نے اعزازات پانے والے انصار میں انعامات تقسیم فرمائے۔آنمکرم کی درخواست پر محترم نیشنل پریذیڈنٹ صاحب اور مکرم مربی صاحب نے بھی بعض انصار میں میں انعامات تقسیم فرمائے۔ حاضری 110 انصار+ ڈیوٹی پر 8 خدام+ ڈیوٹی پر 7 اطفال+مہمان 3 =کل 128 رہی۔اس

کے 5 لجنات نے گھروں میں اجتماع کیلئے روٹی پکا کر ہماری معاونت کی۔

اجتماع کے موقع پر شاملین کیلئے 7 جولائی رات، 8 جولائی صبح ناشتے اور دوپہر کے کھانے کا انتظام بیت الرحمن کے صحن میں کیا گیا۔ تمام کھانے پاکستانی طرز پر بنائے گئے۔ جنہیں مقامی احباب نے بھی بہت پسند کیا۔ ہر کھانے کے بعد شاملین کو چائے بھی پیش کی جاتی رہی۔ کھانے کیلئے sitting arangment کیا گیا۔

اجتماع کے آخر پر شاملین کی خدمت میں چائے اور آپ صدر صاحب کی طرف سے ریفریشمنٹ بھی پیش کی گئی۔ تمام علمی و ورزشی مقابلہ جات



اور دیگر پروگرامز میں مکرم زعیمِ اعلیٰ بنفسِ نفیس خود موجود رہے اور نگرانی فرماتے رہے۔

جائزہ حاضری:۔

1۔ حلقہ سٹاپہ تجنید 23 حاضری 14

2۔ حلقہ سلائنگ مولیا تجنید 25 حاضری 18

3۔ حلقہ لیک ویو تجنید 11 حاضری 8

4۔ حلقہ کمپنگ لکشمانہ تجنید 59 حاضری 27

5۔ حلقہ ناخدا تجنید 9 حاضری 8

6۔ حلقہ ون سلائنگ تجنید 6 حاضری 3

7۔ حلقہ لکشمانہ پوری تجنید 26 حاضری 18

8۔ حلقہ کیپنگ سنٹرل تجنید 9 حاضری 7

9۔ حلقہ سن وے باتو کیوز تجنید 20 حاضری 7

کُل حاضری انصار 110 دیگر احباب 18

کُل شاملین اجتماع 128

اس سالانہ اجتماع کے کامیاب انعقاد کیلئے آنمکرم صدر صاحب نے باوجود اپنے بیٹے کی شدید بیماری کے ہر وقت ہماری رہنمائی فرمائی اور ہر معاملہ میں ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ اسی طرح محترم شریف الدین صاحب نیشنل پریذیڈنٹ، محترم عین الیقین صاحب مشنری انچارج، مکرم صلاح الدین صاحب مربی سلسلہ ہمارے اجتماع کے دوران ہمہ وقت ہمارے ساتھ رہے اور ہماری حوصلہ افزائی کرتے رہے۔ مکرم محمد عارف عمران صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ گمبک نے اپنے دیگر خدام اور اطفال کے ساتھ بعض ضروری ڈیوٹیز میں ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو بہترین جزاء سے نوازے۔ آمین

مخالفین پاکستان

مولانا ابوالحامد محمد ضیاء اللہ قادری خطیب جامع مسجد علامہ عبدالحکیم سیالکوٹ

مرسلہ رانا عبدالرزاق خان۔لندن

ابتدائیہ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مملکتِ خداداد پاکستان ربّ ذوالجلال کی نعمت ہے اس ملک کے حصوں کیلئے سوادِاعظم اہلسنت و جماعت کے مشائخ عظام اور علماء کرام کا کافی حصہ ہے جو کہ مسلم لیگ میں شامل تھے۔لیکن دوسری طرف کانگریس اور احرار دونوں جماعتیں پاکستان بنانے کی سخت مخالف تھیں ان دونوں جماعتوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے دیوبندی اور اہلحدیث علماء تھے۔لیکن مقامِ افسوس ہے کہ تاریخ کو بدلتے ہوئے آج مخالفین پاکستان کوتحریک پاکستان کا مجاہد قرار دیا جاتا ہے جبکہ یہ کانگریس اور احرار کے نمک خوار تھے۔اور پاکستان کی مخالفت میں انہوں نے ایڑھی چوٹی کا زور لگایا تھا۔اگر حکومت میں شامل حضرات بھی تاریخ پاکستان کو بدل کر پیش کریں تو مقامِ تعجب ہے اور پھر برسرِ اقتدار حضرات کا نوٹس نہ لینا مزید افسوس کن ہے اس کتاب میں مستند تاریخی دستاویزات سے دیوبندی اور اہلحدیث علماء کی کانگریس نوازی اور پاکستان دشمنی کا ثبوت درج کیا گیا ہے۔تاکہ نوجوان نسل مخالفین پاکستان اور محبانِ پاکستان کا تجزیہ کر سکے۔آئے دن اخبارات میں حکومت کی طرف سے بھی یہ اعلان ہوتا رہتا ہے کہ مخالفین پاکستان کے ارادوں کو ناکام بنا دیا جائے گا لیکن دوسری طرف حکومت میں ان علماء کا کافی دخل بھی ہے۔ملکِ پاکستان میں آئے دن تفرقہ بازی کی فضا کو ہوا دی جاتی ہے لیکن آج تک حکومت ان لوگوں کی نشاندہی نہیں کرسکی کہ یہ تفرقہ اور انتشار کی فضا پیدا کرنے والے کون ہیں؟ یہ حقیقت اظہر میں الشّمس ہے کہ جو علماء پاکستان کے مخالف تھے۔آج وہ اس مملکت خداداد کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتے۔منبر و محراب سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے تفرقہ اور انتشار کی فضا پیدا کرتے ہیں۔بیرون ممالک سے بھی ان کو امداد کا ملنا اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔اور یہ سب اہلسنت و جماعت کی مخالفت میں ہی ہو رہا ہے۔علماء

اہلسنت و جماعت نے کیونکہ یہ ملک بنایا ہے وہ ان کی حرکات بے باکیاں اور گستاخیاں برداشت کرتے ہوئے صرف دفاعی محاذ پر کام کر رہے ہیں۔حکومت اور عوام کا فرض ہے کہ ان جماعتوں کے علماء اور تنظیموں پر کڑی نگاہ رکھے جن کے اکابر نے پاکستان کی مخالفت کی تھی۔

دیوبندی٬غیر مقلدوہابیوں کے اکابر گورنمنٹ برطانیہ کے وفادار تھے۔اسماعیل دہلوی کا فتویٰ

وہابیہ نجدیہ کے مرزا حیرتؔ دہلوی نے اپنی کتاب حیاتِ طیبہ میں لکھا ہے کہ: کلکتہ میں جب اسماعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے۔تو آپ نے جواب دیا کہ ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں ہے ایک تو ہم ان کی رعیت میں اور دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہوتو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔(تاریخ ِمحیبہ 73 دہلی،حیات طیبہ 296 مطبوعہ دہلی)

حیات طیبہ مولانا اسماعیل کی مکمل سوانحعمر ی مع مختصر سوانح امیر المسلمین سید احمد رائے دہلوی مولانا صاحب کے حسب ونسب اور زندگی بھر کے کارہائے نمایاں درج ہیں۔توحید وسنت کی اشاعت میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا ذکر ہے آخر میں



سکھوں کے ساتھ مذہبی جہاد اور لڑائیوں کا مال اور ان کی کیفیت درج ہے۔مردہ قلوب کو حرکت میں لانا چاہتے ہوتو مطالعہ فرمائیں۔

(مصنف مرزا حیرت دہلوی)(اہلحدیث امرتسر 29 مارچ 1940ء)

مولوی محمد حسین بٹالوی نے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کی ممانعت کا فتویٰ دیا ہے پیش کیا جاتا ہے:'ہم لوگوں کو رعایا گورنمنٹ انگلشیہ کو جو گورنمنٹ کے عہدوامن میں ملیں اور ان کی طرف سے شعارِ دین کے ادا کرنے میں خودمختار وآزاد ہیں اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا جائز نہیں ہے۔''(اشاعۃ السنۃ 4 ضمیمہ 6 ج 2)غیر مقلدین وہابیوں کے سید احمد بریلوی اور اسماعیل دہلوی کے فتویٰ کو بھی بٹالوی درج کیا ہے کہ سید احمد صاحب ٬مولوی اسماعیل صاحب نے انگریزوں سے جہاد کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔اور مولوی اسماعیل صاحب نے کلکتہ میں برملا مجلسِ وعظ میں کہا کہ ہم کو انگریزوں سے جہاد کرنا جائز

نہیں ہے۔(اشاعۃ السنۃ 5ضمیمہ 6ج 2)وہابیوں کے محدث بٹالوی نے صرف فتویٰ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ انگریزوں کی حمایت کرتے ہوئے ان سے جہادممانعت پرُ الاقتصادفی مسائل الجہادُ نامی کتاب لکھ دی۔اورمسعود عالم ندوی رقمطراز ہیں:ُمولوی محمد حسین بٹالوی نے سرکار برطانیہ کی وفاداری میں جہاد کی منسوخی پر ایک مستقل رسالہ الاقتصادفی المسائل الجہاد1292ہجری میں لکھاانگریزوں اورعربی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔یہ رسالہ سر چارلس اپچی سن اورسر جیمس لائل گورنروں پنجاب کے نام معنون کیا گیا۔مولوی محمد حسین نے اپنی جماعت کے علماء سے رائے لینے کے بعد1296 ء ہجری میں یہ رسالہ اشاعۃ السنۃ کی جلد دوم شمارہ گیارہ میں بطورضمیمہ شائع کیا پھر مزید مشورہ وتحقیق کے بعد1306ء میں باضابطہ کتابی شکل میں شائع ہوا۔(جنگ آزادی1857ء64ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک212)

وہابی کی بجائے اہلحدیث کہلانے کیلئے بٹالوی کا انگریزوں کی خوشامدکرکےمنظوری لینا!

انگریز بٹالوی کےشکرگزار تھے بٹالوی کو جاگیر بھی دی اور انعام سے بھی سرفراز کیا۔بٹالوی نے موقع کوغنیمت جانتے ہوئے اپنے لئے وہابی کی بجائے اہلحدیث کا نام مرذج ومشتہرکیا۔انہوں نے باقاعدہ حکومت برطانیہ کی وفاداری کا اعلان کیا بٹالوی نےسرکاری تحریرات میں وہابی کی بجائے اہلحدیث لکھے جانے کے احکام جاری کرائے۔محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:ُانہوں نے ارکان جماعت اہلحدیث کی ایک دستخطی درخواست لفٹیننٹ گورنر پنجاب کے ذریعے سے وائسرائے ہند کی خدمت میں روانہ کردی۔اس درخواست پر سرفہرست شمس العلماءمیاں نذیر حسین کے دستخط تھے۔گورنر پنجاب نے وہ درخواست اپنی تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیج دی۔وہاں سے حسب ضابطہ منظوری آ گئی۔کہ آئندہ وہابی کی بجائے اہلحدیث کالفظ استعمال کیا جائے گا۔‘‘

(جنگ آزادی1857ءازایوب قادری)

قارئین کرام! اس درخواست کا جواب اور منظوری اصل انگریزی مضمون کی درج کرنا ازحد مفید ہوگا۔پڑھیئے اوروہابیوں کی کارستانیوں کا اندازہ لگایئے! درخواست کی منظوری انگریزی میں خود وہابیوں کے اخبار اہلحدیث امرتسرنے درج کی ہے۔

ترجمہ:صاحب ڈبلیو۔ایم ینگ بہادرسیکریٹری پنجاب گورنمنٹ بذریعہ چھٹی نمبر 137مورخہ 19جنوری 1887ء بنام مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ایڈیٹراشاعۃ السنۃ لاہوربجواب چھٹی نمبر195مورخہ 12مئی1886ء تحریر کرتے ہیں کہ حسب درخواست آپ کی کہ لفظ وہابی

اس جماعت کیلئے سرکاری کاغذات میں استعمال نہ کیا جائے۔2: کتابیں جو آپ نے چھٹی نمبر 547 مورخہ 21 ستمبر 1886 مع اصلی دستخط شدہ نوٹس جو آپ نے اپنے سابقہ خط کے ساتھ گورنمنٹ کے ملاحظہ کے لئے بھیجی تھیں واپس کی جاتی ہیں۔چھٹی نمبر 1757 مورخہ 3 دسمبر 1886ء از صاحب قائم مقام سیکریٹری گورنمنٹ ہند ہوم ڈیپارٹمنٹ بنام صاحب سیکریٹری گورنمنٹ پنجاب بجواب آپ کی چھٹی نمبر 1044 مورخہ 18 جون 1886ء آپ کو تحریر کیا جاتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر جناب سی آئی اپچی سن سے اتفاق رائے کرتے ہیں آئندہ سرکاری خط و کتابت میں وہابی کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر 877،26 جون 1908ء)

نواب صدیق حسین کی تصدیق

امام الوہابیہ نواب صدیق حسین بھوپالوی کی کتاب ترجمان وہابیہ کے آخر میں اس درخواست کا اور انگریزوں سے اس کی منظوری کا تذکرہ ان الفاظ میں موجود ہے'فرقہ موحدین لاہور نے صاحب بہادر موصوف کی روبکاری میں استدعا پیش کی کہ موحدین جو لفظ بدنام وہابی سے پکارے جاتے اور اس اطلاق اس لفظ کا عامۃ موحدین پر کیا جاتا ہے۔سو بطور سرکاری اشتہار دیا جاوے کہ آئندہ فرقہ ہائے موحدین لفظ بدنام وہابی سے نہ مخاطب کیے جاویں۔چنانچہ لفٹیننٹ گورنر بہادر موصوف نے اس درخواست کو منظور کیا اور پھر ایک اشتہار اس مضمون کا دیا گیا کہ موحدین ہند پر شبہ بدخواہی گورنمنٹ ہند عامۃً نہ ہو اور خصوص جو لوگ وہابیان ملک ہزارہ سے نفرت ایمانی رکھتے ہوں اور گورنمنٹ ہند کے خیر خواہ ہیں۔ایسے فرقہ موحدین مخاطب بہ وہابی نہ ہوں۔(ترجمان وہابیہ 62)

عبدالمجید سوہدروی کی تصدیق

غیر مقلدین حضرات کی مقتدر شخصیت مولوی عبدالمجید سوہدروی جو کہ مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی کے شاگرد اور دیوبندیوں کے شیخ التفسیر احمد علی صاحب لاہوری کے داماد بھی تھے نیز ایک عرصہ تک سوہدرہ تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ سے اخبار اہلحدیث اور مسلمان شائع کرتے رہے ہیں۔جمعیت وہابیہ کے ذمہ دار عہدیدار بھی رہ چکے ہیں نے بھی اپنی کتاب سرت شنائی میں بھی اس منظوری کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:'بٹالوی نے اشاعۃ السنۃ کے ذریعہ اہلحدیث کی بہت خدمت کی لفظ وہابی آپ ہی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا۔اور جماعت کو اہلحدیث کے نام سے موسوم کیا گیا۔(سیرت شنائی 372) دیوبندی حضرات کی آماجگاہ اور مرکزی العلوم دیوبند انگریز حکومت کے موافق اور اس کا مدد معاون تھا۔ مدرسہ دیوبند انگریزی حکومت کے خلاف نہیں بلکہ

موافقِ سرکار رہے

دیوبندی مولوی احسن نانوتوی کے سوانح نگار نے دیوبندیوں کے مرکزی مدرسہ ''دیوبند'' کے متعلق حکومت برطانیہ کے لفٹیننٹ گورنر کے ایک معتمد انگریز پامر نامی کا تاثر اس طرح درج کیا ہے کہ:'اس مدرسہ (دیوبند) نے یوماً فیوماً ترقی کی۔ 31 جنوری 1875ء بروز یکشنبہ لفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمّی پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں۔ جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافقِ سرکار ممد و معاون سرکار رہے۔'

(مولانا محمد احسن نانوتوی 217 مطبوعہ کراچی)

ناظرین! جو مرکزی مدرسہ انگریزوں کا پٹھو ہو تو وہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے بھی یقیناً انگریزوں کے پٹھو اور نمک خوار ہوں گے۔ یہ دیوبندیوں کے ماتھے پر ایک ایسا بدنما داغ ہے جو قیامت تک نہیں اُتر سکتا۔

علمائے اہل سنت و جماعت کا مطالبہ

مسلک اہلسنت و جماعت (بریلوی) کے علماء اکثر و بیشتر مرتبہ حکام بالا کو اس حقیقت سے باخبر کرتے رہتے ہیں کہ ہندوستان سے دیوبندی مولویوں کا آنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ مختلف بہانوں سے پاکستان آتے ہیں۔ دراصل ان کا آنا پاکستان میں تخریبی کاروائی کرانا مقصود ہے دیوبندیوں نے پاکستان بننے کی سرتوڑ مخالفت کی تھی۔ اور پاکستان کے قیام کا نعرہ بلند کرنے والی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی بانگِ دُہل نہ صرف مخالفت ہی کی بلکہ اس پر طرح طرح کے فتوے لگائے۔ نظریۂ پاکستان کا استہزاء اڑایا اور طنزیں کیں۔ بلکہ جب پاکستان بن بھی گیا تب بھی اس کو بازاری عورت، پلیدستان، خاکستان، سانپ اور گناہ جیسے نازیبا الفاظ سے یاد کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ ایسے حضرات ملک و ملت کے کیسے خیر خواہ ہو سکتے ہیں۔ حکومت کو ان پر کڑی نظر رکھنی چاہیے اور دوسرے ممالک سے ان کی آمد و رفت بند کرنی چاہئے۔

دیوبندی' وہابی مولویوں کا پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا کرنا

روزنامہ کوہستان لاہور نے اپنی 2 نومبر 1956ء کی اشاعت میں لکھا کہ: ''بھارت سے ہر سال حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ احراری مولوی یا کانگریسی مولوی کو بھیجا جاتا ہے۔ جو پاکستان کے خلاف اور بھارت کے حق میں پراپیگنڈا کرتا ہے'' (کوہستان 2 نومبر 1956ء)

احرار علامہ اقبالؒ کے نظریہ کے مخالف تھے

مصور پاکستان علامہ اقبال مرحوم انگریز کے خلاف آواز اٹھاتے رہے اور یہ دیوبندی مولوی انگریز سے وظیفہ حاصل کرتے رہے۔اس لئے خود دیوبندیوں احراریوں نے یہ حقیقت رپورٹ تحقیقاتی عدالت میں تسلیم کی ہے کہ:''احرار اور علامہ اقبال کے نظریوں کے درمیان کھلا ہوا تصادم موجود تھا''(رپورٹ تحقیقاتی عدالت 278)

علامہ اقبالؒ علیہ الرحمۃ کے حسین احمد مدنی کے متعلق اشعار

علامہ اقبال نے جب دیوبندی مولویوں کے سردار مولوی حسین احمد مدنی کے نظریات کو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ورفعت کے خلاف پایا تو لکھا:

عجم ہنوزنہ و اندر رموزِ دیں ورنہ
زدیو بند حسین احمد ایں چہ بو العجبی است
سرداربر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر مقام محمد عربی است
مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ است
اگر باوز سیدی تمام بولہبی است

اسلئے دیوبندی مولوی عامر عثمان نے دیوبند سے ہی شائع ہونے والے اپنے ماہانہ تجلی میں دیوبند مدرسہ کے متعلق ایک نظم شائع کی ہے جس کا عنوان ہے:

دیوبند سے

کیا گردشِ دوراں کا فسوں دیکھ رہا ہوں
دیوبند تیرا حالِ زبوں دیکھ رہا ہوں
سمٹا ہوا ساحل ہے کہ ٹھہری ہوئی موجیں
کیوں تیرے سمندر میں سکوں دیکھ رہا ہوں
اُٹھے تری آغوش سے کتنے ہی مجاہد
اغیار کا اب صیدِ زبوں دیکھ رہا ہوں
اللہ سے یہ مسندِ افتاء کی اہانت
اپنوں کا بھی ہوتا ہوا خوں دیکھ رہا ہوں
آوارگی فکر و نظر اہل حرم کی!
ناپختہ مگر جوشِ جنوں دیکھ رہا ہوں
جو داعی ِاسلام تھے وہ دیش بھگت ہیں
نیرنگیٔ دوراں کا فسوں دیکھ رہا ہوں
اسلاف کے دل بھی ترے فتووں سے ہیں مجروح
تکفیر کا یہ شوقِ فزوں دیکھ رہا ہوں
غیروں سے ہے اُلفت تجھے اپنوں سے ہے اُلجھاو
بد لا ہوا اندازِ جنوں دیکھ رہا ہوں
یہ منصب ِاقتدار سے فتووں کی یہ اندھیر
فنکاری شیطان کا فسوں دیکھ رہا ہوں
پنہاں اسی تخریب میں تعمیر کے انوار
چھٹ جائیں گے بادل یہ شگوں دیکھ رہا ہوں

حق گوئی و بیباکی اسلاف کی سوگند
تجھ کو پئے اغراض نگوں دیکھ رہا ہوں
کس برق نگاہی کا یہ اعجاز ہے افسرؔ
اب شعلہ فشاں سوزِ دروں دیکھ رہا ہوں

(ماہانہ تجلی دیوبند 5 مئی 1957ء)

دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی کو بھی انگریزوں سے ماہانہ مدد ملتی تھی۔ چنانچہ دیوبندیوں کے مولوی شبیر احمد عثمانی نے خود اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

اشرف علی تھانوی کو انگریز کی طرف سے چھ سو روپیہ ماہانہ وظیفہ

''حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ ہمارے آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے'' (مکالمۃ الصدرین 9)

غیر مقلد دیوبندی وہابیوں کی تبلیغی جماعت کے بانی کو بھی انگریزوں سے روپیہ ملتا تھا۔ اس کا ذکر بھی دیوبندیوں کے مولوی حفظ الرحمان صاحب نے کیا ہے۔

تبلیغی جماعت کے بانی کو انگریزوں سے روپیہ ملتا تھا!

''مولانا حفظ الرحمن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداً حکومت (برطانیہ) کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا'' (مکالمۃ الصدرین)

جمعیت علماء اسلام انگریزوں کی مالی امداد اور ایماء پر بنائی گئی تھی

دیوبندیوں کو مولوی حفظ الرحمن کی تقریر کا خلاصہ

دیوبندی حضرات کے دارالاشاعت دیوبند ضلع بہاولپور کے شائع کردہ رسالہ مکالمۃ الصدرین میں ان الفاظ میں درج ہے: ''مولانا حفظ الرحمن صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ کلکتہ میں جمعیۃ العلماء اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایماء سے قائم ہوئی ہے'' (مکالمۃ الصدرین 7)

دیوبندی وہابی مولویوں نے جو انگریزی حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون قرار دیا۔ یہ اسی امداد کا ہی کرشمہ تھا۔ چنانچہ دیوبندیوں کے مولوی احسن نانوتوی کے متعلق رقمطراز ہیں کہ:

آج کل جمعیت علماء اسلام کے صدر مفتی محمود صاحب ہیں۔ خود ہی ان حضرات کی غیرت و حمیت کا اندازہ لگالیں۔

انگریزوں کی حکومت سے بغاوت کرنا خلافِ قانون ہے ''22 مئی کو نمازِ جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے بریلی کی مسجد نومحلہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف

قانون ہے''(مولانا محمد احسن نانوتوی 50)

انگریزوں کی حمایت میں اس تقریر کا جو اثر لوگوں پر ہوا اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ:''اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگادی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی کے خلاف ہوگئے۔اگر کوتوال شہر شیخ بدرالدین کی فہمائش پر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہوگیا تھا''(مولانا محمد احسن نانوتوی 51)

حالی سے انگریزوں کی تعریف

الطاف حسین حالی نے بھی انگریزوں کی تعریف میں اشعار لکھے ہیں چنانچہ''کلیاتِ نظم حالی'' میں حالی نے ''مژدہ قدوم حضور شاہزادہ دیلز در ہندوستان'' کی سرخی دے کر لکھا ہے کہ:

مژدہ ہو اہل مشرق دن پھرے تمہارے
مشرق سے سوئے مشرق آیا ہے مہر تاباں
گلہ کی اپنے لینے آیا خبر کہاں سے
ہے ایسے گلہ بان پر گلہ کی جان قربان
ہندوستان بھی تجھ سے کچھ آج کل نہیں کم
اے معدنِ بزرگی اے خاک ِ انگلستان
تیرے نصیب کا تو کیا پوچھنا ہے لیکن
ہندی بھی ان دنوں ہیں قسمت پہ اپنی نازاں
مہمان ہے آج ان کا اُس شاہ کا ولی عہد
روئے زمین کے سلطان جسکے ہوئے ہیں مہمان
(کلیاتِ نظم حالی 41)

اکابر وہابیہ پاکستان کے مخالف تھے

جن حضرات کی رگ رگ میں انگریز کی وفاداری اور نیاز مندی سمائی ہو اور جو کبیر السن ہونے کے باوجود انگریزوں کی خدمت اور ان کے مشن کو کامیاب اور کامران کرنے کیلئے والینٹری طور پر اپنے آپ کو پیش کرنے کا جذبہ رکھیں وہ حضرات پاکستان کے کیسے خیر خواہ اور محب ہوں گے۔تاریخ کا مطالعہ کرنے سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے کہ اکابر وہابیہ پاکستان کے مخالف تھے اور کانگریس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔علماء اہلسنت اور مشائخ اہلسنت و جماعت کی کوششوں سے جب پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا اور وہابی مولویوں کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا تو پھر انہوں نے عوام میں اپنا منہ دکھانے کیلئے اپنے آپ کو پاکستان کا بہی خواہ اور خیر خواہ ظاہر کرنے کی کوشش کی اور وہابیوں نے ان حضرات جو اپنی جمعیت کا امیر اور ناظم اعلیٰ مقرر کر دیا جیسا کہ مولوی داؤد غزنوی اور مولوی اسماعیل سلفی یہ دونوں حضرات کانگریسی تھے۔اوّل الذکر مرکزی جمعیت کے امیر اور آخر الذکر جمعیت کے ناظم اعلیٰ رہ چکے ہیں۔

پاکستان کی مخالفت میں وہابی علماء اور عوام کا کردار

فخر الوہابیہ مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی نے 27 مئی 1949ء کو لاہور میں جمعیت وہابیہ مغربی پاکستان کے اجلاس میں خطبہ صدارت دیتے ہوئے واضح طور پر اس حقیقت کی قلعی ان الفاظ میں کھولی ہے:(1) بہت سے اہلحدیث علماء اور عوام و اُمراء کانگریس کا ساتھ دیتے تھے اور تقسیم نہیں چاہتے تھے۔(2) بعض اہلحدیث علماء اور بہت سے عوام احراری تھے۔وہ کانگریس کے ساتھی نہ تھے یا نہ لیکن بہرحال مسلم لیگ کے موافق نہ تھے۔(3) اسی طرح بہت سے اہلحدیث خاکسار تھے۔یہ بھی کانگریس کے موافق ہوں یا نہ ہوں لیکن مسلم لیگ کے موافق نہ تھے۔(4) بہت سے متوسط درجے کے اہلحدیث عوام اور بعض علماء اور انگریزی دان وکلاء مودودی تھے۔جو اپنا نام اسلامی جماعت رکھتے ہیں۔یہ لوگ اگرچہ کانگریس کے خلاف آواز اُٹھاتے تھے لیکن انہوں نے عملی طور پر مسلمانوں کی عام جماعت مسلم لیگ کو بھی ووٹ نہ دیا۔(احتفال الجمہور12)

امام الوہابیہ ثناء اللہ امرتسری

مولوی ثناء اللہ امرتسری سے کانگریس اور مسلم لیگ میں سے کس میں شرکت کی جانے کا سوال ہوا تو مولوی صاحب نے اس کے جواب میں واضح الفاظ میں مسلم لیگ کی حمایت نہ کی تھی۔وہ سوال و جواب دونوں درج ہیں۔(س): آج کل ہندوستان میں دو پارٹیاں (جماعتیں) کانگریس و مسلم لیگ کا ہر چہار طرف شور وغوغا ہے۔اور دونوں پارٹیوں میں ہمارے چوٹی کے علمائے کرام و رہنما ملت (ہندوستان کے پالیٹکس میں جو بڑے ماہر سمجھے جاتے ہیں) شامل ہیں اور کام کررہے ہیں دونوں جماعتیں اپنی اپنی جماعت میں شامل کرنے کو مسلمانوں کو دعوت دے رہے ہیں۔جواب طلب یہ کہ موجودہ انقلاب کے دور میں اپنے مذہب اسلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کو عموماً اور جماعت اہلحدیث کو خصوصاً کس کے ساتھ ہونا چاہئے۔آیا کانگریس میں یا مسلم لیگ میں۔(ج): عام ملکی حالات میں جس قدر مذہب اجازت دے اس جماعت کے ساتھ ہوجاؤ۔جو مفاد عامہ کے لحاظ سے اچھا کام کرے۔(اخبار اہلحدیث امرتسر 2،3دسمبر 1937ء)

اخبار اہلحدیث امرتسر میں اہلحدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کی کاروائی شائع ہوئی ہے جس میں واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ:''کانگریس کے گرم ممبر مافی الضمیر کھلے لفظوں میں ظاہر کردیتے ہیں کہ ہم پورن سوارجیہ (مکمل آزادی اندرونی اور بیرونی) حاصل کریں گے۔گول میز کانفرنس لندن میں ایسی تقریریں بکثرت ہوتی رہیں۔ہماری غرض اس نوٹ لکھنے سے یہ ہے کہ کانگریس نے اپنا مافی الضمیر بتانے میں کوئی بخل یا فریب سے کام نہیں لیا۔اور

نہ اس دعویٰ میں اس نے تبدیلی کی کہ میں کل ہندوستانیوں کی قائم مقام ہوں۔آج کل جبکہ کانگریس اپنے عروج کو پہنچ چکی ہے اور اپنے مقصد میں قریباً کامیاب ہوچکی ہے اب اس کی مخالفت کرنا ہمارے (وہابیوں) کے خیال میں چنداں مفید نہیں ہے''

(اہلحدیث امرتسر 15،8اکتوبر 1937ء)

ناظرین! مولوی ثناء اللہ امرتسری کے بعد وہابیہ کے مولوی عبدالقادر قصوری کا بھی کردار پڑھ لیں۔

مولوی عبدالقادر قصوری

وہابیہ بخدیہ کہ مولوی عبدالقادر قصوری بھی کانگریسی تھے۔جس کا تذکرہ وہابیہ کے مولوی احسان الٰہی ظہیر کے اپنے ماہانہ''ترجمان الحدیث''میں ''مولانا عبدالقادر قصوری'' کے ہیڈنگ سے ابوسلمان شاہجہان پوری کے شائع کردہ مضمون میں اس طرح ہے:'(مولوی عبدالقادر قصوری) پنجاب خلافت کمیٹی کے صدر تھے۔پنجاب پراونشل کانگریس کمیٹی کے بھی وہ مدت تک صدر رہے تھے اور جب تک وہ اپنی صحت کی بناء پر کنارہ کش نہیں ہوئے آل انڈیا کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی رہے۔

(ترجمان الحدیث 55،مئی،جون 1973ء)

وہابیوں کے ممدوح مولوی غلام رسول مہر نے بھی مولوی عبدالقادر قصوری کے متعلق لکھا ہے کہ:'مولوی عبدالقادر قصوری نے سالہا سال تک کانگریس کی خدمت کی اور پنجاب پراونشل کانگریس کمیٹی کے صدر بھی رہے۔بلا خوف وتردید کہا جاسکتا ہے کہ پنجاب میں کانگریس کو ان سے زیادہ مخلص،صاحبِ ایثار اور بےغرض رہنما آج تک نہیں ملا'(ترجمان الحدیث 57،مئی،جون 1973ء)

مولوی عبدالقادر قصوری وہابیہ بخدیہ کی موجودہ جمعیت کے امیر مولوی معین الدین لکھوی کے والد ہیں

(فقیر محمد ضیاء اللہ القادری غفرلہ)

غلام رسول مہر مزید لکھتے ہیں کہ:'انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی بہت سی خدمات انجام دیں۔اگرچہ نہرو رپورٹ کے وقت ان کا مسلک ہمارے نزدیک صحیح نہیں رہا تھا'(ترجمان الحدیث 75،مئی،جون 1973ء)ابوسلمان شاہجہان پوری نے اپنے مضمون میں مولوی عبدالقادر قصوری کی سیاسی معاملات یعنی کانگریس کی حمایت ومعاونت کو وہابیہ کے اکابر کا ہی اندازِ فکر قرار دیا ہے۔چنانچہ لکھا ہے۔'ملک کے سیاسی معاملات میں ان کا اندازِ فکر وہی تھا جو جماعت اہلحدیث کے دوسرے اکابر کا تھا۔

(ترجمان الحدیث 58،مئی،جون 1973ء)

غیر مقلدین اور دیوبندی وہابیوں کے ممدوح شورش کاشمیری نے بھی مولوی عبدالقادر قصوری کے متعلق کہا

ہے:'انجمن پنجاب میں مولانا آزاد کا نائب سمجھا جاتا تھا(ترجمان الحدیث 61،مئی، جون 1973ء)دیوبندیوں کے مولوی سلیمان ندوی نے بھی مولوی عبدالقادر قصوری کے متعلق واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ:'خلافت حجاز اور کانگریس میں بیش از بیش حصہ لیا'(ترجمان الحدیث 62،مئی، جون 1973ء)

(1) غلام رسول مہر کانگریس کی حمایت کرنے والے مولوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی بہت سی خدمات سرانجام دیں مگر وہابیہ کے مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ کانگریسی علماء دس کروڑ مسلمانوں کی تباہی کا بوجھ اٹھارہے ہیں(پیغام ہدایت 10)(2) یہ ہر ایک ذی علم پر واضح ہے کہ مولوی ابوالکلام آزاد کٹر کانگریسی تھے۔لہٰذا پنجاب میں ان کے نائب قصوری بھی کٹر کانگریسی تھے۔

(فقیر محمد ضیاء اللہ القادری غفرلہ)

مولوی داؤد غزنوی کانگریسی

وہابیہ بخدیہ کے مشہور خاندان غزنوی کے ایک فرد تھے۔جوکہ مولوی عبدالجبار غزنوی کے بیٹے تھے غزنوی صاحب اپنے دادا عبداللہ غزنوی کی طرح تحریک پاکستان کے مخالف انگریزوں کے حامی تھے۔احرار اور کانگریس کے ہمنوا تھے۔اورانہی لیڈروں میں ان کا شمار ہے۔ان جماعتوں کا تحریک پاکستان کے سلسلہ میں جوکردار رہا ہے وہ اظہر من الشّمس ہے۔تب بھی ایک مورخ کی تحریر سے اس کو آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔مورخ عاشق حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ:

غزنوی تحریک پاکستان کے مخالف تھے

جوقوم داؤد غزنوی کو بھی تحریک پاکستان کا مجاہد کہتی ہے اسے تاریخ لکھنے یا لکھوانے کا کوئی حق نہیں۔ممکن ہے کہ آپ کہیں کے مرے ہوؤں کا ذکر اچھے انداز میں کرنا چاہیئے تو جناب تاریخ تو مرے ہوؤں کے اعمال و کردار ہی کے ذکر سے بھری ہوئی ہے۔اگر ہم نے مرے ہوؤں کے ذکر سے زبان بند کرلی تو تاریخ نویسی کیسے ہوگی۔کاش آج حمید نظامی ہوتے تو آپ کا بتاتے کہ داؤد غزنوی کا رول کیا تھا۔

کسی بتکدے میں کروں بیاں تو کے صنم ہری ہری

دیانت و امانت اور کریکٹر کے اعتبار سے داؤد غزنوی تو خضر حیات ٹوانہ کے جوتے سیدھے کرنے کے اہل نہ تھے۔(روزنامہ نوائے وقت مورخہ 30دسمبر 1963ء)

داؤد غزنوی ہندوقوم سے مایوس نہیں

وہابی مولوی عنایت اللہ اثری وزیر آبادی حال مقیم گجرات اپنی جماعت کی مقتدر شخصیت داؤد غزنوی کی ہندو نوازی کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ'مولوی داؤد صاحب اپنی قوم(وہابیہ) سے سخت مایوس ہیں لیکن ہندو

قوم کانگریس سے مایوس نہیں۔صبح و شام ان کے کام کرتے رہتے ہیں۔اور ان کے دفتروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔اور اپنی جماعت کا کوئی کام اور درس تک بھی نہیں حالانکہ بورڈ لگا رکھا ہے کہ یہاں روزانہ درس ہوتا ہے۔جو کہ خلافِ واقعہ ہے۔''

(الجمر التبلیغ 128 ج 1)

مولوی اسماعیل کانگریسی!

ناظرین! وہابیہ کی مرکزی جمعیت کے امیر کے بعد ان کی مرکزی جمعیت کے ناظم اعلیٰ جو کہ بعد میں مرکزی جمعیت کے امیر بھی تھے۔جن کا نام اسماعیل سلفی تھا۔ان کا ذلت آمیز کارنامہ ہندوؤں اور سکھوں کو خوش کرنے کے لئے جو سر انجام دیا۔قیامت تک کے وہابی اپنے چہرے سے اس بدنما داغ کو مٹا نہیں سکیں گے۔ملاحظہ فرمائیں!

اسماعیل کانگریسی آف گوجرانوالہ کا مردہ سبھاش چندر کی صدارت میں تقریر کرنا

غیر مقلدین وہابیہ کی انجمن مفاد المسلمین سیالکوٹ کے صدر نے اپنے شائع شدہ پمفلٹ 'حافظ محمد شریف صاحب کی قلابازیاں' میں مولوی اسماعیل صاحب گوجرانوالہ کو کٹر کانگریسی لکھ کر ان کے ایک شرمناک کارنامے کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:'مولوی اسماعیل صاحب وہ کانگریسی ہیں جو مردہ سبھاش چندر بوس کے فوٹو کی صدارت میں تقریر کر چکے ہیں ایسے موحد ہیں جو بُت کی صدارت میں تقریر کریں'(حافظ محمد شریف صاحب کی قلابازیاں 6)

کانگریس اور انگریزوں کی حکومت

کانگریس دراصل انگریزوں کی حکومت کو مضبوط کرنے کا ایک پلیٹ فارم تھا۔کانگریس کے نمائندے انگریزی حکومت کے پُرزے تھے۔ یہ کسی اہلسنت و جماعت کے ذی علم بزرگ کا فیصلہ نہیں بلکہ وہابی معمر اور مقتدر شخصیت کا فیصلہ ہے۔اور وہ شخصیت شہر سیالکوٹ کے مولوی ابراہیم صاحب میرؔ ہے۔چنانچہ میر صاحب لکھتے ہیں:'جو جماعت (کانگریس) اس وقت یہ دعویٰ کرے کہ ہم انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ اس کی شب و روز کی تگ و دو اسمبلیوں کے مقابلہ میں اپنے آدمی بھرتی کرنے میں صرف کرتی ہو جہاں پر انگریزی قانون کو جاری کیا جائے گا۔وہ جماعت پبلک کو دھوکا دیتا ہے۔اور لوگوں کی عقل کی آنکھ میں خاک ڈالنا چاہتی ہے معمولی سوچ کا مقام ہے کہ یہ لوگ حکومت انگریزی کی مشین کے پرزے بنیں گے یا اس مشین کے توڑنے والے ہیمر (ہتھورے)؟ جب یہ امر واضح ہوگیا کہ یہ لوگ حکومت انگریزی کی مشین کے پرزے بنیں گے تو اب

ان کا یہ دعویٰ کہ ہم انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے ہیں صریحاً دھوکا ہے۔جس سے وہ عوام میں جوش پھیلا کر اپنے شکم پرور مطالب پورے کرنا چاہتے ہیں۔

(پیغام ہدایت 29)

مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی اپنے فرقہ کے کانگریسی مولوی ابوالقاسم بنارسی کی ایک عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے کانگریس کا اصل مقصد بیان کرتے ہیں کہ :'اس عبارت سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ ملک کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اپنی قوم کے بہترین دماغوں کو انگریزی سیاست کے ماتحت غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا ہے'۔(پیغام ہدایت 77،78)

مولوی ابوالقاسم بنارسی کانگریسی

یہ بھی وہابیہ نجدیہ کی ممتاز شخصیتوں میں سے ہیں۔امام الوہابیہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ان کے بہت مداح ہیں۔یہ بھی کانگریس کی ترویج وتشہیر اوراس کے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے پیش پیش تھے۔ہندوؤں، سکھوں اور کانگریسی اخباروں نے ان کے بیانات کو بہت عمدہ انداز میں شائع کیا۔بنارسی صاحب نے پاکستان کے بنانے کی جس شدومد سے مخالفت کی ہے وہ بنارسی کے ہمعصر اور ہم مسلک مولوی ابراہیم میر صاحب سیالکوٹی کے بیان سے پیش کردینا وہابیوں کے منہ پر ایک زبردست طمانچہ ہے جو کہ یہ ہے:

پاکستان کا نعرہ ڈھونگ ہے

مولوی ابوالقاسم نے کہا کہ پاکستان کا نعرہ محض ڈھونگ ہے۔نیز یہ کہا کہ یہ وہ لفظ ہے جواب تک شرمندہ معنیٰ نہیں ہوا۔پھر یہ کہا کہ پاکستان پیش کرنے والوں نے اب تک پاکستان کی صحیح تعریف نہیں کی۔پھر یہ کہا کہ ہندوستان میں پاکستان کا تحقق ممکن نہیں۔(پیغام ہدایت 79)

مولوی ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:'مولوی ابوالقاسم صاحب کی یہ عبارت ہندوؤں سکھوں اور کانگریسی اخباروں کی صدائے بازگشت ہے۔ جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔انہوں نے بھی کہہ دیا'(پیغام ہدایت 79)

بنارسی گاندھی اورنہرو کی آواز کے لاؤڈ سپیکر ہیں

مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی اپنے فرقہ کے مولوی ابوالقاسم بنارسی کو گاندھی اور نہرو کی آواز کا لاؤڈ سپیکر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:'یہ آواز گاندھی جی اور پنڈت نہرو صاحب کی ہے مولوی ابوالقاسم صاحب ان کی آواز کے لاؤڈ سپیکر ہیں۔اپنی طرف سے نہیں کہتے۔مسٹر گاندھی جی پکارتے ہیں کہ پاکستان کی تعریف معلوم نہیں۔پنڈت نہرو صاحب بھی وویلا مچاتے ہیں کہ تعریف معلوم نہیں۔آریہ اور کانگریسی اخبار لاہور وغیرہ مقامات کے بھی

یہی شور اٹھتے ہیں کہ ابھی اس کی تعریف پیش نہیں ہوسکی۔سکھ الگ چلّا رہے ہیں کہ ہم پاکستان نہیں بننے دیں گے‘(پیغام ہدایت 82)

مولوی ابراہیم صاحب میرؔ سیالکوٹی نے بنارسی صاحب کے متعلق بھی واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ:’مولوی ابوالقاسم صاحب گئو رکھشا والے پُرانے کانگریسی ہیں‘

(پیغام ہدایت 73)

کانگریس میں وہابی مولویوں کا بڑھ چڑھ کر حصہ لینا وہابیہ کی تحریروں سے واضح ہے۔اب ان کانگریسی مولویوں پر وہابیوں کی شہرہ آفاق شخصیت مولوی ابراہیم صاحب میر ہی کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

مولوی ابراہیم میرؔ کا فتویٰ

مولوی ابراہیم صاحب میرؔ سیالکوٹی نے اپنے رسالہ ’پیغام ہدایت‘ میں نمایاں حروف میں یہ فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ’کانگریسی علماء دس کروڑ مسلمانوں کی تباہی کا بوجھ اٹھا رہے ہیں‘(پیغام ہدایت 10)

وہابیوں کو مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی کی نصیحت

فخر الوہابیہ مولوی ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی اپنے فرقہ کے لوگوں کو اپنے مولویوں کے دھوکے سے باخبر رہنے کی تلقین کرتے ہوئے اپنے کانگریسی مولویوں سے بھی آگاہ کرتے ہیں کہ:’اہلحدیث جماعت اپنے ناقص العلم،غیر محتاط،نام نہاد علماء کی تحریروں اور تقریروں سے دھوکہ نہ کھائے کیونکہ ان میں بعض تو پرانے خارجی اور بے علم محض ہیں۔اور بعض کانگریسی ہیں‘(احیاءا لمیت 36)

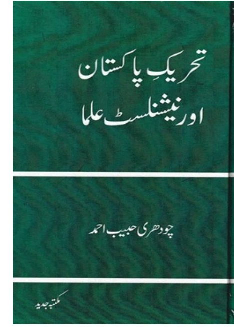
پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کا فتویٰ

عارف کامل اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ آگ گولڑہ شریف سے کسی نے کانگریس میں شامل ہونے کے متعلق فتویٰ پوچھا۔اس کا جواب جو آپ نے تحریر فرمایا وہ فتاویٰ مہریہ میں درج ہے۔ناظرین کے لئے وہ سوال اور جواب دونوں درج ذیل ہیں۔(سوال):کیا مسلمان کو کانگریس میں شامل ہونا چاہئے تا نہ؟(جواب): مکرمی شاہ صاحب دفق اللہ تعالیٰ الجانبین لما یحب و یرضٰ تسیم استدعاء دعا۔میری رائے میں یہ شمولیت اسلام کے برخلاف اور ناجائز ہے۔العبد دعا گوئی و دعا جوئی از گولڑہ بقلم خود۔ناظرین کرام:کانگریس کی بنیاد مسلمانوں کی بہتری اور خیر خواہی پر نہ تھی بلکہ اس کا مقصد انگریز کو مضبوط کرنا تھا۔جیسا کہ چوہدری حبیب احمد صاحب نے اپنی کتاب’تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء‘ میں مسٹر ستید پال کی کتاب کے حوالہ سے شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے اس کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں:

کانگریس کے قیام کا مقصد کیا تھا

مسٹر ستیہ پال جو کہ’کانگریس کے ساٹھ سال‘ کے

موتف کے الفاظ سنئے: 'مسٹر ہیوم نے کانگریس کی بنیاد رکھی ہندوستان کی بہتری کے لئے نہیں بلکہ برٹش راج کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کیلئے مسٹر ہیوم کا کوئی کتنا ہی شکر کیوں



نہ ادا کرے۔ کہ انہوں نے ایک ایسی تنظیم کی بنا ڈالی جو اپنی کوششوں سے شاہ بلوط کے درخت کی طرح پروان چڑھی ہم چاہتے ہیں کہ ہر ہندوستانی اس بات کو ملحوظ رکھے کہ اس کی پشت پر بیرونی حکومت کے جوئے سے آزاد کرانے کا مقصد نہ تھا۔ بلکہ یہ کہ برٹش حکومت کی جڑیں ہندوستان میں اور مضبوط و مستحکم ہوں۔ تاج برطانیہ سے وفاداری کانگریس کا مذہبی فریضہ تھا۔ تعلیم یافتہ برٹش طرزِ حکومت کا ولدادہ تھا'

(کانگریس کے ساٹھ سال 110، 111)

کانگریس کا دوسرا اجلاس

1882ء میں کلکتہ میں دادا بھائی نوروجی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں انہوں نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا کیا یہ ممکن ہے کہ اس قسم کا اجتماع جس کا ہر فرد برٹش حکومت کی نعمتوں سے واقف ہے۔ کسی ایسے مقصد کیلئے منعقد ہوسکتا ہے جو حکومت کے خلاف ہو؟ اس حکومت کے جس نے ہم کو یہ سب کچھ عطا کیا ہے ہم کو صاف طور سے اعلان کر دینا چاہیئ کہ ہم سر سے پیر تک وفادار ہیں۔

(کانگریس کے ساٹھ سال مولفہ ستیہ پال 127 بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء مصنفہ چودہری حبیب احمد (259،260)

کانگریس کے انگریز صدر

کانگریس کا بانی ہی انگریز نہ تھا بلکہ اس کے متعدد اجلاسوں کی صدارت انگریز کرتے تھے 1888ء میں الٰہ آباد کے اجلاس کی صدارت مسٹر جارج دیول نے کی۔ سرولیم ویڈ برن انڈین سول سروس کے آدمی تھے۔ 1887ء میں انہوں نے پنشن لی اور 1889ء میں انہوں نے بمبئی کے اجلاس کی صدارت کی جس میں برٹش پارلیمنٹ کے ممبر اور انگلستان کے مشہور خطیب چارلس بریڈ نے شرکت کی پھر 1894ء میں پارلیمنٹ کے ایک دوسرے ممبر و یبا نے کانگریس کے اجلاس کی صدارت کی مسلم لیگ کے قیام سے صرف دو سال قبل یعنی 1904ء میں بمبئی کے اجلاس کی صدارت سر ہنری کاٹن نے کی جو انڈین سول سروس کا آدمی اور آسام کا چیف کمشنر رہ چکا ہے۔

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء 260، 261 از چوہدری حبیب احمد)

برطانیہ کی کانگریس نوازی

مسلم لیگ کے قیام کے وقت انگریز اور کانگریسی لیڈروں میں اس قدر باہمی موانست تھے کہ جو ہندوستانی کانگریس کے اجلاس کی صدارت کرتا یا اس کے اندر کوئی اہمیت حاصل کرتا وہ فوراً یا تو ہائی کورٹ کا جج بنا دیا جاتا یا وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر نامزد ہو جاتا۔ چنانچہ سر ایس براہمانیہ ایروی کرشنا سوامی ایار، سر سنکرن میر مسٹر راما سام کانگریس کے عہدے حاصل کر کے حکومت کی کلیدی آسامیاں حاصل کرتے رہے۔ سر ایم کرشنا میر کانگریس میں نمودار ہوئے۔ اور لاء ممبر بنا دیئے گئے۔ اس طرح مسٹر چنداوکاراین، ایم، سمراتھ اور مسٹر چی۔ این باسو اور سر جمنا لال سیتو کانگریس کے پلیٹ فارم ہی سے عہدوں تک پہنچے۔ مسٹر ایس آر داس نے 1905ء میں کانگریس میں ایک زوردار تقریر کی اور وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن نامزد کر دیئے گئے۔ مسٹر ایس سنہا کو صرف کانگریس کے اہم لیڈر ہونے کی بناء پر بہار کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر بنا دیا گیا۔ سر فیروز شاہ میتھا کو لارڈ کرزن 1905ء میں سر کا خطاب دیا۔ جو کانگریس کے بہت بڑے لیڈر تھے اور سری نورس سامتری کو محض کانگریس کا لیڈر ہونے کی وجہ سے لیجیٹیو کونسل کا ممبر نامزد کیا۔ برطانیہ کی کانگریس نوازی کا یہ عالم تھا کہ 1908ء میں جب کانگریس کنونشن کا اجلاس مدارس میں ہوا تو اس وقت کے گورنر سر آرتھر لالی نے اپنے خیمے کانگریس کے اجلاس کیلئے عطا فرمائے۔ ان تمام واقعات کو نہایت تفصیل کے ساتھ مسٹر ستیہ رامیہ پتا بھائی نے اپنی کتاب ہسٹری آف دی کانگریس (History of the congress) میں درج کیا ہے۔

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء 261۔262، مطبوعہ البسیان چوک انارکلی لاہور)

مسلم لیگ اور دیوبندی، مودودی مسلم لیگ میں اکابر دیوبند کے مسلک اور تعلیمات کے خلاف ہے

دیوبندیوں کے اکابر نے بھی مسلم لیگ کی مخالفت کی چنانچہ اشرف علی تھانوی کے متعلق مولوی عبدالاحد سورتی دیوبندی نے لکھا ہے کہ: ''محمد ظفر احمد تھانوی اور مولوی شبیر علی تھانوی کا مسلم لیگ میں شرکت کرنا ہمارے اور مولوی شبیر علی تھانوی کا مسلم لیگ میں شرکت کرنا ہمارے اکابر (دیوبندی اکابر) خصوصاً حضرت تھانوی کے مسلک اور تعلیمات کے برخلاف ہے۔ اس کے ثبوت کیلئے حضرت (تھانوی) کے مشہور خلفاء مولانا سید سلیمان صاحب مولانا خیر محمد صاحب، مولانا محمد عبدالجبار صاحب، مولانا محمد طیب صاحب، مولانا محمد کفایت اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ سعیدیہ وغیرہ ہم کی (مسلم لیگ میں) عدم شمولیت اس کی روشن دلیل ہے۔''

(اشرف الافادات 17)

مسلم لیگ کی مخالفت کرنا

دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی نے کہا ہے کہ 'موجودہ لیگ خالص اسلامی جماعت اور مذہبی وشرعی تنظیم سوادِاعظم تسلیم نہیں کی جاسکتی' (اشرف الافادات 8)

مسلم لیگ بددین جماعت ہے

دیوبندیوں کے مولوی عبدالجبار نے مسلم لیگ کے متعلق مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کے نظریہ کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے کہ: 'یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت حکیم الامت (اشرف علی) مسلم لیگ جیسی بددین جماعت کی حمایت کریں' (اشرف الافادات 18 مطبوعہ دہلی)

لیگ کی تائیداور شرکت کسی طرح گوارا نہیں

'فی الواقع حضرت مولانا موجودہ لیگ کی شرکت اور تائید کسی طرح گوارا نہیں کرسکتے' (اشرف الافادات 19)

علماء تھانہ بھون نے مسلم لیگ کی مذمت کی

جب دعوت الحق بمبئی کی جانب سے شرکت لیگ اور اس کی حمایت کی استدعاء اور درخواست کی گئی تو علماء تھانہ بھون (دیوبندی) نے بالاتفاق مسلم لیگ کی مذمت فرمائی۔ (اشرف الافادات 20)

مسلم لیگ کوووٹ دینے والے سُور ہیں

دیوبندیوں کے مولوی عطا اللہ بخاری نے کہا کہ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سور ہیں اور سور کھانے والے ہیں۔ (چمنستان 165 مصنفہ مولوی ظفر علی خاں)

احرار اور مسلم لیگ کی مخالفت

(احرار) اور مسلم لیگ کے درمیان کامل مغائرت تھی۔ اور مسلم لیگ کے پاکستان کو انہوں نے کبھی قبول نہ کیا تھا۔ جس زمانے میں مسلم لیگ قائد اعظم کے زیر قیلوت پاکستان کیلئے جدوجہد کررہی تھی۔ احرار برابر مسلم لیگ کی ممتاز شخصیتوں کو مغلظات سنارہے تھے۔ اور ان پر غیر اسلامی زندگی بسر کرنے کے الزام عائد کررہے تھے ان کے نزدیک لیگ اسلام کی طرف سے محض بے پرواہی نہ تھی بلکہ دشمنِ اسلام تھی۔ ان کے نزدیک قائد اعظم ؒ ''کافر اعظم'' تھے۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت 273)

مودودی صاحب سے مسلم لیگ اور قیام پاکستان کی مخالفت

مودودی صاحب بھی پاکستان کے قیام کے مخالف تھے۔ انہوں نے پاکستان بنانے کا مطالبہ کرنے والی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کی حمایت میں ایک لفظ بھی نہیں کہا بلکہ کھلے بندوں مخالفت کی ہے جیسا کہ ان کی تحریریں شاہد ہیں:

مودودی نے مسلم لیگ کی حمایت میں ایک لفظ بھی نہیں کہا

مودودی صاحب نے خود بھی اپنی تحریروں میں اس کا اقرار کیا ہے چنانچہ ترجمان القرآن میں لکھا ہے کہ: ''مسلم لیگ کی حمایت میں اگر کبھی کوئی لفظ میں نے لکھا ہوتو اس کا حوالہ دیا جائے''ایک دوسرے شمارہ میں مولوی صاحب رقمطراز ہیں کہ:'ہم اس بات کھلے بندوں اعتراف کرتے ہیں کہ ہم تقسیم ملک کی جنگ سے غیر متعلق رہے'(ترجمان القرآن نومبر 1963ء)مودودی صاحب نے اپنی کتاب سیاسی کشمکش حصہ سوم میں لکھا ہے کہ:'افسوس کہ لیگ کے قائد اعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرزِ فکر رکھتا ہواور معاملات کو اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہو۔یہ لوگ مسلمان کے معنیٰ ومفہوم اوراس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے'(سیاسی کشمکش 37،ج 3)مودودی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:'مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے لئے اس مسلۂ میں کوئی دلچسپی نہیں ہندوستان میں جہاں مسلمان کثیر التعداد میں ہیں وہاں ان کی حکومت قائم ہو'(سیاسی کشمکش93ج3)

قیام پاکستان کا مطالبہ وقت ضائع کرنے کی حماقت ہے

مودودی صاحب مزید گل افشانی کرتے ہیں کہ:'اس نام نہاد مسلم حکومت کے انتظار میں اپنا وقت ضائع کرنے یا اس کے قیام میں اپنی قوت ضائع کرنے کی حماقت آخر ہم کیوں کریں'(سیاسی کشمکش170ج3)

مودودی کا تحریک پاکستان کی مخالفت کرنا

زیڈ۔اے سلہری نے لکھا ہے'اس امر کو بھی نظر انداز کرنا چاہیئے کہ عوام میں عام تاثر یہ تھا کہ علمائے کرام نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی ہے۔جمعیت العلماء ہند نے تو ضرور زور شور سے مخالفت کی تھی۔اس لئے عوام کی نظروں میں علماء کا وقار مجروح ہوا تھا۔اوراس مسندعزت پر فائز نہ رہے تھے جو ان کیلئے مخصوص تھی۔پھر خود جماعت اسلامی کا کردار جو نظام اسلام کی سب سے بڑی نقیب تھی محلِ نظر تھا۔جمعیت کے متعلق تو یہ کہا جاتا تھا کہ وہ سر سے دوقومی نظریے کی ہی مخالف ہے۔اور اس لئے تحریک پاکستان کی مخالفت اس کے طرزِفکر کا لا حصہ تھا لیکن مولانا مودودی تو دوقومی نظریئے کے مبلغ رہے تھے۔ان کی طرف سے تحریک پاکستان کی مخالفت کی کیا تک تھی۔چونکہ پاکستان کا ظہور تازہ تازہ تھا اور ابھی ماضی پوری طرح فراموش نہ ہوا تھا۔جب جماعت اسلامی نے ملک بنتے ہی نظام اسلام کا نعرہ لگایا تو اسے خالص سیاسی حربے کی نوعیت دی گئی اور خلوص سے عاری سمجھا گیا اور نہ کہا گیا اگر جماعت کو نظام اسلام کے قیام کا اتنا خیال تھا تو اس نے تحریک پاکستان میں کیوں نہ حصہ لیا'(نوائے وقت 3، 27 مئی 1976ء)دیوبندیوں کے نوارالحق

قریشی نے مفتی محمود صاحب کو 1942ء میں جمعیت علماء ہند کا کونسلر لکھا ہے (فقیر قادری)، زیڈ۔اے سلہری ہی لکھتے ہیں کہ: 'اپنی جگہ مجھے ہمیشہ اس بات کا قلق رہا ہے کہ مولانا مودودی نے تحریک پاکستان میں شرکت نہیں کی۔''

(نوائے وقت 27 مئی 1976ء)

بانیانِ پاکستان کی نیت پر حملہ

زیڈ۔اے سلہری نے مودودی صاحب کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ: 'محترمی مولانا مودودی نے بانیانِ پاکستان کے بارے میں شکایت کی ہے۔لیکن مولانا نے شکایت سے تجاوز کر کے بانیان پاکستان کی نیت پر بھی حملہ کیا ہے ان کا مقصد ہی نہ تھا کہ نظام اسلام قائم ہو۔اور اس طرح انہوں نے قوم کو دھوکہ دیا۔ہفت روزہ طاہر کی رپورٹ میں انگریزی لفظ فراڈ (Fraud) درج ہوا۔اس بیان سے پوری تحریک پاکستان کی یاد تازہ ہوجاتی ہے اور اس کے مویدین اور مخالفین کا کردار کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔

(نوائے وقت 1976ء)

قارئین حضرات! مندرجہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں آپ نے نام نہاد مفکر اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ کا پاکستان کے متعلق کردار ملاحظہ فرمایا۔آج سب سے زیادہ پاکستان کے محب بنے بیٹھے ہیں اور جماعت اسلامی اس حقیقت (کہ مودودی صاحب نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی) کا صریحاً انکار کرتے ہیں۔

صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ!
کہتا ہوں سچ کے جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

قائداعظم کافر اعظم ہے!

احرار کے ہر لیڈر نے اپنی اہم تقریر میں مسلم لیگ پر تنقید کی۔اس کے لیڈروں پر نکتہ چینی کی۔یہاں تک کہ قائد اعظم کو بھی نہ چھوڑا۔انہیں کافر کہنا شروع کر دیا۔یہ شعر مولانا مظہر علی اظہر سے منسوب ہے۔جو تنظیم احرار میں ایک ممتاز شخصیت ہیں۔

ایک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ قائداعظم ہے کہ ہے کافر اعظم

رئیس احمد جعفری نے بھی ''حیات محمد علی'' نامی کتاب میں دیوبندی احراری مولویوں کا قائداعظم محمد علی جناح کو کافر اعظم کہنا درج ہے۔رپورٹ تحقیقاتی عدالت میں دیوبندیوں کی جماعت احرار کے متعلق لکھا ہے کہ: 'ان کے نزدیک لیگ اسلام کی طرف سے محض بے پرواہی نہ تھی بلکہ دشمنِ اسلام تھی۔ان کے نزدیک قائداعظم کافر اعظم تھے' (رپورٹ تحقیقاتی عدالت 273)

قارئین کرام! دیوبندی اور غیر مقلّد وہابیوں نے قیام پاکستان اور نظریۂ پاکستان کی سرتوڑ مخالفت کی اور استہزار اڑایا۔اسٹیجوں پر نظریۂ پاکستان کو طنزیں کیں۔اور پاکستان کے

متعلق نہایت ہی ذیل قسم کے الفاظ استعمال کئے جو کہ کتابوں میں موجود ہیں۔ چند ایک حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

احرار پاکستان کے مخالف تھے

دیوبندی مولوی محمد علی جالندھری نے 15 فروری 1953ء کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کیا تھا کہ: 'احرار پاکستان کے مخالف تھے' (رپورٹ تحقیقاتی عدالت 274)

پاکستان کے 'پ' بھی کوئی نہیں بنا سکتا

مولوی عطا اللہ شاہ بخاری دیوبندی نے پسرور ضلع سیالکوٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ: 'اب تک کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی ''پ'' بھی بنا سکے''

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت)

دیوبندیوں کے لیڈر عطا اللہ شاہ بخاری تو خود علمِ غیب کا دعویٰ کرتے ہوئے کہیں کہ اب تک کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا کو پاکستان کی پ بنا سکے مکرم امام الانبیاء محمد مصطفیٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ ان کو کل کی اور دیوار کی پیچھے کی خبر نہیں۔ ارے تجھ کو کھائے تپِ سقر ترے دل میں کسی سے بخار ہے۔

(فقیر محمد ضیاء اللہ القادری غفرلہ)

پاکستان ایک بازاری عورت ہے

دیوبندی مولوی ثناء اللہ بخاری نے لاہور میں اپنی ایک تقریر میں کہا کہ: ''پاکستان ایک بازاری عورت ہے جس کو احرار نے مجبوراً قبول کیا ہے''

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت 275)

احراریوں کے صدر نے یہ تسلیم کیا ہے کہ: ''احرار کا نظریہ بھی وہی تھا جو کانگریس کا نظریہ تھا''

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت 279)

پاکستان پلیدستان ہے

دیوبندی مولوی محمد علی جالندھری نے ہی تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد بھی پاکستان کیلئے ''پلیدستان'' کا لفظ استعمال کیا۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت 275)

پاکستان نہیں بلکہ خاکستان

احراری لیڈری عطا اللہ بخاری نے 27 دسمبر 1945ء میں علی پور کی احرار کانفرنس میں اپنی تقریر میں ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کیا ہے کہ: ''مسلم لیگ کے لیڈر 'بے دیوبندی تو پاکستان کو پلیدستان اور خاکستان کے لفظوں سے یاد کریں مگر اہلسنت و جماعت کے مقرر عمی الفاضل علامہ ابو النور محمد بشیر صاحب کوٹلوی مد فیوضہ نے متحدہ ہندوستان کے بمبئی، دہلی اور کلکتہ جیسے شہروں کے عظیم اجتماعات میں شعر پڑھا۔

پاک اللہ پاک احمد پاک جسم و جان ہو!
کیوں نہ رہنے کے لئے بھی ملک پاکستان ہو

(فقیر محمد ضیاء اللہ)

عملوں کی ٹولی، ہیں جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں اور جو دوسروں کی عاقبت بھی خراب کررہے ہیں۔ اوروہ جس مملکت کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں بلکہ خاکستان ہے"رپورٹ تحقیقاتی عدالت 274)

پاکستان ایک سانپ ہے

"ان لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ وہ اب بھی پاکستان کا نام جپتے ہیں۔ سچ ہے پاکستان ایک خونخوار سانپ ہے جو 1940ء سے مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ ہائی کمانڈ ایک سپیرا ہے"

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء 884)

نعرہ پاکستان ایک سٹنٹ ہے

احراری مولوی مظہر علی اظہر نے 19 ستمبر 1945ء کو امرتسر میں ایک بیان دیا کہ: "مسلم لیگ کا نعرہ پاکستان محض ایک سٹنٹ ہے اور میں نہ مسٹر جناح کو قائداعظم مانتا ہوں نہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ تسلیم کرتا ہوں" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت 274) غیر مقلدین کے مولوی ابوالقاسم بنارسی نے بھی یہی کہا ہے کہ: "پاکستان کا نعرہ محض ایک ڈھونگ ہے نیز یہ کہا کہ یہ وہ لفظ ہے جواب تک شرمندہ معنیٰ نہیں ہوا۔ پھر یہ کہا کہ پاکستان پیش کرنے والوں نے اب تک پاکستان کی صحیح تعریف نہیں کی پھر یہ کہا کہ ہندوستان میں پاکستان کا تحقق ممکن نہیں"

(پیغام ہدایت 80 مصنفہ مولوی ابراہیم میرؔ)

پاکستان کی تجویز کو ناپسند کرنا

اگرچہ احراری کانگریس سے الگ ہو گئے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ تقسیم ملک تک برابر کانگریس سے ساز باز کرتے ہی رہے۔ مجلس احرار کی مجلسِ عاملہ کا ایک اجلاس 3 مارچ 1940ء کو دہلی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں پاکستان کی تجویز کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا اور بعد میں بعض احرار لیڈروں نے اپنی تقریروں میں پاکستان کو پلیدستان بھی کہا۔ 29 نومبر 1940ء کو مولانا داؤد غزنوی نے اخباروں میں ایک بیان شائع کرایا جس میں احرار کے اس فیصلے کا اعلان کیا کہ وہ اپنے آپ کو کانگریس میں جذب کردیں گے" (رپورٹ تحقیقاتی عدالت 10)

مسلمانوں کیلئے نظریہ پاکستان سراسر مضر ہے

دیوبندیوں کے مولوی حفظ الرحمن صاحب نے مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی کے سامنے کہا کہ: "پاکستان کی صورت میں جو نقصانات ان کے نزدیک تھے وہ ذرا بسط کے ساتھ بیان کیے اور دکھلایا کہ مسلمانوں کیلئے نظریہ پاکستان سراسر مضر ہے" (مکالمۃ الصدرین 8)

تصور پاکستان پر طنز اور توہین

چوہدری افضل الحق احراری لیڈر نے مسلم لیگ کے تصوّر پاکستان کے خلاف بہت طنزیہ اور توہین آمیز باتیں کہیں جو ''خطبات احرار'' کے صفحات 41، 72، 83، 99 پر درج ہیں'' (رپورٹ تحقیقاتی عدالت 274)

ناظرین کرام! مندرجہ بالا حوالہ جات سے غیر مقلد ، احراری ، دیوبندی اور مودودی حضرات کی انگریز نوازی، پاکستان دشمنی، نظریہ پاکستان اور مسلم لیگ کی مخالفت بالکل عیاں ہے۔جن لوگوں نے قیام پاکستان اور مسلم لیگ کی سرتوڑ مخالفت کی ہو اور مخالفت کے باوجود جب پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔اب ان حضرات کو پاکستان میں رہتے ہوئے بھی اس کا پھلنا پھولنا ترقی کی منازل طے کرتے دیکھنا کبھی بھی گوارا نہیں کیونکہ اس کا قیام تو ان کی خواہشات کے بالکل الٹ ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستان بن جانے کے بعد بھی ان سے تعلقات منقطع نہیں ہوئے بلکہ ترقی پذیر ہوئے ہیں۔وہابیہ بخدیہ کے مُربی سعودی حضرات کا کانگریسیوں کے لیڈر نہرو کو مدعو کرنا اور اس عجیب و غریب القاب سے یاد کرنا۔جب سعودی فرمانروا ہندوستان آیا تو اس کا گاندھی کی سمادھی (قبر) پر پھول چڑھانا اس حقیقت کی روزِ روشن کی طرح واضح دلیل ہے۔ان سب حقائق کو باحوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

نجدی وہابیوں کی مسلم کش کانگریسی لیڈروں سے والہانہ عقیدت نہرو کے شاندار استقبال کی تیاریاں

پنڈت جواہر لال نہرو نے جب سعودیہ جانا تھا تو اخبارات میں اس کے استقبال کی تیاریوں کے متعلق خبریں اس طرح شائع ہوئیں کہ: ''سعودیہ عرب میں پنڈت نہرو کی مدارات کا ایسا انتظام کیا جا رہا ہے جو الف لیلا کے جاہ و جلال کے تازہ پھول طیارہ کے ذریعے ان محلّات میں لائے جائیں گے جہاں نہرو قیام کریں گے۔وزیر اعظم (نہرو) اور ان کی پارٹی کیلئے شاہی توشہ خانوں میں خاص انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ہوائی مستقر سے ریاض میں شاہ سعود کے نہایت پر شکوہ محل تک نہرو کو جلوس کی صورت میں لے جایا جائے گا۔جس کی پیشوائی شاہ کا محافظ دستہ اور موٹر سائیکلوں پر سوار فوجی کریں گے۔تمام شاہراہوں کو بھارتی اور سعودی پرچموں سے مزین کیا جائے گا۔(روزنامہ امروز لاہور 21 اگست 1956ء)

نہرو کے لئے دعائیں

مکہ معظّمہ کے ایک روزنامے ''البلاد السعودیہ'' نے پنڈت جواہر لال نہرو کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اپنے اداریہ ''بھارتی نہرو کو عرب میں خوش آمدید'' میں لکھا ہے کہ: ''سعودی عرب ایک رہنما (نہرو) کو خوش آمدید کہنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔مسٹر نہرو ایک ایسی شخصیت ہیں جو ہمیشہ پر امن اور دانشمندانہ پالیسی کے قائل رہے

ہیں۔آخر میں اس اخبار نے دعا کی ہے کہ امن کا یہ داعی (نہرو) ہزاروں برس جیئے۔شاہ سعود کی ''موتمر اسلامی کے سکریٹری'' کرنل انور سادات نے بھی سرکاری روزنامے ''الجمہوریۃ'' میں پنڈت نہرو کو'' ایشیائی فرشتہ'' بتایا ہے۔یہ اخبار لکھتا ہے'' اے ایشیا کے فرشتے (نہرو) تم پر سلامتی ہو'' آگے چل کر کرنل سادات لکھتے ہیں کہ:''مسٹر نہرو کی نرم اور ملائم آواز توپوں کی گرج سے کہیں زیادہ بااثر ہے کیونکہ یہ سچائی کی علم بردار ہے''(روزنامہ کوہستان لاہور 25 ستمبر 1956ء)

''سعودی عرب میں نہرو کا مرحبا نہرو رسول السلام اور جے ہند کے نعروں سے استقبال شاہ سعود نہرو کی پنچ شیلا پر ایمان لے آئے۔سعودی عرب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ نہرو کے استقبال کے لئے عرب (نجدی) عورتیں بھی موجود تھیں۔یہ خواتین ٹرکوں اور کیڈیلاک کاروں میں بیٹھی ہوئی مسٹر نہرو کو نقابوں سے جھانک جھانک کر دیکھ رہی تھیں۔ریاض پہنچنے پر شاہ سعود نے نہرو کو گلے سے لگا یا۔

(روزنامہ جنگ کراچی 27،28،29 ستمبر 1956ء)

نجدیوں کے نعرہ نہرو رسول السلام پر ہندو اخبار کا تبصرہ

بھارت کے ہندو اخبار''تیج'' دہلی مورخہ 27 ستمبر 1956ء کے اداریہ میں''خوش آمدید'' پیغمبر امن'' کے عنوان کے تحت دوسری باتوں کے علاوہ حسب ذیل فقرے موجود ہیں۔(1) پردھان منتری شری جواہر لال نہرو'' پیغمبر اسلام کی دنیا میں پہنچے تو ان کا استقبال'' پیغمبر امن'' کے نعروں سے کیا گیا۔(2) اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو اسلام کے معنی امن کے ہیں۔سلامتی کے ہیں۔پیغمبر اسلام کے معنیٰ بھی امن وسلامتی کے'' پیغام بر'' کے ہیں۔(3) پیغمبر اسلام کے ملک کے باسیوں (نجدیوں) نے پنڈت جی کی عزت افزائی کیلیئے وہی لفظ منتخب کیا جس پر اسے ناز ہے۔جس کی وجہ سے دنیائے اسلام میں عرب دیش کی عزت ہے۔(4)(پنڈت جی) کے اس دورہ کا نتیجہ کیا ہوگا۔یہ تو وقت بتائے گا مگر اس سے کفر اور کافر کے فلسفہ میں تبدیلی ہوگئی تو یہ دورہ کی بہت بڑی فتح ہوگی۔

(نوائے وقت لاہور یکم اکتوبر 56ء کالم ایڈیٹر کے نام خطوط)

احتشام الحق تھانوی سے مذمت

دیوبندیوں کے مولوی احتشام الحق تھانوی نے بھی نجدی وہابیوں کی اس ہندو نوازی کی مذمت کی ہے جو کہ روزنامہ جنگ نے درج کی ہے۔''کراچی: 27 ستمبر (سٹاف رپورٹر) مولانا احتشام الحق تھانوی نے آج رات ایک بیان میں کہا ہے کہ سرزمین حجاز کے دارالخلافہ ریاض میں بھارتی وزیر اعظم پنڈت نہرو کے استقبال پر'' مرحبا نہرو رسول السلام'' سے جو ننگ اسلام اور اسلام

سوز قسم کے نعرے لگائے گئے ان سے نہ صرف یہ کہ مسلمانانِ عالم کے دینی و ملی جذبات غیرت کو ناقابل برداشت صدمہ پہنچا ہے بلکہ متولی حرمین شریفین کی اس موحدانہ دینداری کا پول بھی کھل گیا جس کا سارے عالم اسلام میں ڈنکا پیٹا جا تا رہا ہے۔اس سے قطع نظر کی سرزمین توحید اور گہوارۂ اسلام میں ایک صنم پرست بلکہ منکر خدا اور اللہ کے باغی کو دعوت تکریم دینا اور جوارِ رسول میں بسنے والے موحدین مردوں اور عورتوں سے خیر مقدم و استقبال کرانا پاسبان حرم کیلئے کہاں تک زیب دیتا ہے۔یا اس احساس ذمہ داری کو کہاں تک پورا کرتا ہے جو حرمین شریفین کی تولیت پر مسلمانان عالم کی طرف سے عاید ہوتی ہے۔خود یہ بات بھی اپنی جگہ انتہائی شرمناک اور غیر اسلامی ہے کہ پنڈت نہرو کے لئے ''رسول اسلام'' جیسے اصطلاحی الفاظ استعمال کئے جائیں۔سعودی عرب کے سفارت خانہ سے جو وضاحتی بیان دیا گیا ہے کہ نامہ نگار عربی کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہے اور رسول سے قاصد کے معنی مراد ہیں۔نبی کے معنیٰ مراد نہیں۔میرے نزدیک یہ عذرِ گناہ بدتر اور گناہ کا مصداق ہے اور ممکن ہے کہ نامہ نگار عربی کی ابجد سے حقیقت میں واقف نہ ہو لیکن سعودی عرب کے سفارتی ترجمان سے زیادہ واقف اسلام ضرور معلوم ہوتا ہے۔اور الزام کی تردید کرنے والے ترجمان ممکن ہے کہ عربی کی مہارتِ تمام رکھتے ہوں مگر اسلام اور تعلیمات اسلام کی ابجد سے بھی نا آشنا معلوم ہوتے ہیں۔مرحبا رسول اسلام کے نعرہ سے ادنیٰ سے ادنیٰ عقل رکھنے والے کو یہ غلط فہمی نہیں ہوتی ہے کہ پنڈت نہرو کو نبی یا پیغمبر بنا دیا یا اس لفظ سے نبی کے معنیٰ مراد لیے ہیں بلکہ یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ رسول سے قاصد کے ہی معنیٰ مراد لیے گئے ہیں۔ یہ اعتراض ہے کہ لفظ رسول اسلام اور قرآن کریم کی مخصوص اصطلاح ہے۔جس کی حیثیت شعائر اللہ اور شعائر اسلام کی ہے۔جیسے قرآن، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ وغیرہ قسم کے بیشمار الفاظ اسلامی شعائر ہیں۔جو اپنے لغوی معنیٰ سے نکل کر اصطلاحی معنی کیلئے خاص ہوگئے۔اب ان الفاظ کو لغوی معنی میں استعمال کرنے میں حدود دین کا پاس رکھنا ضروری ہے۔قطعاً ناجائز و حرام ہے۔بلکہ شعائر اللہ کی کھلی ہوئی بے حرمتی اور توہین ہے۔

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

کیا کسی مسلمان کو یہ اجازت ہے کہ وہ اپنی تصنیف کا نام ''کتاب اللہ'' اپنے گھر کا نام ''بیت اللہ'' اور اپنی مسجد کا نام ''مسجد حرام'' اپنے باغ کو ''جنت'' اپنے تالاب کا نام ''کوثر'' اور تنور کا ''جحیم'' اور اپنے پوسٹمین کا نام ''رسول'' رکھ لے۔حالانکہ لغوی اعتبار سے یہ سب نام صحیح ہیں، کیا قرآن کریم میں ی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَ

اِعِنَّا وَ قُوۡلُوۡا انۡظُرۡنَا میں الفاظ کا ادب مسلمانوں کو نہیں سکھایا گیا ہے۔کیا حدیث کے اندر مسلمانوں کو خبثت نفسی کی ممانعت سے یہی ادب الفاظ نہیں بتلایا گیا ہے۔سعودی عرب کے سفارتی ترجمان کو معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمان کی عربی زبان بھی وہ زبان ہے جس میں اصطلاحاتِ قرآن کی حرمت کالحاظ رکھا گیا ہے۔اگر اللہ کے باغی کے احترام میں آج ناموس رسول کو یہ کہہ کر بھینٹ چڑھایا گیا کہ رسول کے معنیٰ قاصد کے ہیں تو آئندہ تمام شعائر اسلام کی حرمت کبھی باقی نہ رہ سکے گی۔پھر سلامتی و امن کا استعمال بھی کس قدر حیا سوز اور بے عزت کش ہے کہ جس کے ملک میں آئے دن خونِ مسلم سے ہولی کھیلی جاتی رہی ہو۔وہ قاصد امن تو کیا ہوتا اس میں امن و سلامتی کا ادنیٰ شائبہ بھی موجود نہیں ہے۔خدا کی شان ہے کہ مردم خور درندوں کو قاصدِ امن کے لقب سے یاد کیا جائے۔

جنوں کا نام خرور کھ لیا خرو کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

ہم آخر میں پاسبان حرم سے صاف طور پر کہہ دینا چاہتے ہیں کہ حرمین شریفین مسلمانان عالم کی امانت ہے اور ان پاسبانوں کی طرف سے ناموسِ رسول کی بے حرمتی کبھی برداشت نہیں کی جا سکتی'' (جنگ کراچی)

مہاتما گاندھی کی سمادھی پر پھول چڑھانا

روز نامہ نوائے وقت نے فیصل کا گاندھی کی سمادھی پر پھول چڑھانے کا بھی ذکر کیا ہے کہ: ''ابن سعود نجدی کا لڑکا فیصل جب 1955ء میں ہندوستان پہنچا تو بھارتیوں نے اس کے استقبال میں بھارت سعودی عرب ''زندہ باد'' ''راجکمار سعودی عرب زندہ باد'' کے نعرے لگائے۔امیر فیصل نے بھارت میں راج گھاٹ پر ''مہاتما گاندھی کی سمادھ'' پر پھول چڑھانے گئے۔(نوائے وقت 11 مئی 1955ء)

دیوبندی حضرات کے لئے لمحہ فکریہ

انہیں سعودی حضرات نے جبکہ بھارت کے دورہ پر آئے اور گاندھی کی قبر پر چڑھائے اسی دورہ میں دیوبندیوں نے مدرسہ دیوبند میں ابن سعود کے بڑے بیٹے کو دعوت دی اور ابنِ سعود کے بیٹے نے مدرسہ دیوبند کو مالی امداد دی۔نا معلوم اس وقت دیوبندیوں کی غیرت کہاں گئی تھی۔اخبار میں ہے کہ: ''ابن سعود کے بڑے بیٹے اور فیصل کے بڑے بھائی جو کہ نجدی حکومت کے فرمانروا بھی تھے۔شملہ سے آٹھ میل دور آپ نے ہماچل پردیش کے لوگوں کا پیش کیا ہوا لوک ناچ کا ایک پروگرام دیکھا اور جناب صدر معزز وزرا،خواتین اور راجندر پرشاد کے جواب میں شاہ سعود نے تقریر فرمائی۔مدرسہ دیوبند کو پچیس ہزار روپیہ دیا''

(اخبار سیاست کانپور 3 دسمبر 1955ء بحوالہ تاریخی حقائق)

جارج واشنگٹن کی قبر پر پھول

نجدی وہابیوں نے تو گاندھی کجا واشنگٹن کی قبر پر پھول بھی چڑھائے چنانچہ روزنامہ کوہستان نے لکھا ہے کہ:''سعودی عرب کے وزیر دفاع امیر فہد بن سعود نے جو شاہ سعود کے ہمراہ امریکہ آئے ہیں کل امریکہ کے پہلے صدر جارج واشنگٹن کی قیام گاہ کی سیر کی، بارش کے باوجود انہوں نے مکان کے پائین باغ کی بھی سیر کی اور جارج واشنگٹن کی قبر پر پھول چڑھائے''

(کوہستان 2 فروری 1957ء)

قارئین کرام! آپ نے مستند کتب کے حوالہ جات سے اکابر وہابیہ کی انگریز نوازی اور ہندو سے بھائی چارہ ملاحظہ فرما لیا وہابی انگریزوں کے پٹھو کیوں نہ ہوں جبکہ ہندوستان میں ان کے فرقہ کی بناء انہیں کے ایماء پر ڈالی گئی۔جیسا کہ دیوبندی حضرات کے قاری خلیل احمد لکھنوی نے غیر مقلد وہابیوں سے استفسار کرتے ہوئے واضح الفاظ میں یہ حقیقت بیان کی ہے کہ غیر مقلدین کا وجود ہندوستان میں صرف اور صرف انگریز کی وجہ سے ہے۔وہ استفسارات یہ ہیں:'دنیا کے تختے میں سوائے انگریزی سلطنت کے اور کہیں آپ کا پتہ نہیں چلتا پھر انگریزی سلطنت سے باہر جا کر بندگان خدا کو بچانے کی بھی کوشش نہیں کرتے۔مگر تم جانتے ہوا گر تم کسی اسلامی سلطنت میں گئے تو جو قادیانیوں کا حال کابل میں ہوا یا کسی مرتد کی گت اسلامی سلطنت میں ہونی چاہئے وہی تمہاری ہوئی۔اس لئے انگریزی سلطنت سے باہر نہیں جاتے۔دنیا کے کسی گوشہ میں اور غدر سے پہلے ہندوستان کے کسی شہر میں تمہارا کوئی مذہبی مدرسہ ہے یا تھا، تھا تو بتاؤ؟ غدر سے پہلے اور انگریزی سلطنت سے باہر تمہاری کوئی مسجد ہے تو بتاؤ؟

(صاعقۃ التقلید علی الغوی العنید 23،24)

جب ہندوستان میں وہابیت کا بیج بونے والے انگریز ہوں تو پھر وہابی کیسے ان کی نیاز مندی اختیار نہ کریں اور انگریزوں کی حمایت میں فتویٰ اور کتابیں کیوں ان نجدیوں کی رسول دشمنی اس سے اظہر من الشّمس ہے کہ گاندھی کی سمادھی اور واشنگٹن کی قبر پر ان نجدیوں نے پھول چڑھائے مگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہ پاک پر صاحبہ کرام اور اہلبیت عظام کی قبور مبارکہ پر پھول چڑھانے ان کے نزدیک بدعت و حرام ہیں۔(فقیر محمد ضیاء القادری غفرلہ) نہ شائع کریں۔نیز انگریز کے خلاف جہاد کرنے کو ناجائز کیوں نہ کہیں۔جو لوگ امام الانبیاء، محبوب خدا، شافع روزِ جزاء، شبِ اسرا کے دولہا، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نیاز منداور خیر خواہ نہیں۔وہ ملک وملت کے کیسے خیر خواہ ہو سکتے ہیں۔علماء سُو نے ہر دور میں علمائے حق

کے طریقِ کار اور عقائد کی مخالفت کی ہے ۔علماء سُو نے اسلاف سے روگردانی کر کے نئے نئے فتنے اور عقائد پیدا کردیئے مسلمانوں کے دلوں سے عظمتِ محبوبِ خدا اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ختم کرنے کیلئے عجیب و غریب قسم کے حربے اختیار کئے۔جیسا کہ آپ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور پاک و ہند میں غیر مقلدین اور دیوبندی وہابیہ کے متفقہ مجدد سید احمد اور اسماعیل دہلوی کے حالات میں نہایت ہی وضاحت کے ساتھ پڑھ چکے ہیں۔ان فتنوں کے پیچھے کسی نہ کسی کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے۔سید احمد اور اسماعیل دہلوی نے ہندوستان میں اس فتنہ وہابیت کا بیج بویا تو نجدیوں سے یہ بیج حاصل کیا۔اپنے اسلاف سے اس کو یہ عقائد کہیں نہ ملے۔حالانکہ اس کے خاندان سے ہی شاہ ولی اللہ دہلوی اور شاہ عبدالعزیز دہلوی تھے جن کا علمی سکہ تمام علمی دنیا میں مسلّم ہے۔اسماعیل دہلوی نے یہ فیض نجدیوں سے حاصل کیا اور نجدیوں کے امام محمد بن عبدالوہاب نجدی نے یہ فیض ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیم سے حاصل کیا اور ابنِ تیمیہ کو یہ فیض ابنِ حزم ظاہری سے ملا اور جس دور میں انہوں نے مسلمانوں میں یہ فتنے برپا کئے تو علماء حق فوری طور پر ان کے تردید کے لئے کمر بستہ ہوگئے اور مسلمانوں کا تحفظ فرمایا۔قارئین کرام! آخر میں مخالفین پاکستان کے اکابر نے انبیاء کرام علیہم السلام بلکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین آمیز عبارات لکھیں ہیں پیش کی جاتی ہیں۔اس آیۃ شریفہ سے اظہر من الشّمس ہے کہ رسولِ کل، ہادئ سُبل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری کائنات کیلئے رسولِ رحمت بن کر تشریف لائے ہیں جیسا کہ فرمانِ ربی میں ہے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

(پ 17 ع 7)اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

مندرجہ بالا آیات طیبات سے واضح ہوا کہ دیوبندیوں نے یہ عبارت لکھ کر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بہت بڑی بے ادبی اور گستاخی کی جسارت کی ہے۔جو کہ کفر ہے۔کہیں دیوبندی خطیب الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے استاد بنتے ہیں، کہیں یا ہادی کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گرنے سے بچاتے ہیں ان کی ذہنی خباثتوں کا اندازہ انہیں کلمات سے عیاں ہوتا ہے کہ جو کل کائنات کی فریادرس کے وہابی اس شخصیت کو اپنا محتاج قرار دے رہے ہیں۔دیوبندی وہابیوں کے ورزِ حاضرہ کے نام نہاد شیخ القرآن مولوی غلام خان صاحب کے استاد مولوی حسین علی صاحب آف واں بھچراں ضلع میانوالی کے درج کردہ خواب سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے وہ خواب درج کیا جاتا ہے۔

دیوبندیوں کے مولوی حسین علی نے نبی

پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پُل صراط سے گرنے سے بچالیا!

دیوبندیوں کے مولوی غلام خان آف راولپنڈی کے استاد مولوی حسین علی آف واں بھچراں نے لکھا ہے کہ:

رَاَیْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہ صَلّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم عَا نَقَنِی وَذَھَبَ بِی مُعَانَقَۃَ عَلَی الصِرَاط اَیْ پُلْ صِرَاط رَاَیْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کَتَبَ بِیْ خُتمِ عَلَیْہِ بِیَدِہٖ اَلْمُبَارکَۃِ وَ کَانَ مَعَہٗ اَکْثَرُ الاَکَابِرِ دَعَوْتُ عِنْدَ بَیْتِ اللہِ الْحَرَامِ ثُمَّ جِئْتُ عِنْدَ رسُولِ اللہ صَلَّی اللہ علیہ وسَلَّمَ فَقُلْتُ الصّلوٰۃ والسَّلاَمُ عَلَیْكَ یا رَسُوْلَ اللہ فَقَانَقَنِیْ صلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِلَّمَنِیَ اَلْلَطائفِ وَاْ لَاذْکَارَوَرَاَیْتُ اَنَّہٗ یَسْقُطْ فَاَ مُسَکْتُہٗ وَاَعْصَمْتُہٗ عَنِ السُّقُوطِ (مبشرات ملحقہ بلغۃ الخیران)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مجھے بصورت معانقہ پُل صراط پر لے گئے اور میں نے دیکھا کہ آپ نے مجھے مہر لگا کر ایک تحریر دی ہے اور آپ کے ساتھ بہت سے اکابر بھی تھے۔ میں نے بیت اللہ شریف کے پاس دعاء مانگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے الصلوٰۃ ووالسلام علیک یارسول اللہ عرض کیا تو آپ نے مجھے سے معانقہ کیا اور اذکار سکھائے اور میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پل سے گر رہے ہیں تو میں نے آپ کو گرنے سے بچالیا۔ قارئین حضرات! اب آپ خود ہی انصاف کریں کہ ایک مسلمان اپنی اُمّتی ہونے کی حیثیت سے ایسی بات کبھی بیان نہیں کرسکتا جو رسول معظم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شافع محشر ہوں۔ جو خود گرتوں کو سنبھالنے والے ہوں جو قیامت کے روز پُل صراط پر کھڑے ہو کر رب کریم کی بارگاہ میں رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ کی دعائیں کریں۔ ان کے بارے میں دیوبندی وہابی مولویوں کے امام اور سردار مولوی حسین علی آف واں بھچراں یہ کہیں میں نے ان کو گرنے سے بچالیا۔ کتنی بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے یہ ہے دیوبندی اکابر کا ایمان مگر میرے اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ القوی کا ایمان اور عقیدہ یہ ہے۔

رضاؔ پل سے اب وجد کرتے گزریئے!
ہے ربِّ سلِّم صدائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جیسا قرار دیتے ہیں اور کہیں گنگوہ کو کعبۃ اللہ سے افضل قرار دیتے ہیں جیسا کہ مولوی محمود الحسین دیوبندی نے مرثیہ میں کہا ہے کہ:

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے تھے اپنے سینوں میں ذوق و شوق عرفانی۔ (مرثیہ 13)

سرد آہیں گرم آنسو، آنسوؤں میں خونِ دل
کہہ رہے ہیں اس طرح افسانہ وافسانہ ہم

دیوبندی نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے استاد ہیں!

دیوبندیوں کے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں کہ:''ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی۔آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی''(براہین قاطعہ 26 مطبوعہ دیوبند) قارئین عظام! مندرجہ بالا بیان میں امام الانبیاء صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی کس قدر توہین اور گستاخی پائی جاتی ہے کہ دیوبندی مولویوں کو سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا استاد قرار دیا ہے۔حالانکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنا اصول بیان فرمایا ہے کہ:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی ہی زبان میں بھیجا۔ (پ13ع13)

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں!

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دوسرے انسانوں کی وفات برابر ہے مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی لکھا ہے کہ:

عقیدہ:۔ہمارا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم دوسرے انسانوں کی طرح وفات پا گئے۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر 3،25اپریل 1941ء)

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ہی لکھا ہے کہ: **عقیدہ:۔**

لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ

اس آیت سے عام اولیاء اللہ یا انبیاء کا ذکر نہیں بلکہ خاص شہیدوں کا ذکر ہے۔شہیدوں کی زندگی ایسی نہیں جیسی ہم لوگوں کی ہے۔

(اہلحدیث امرتسر 12،13اپریل 1912ء)

شہداء کو مردہ اعزازی طور پر نہ کہیے

عقیدہ:۔شہداء کو اعزازی طور پر مردہ کہنے سے منع کیا ہے۔(اہلحدیث امرتسر 13،8اکتوبر 1937ء)

اللہ کریم نے وہابیوں کے عقائد کو باطلہ کا بطلان خود ان کے ہی مولوی قاضی شوکانی سے ثابت کروایا تا کہ وہابی قیامت تک اپنے مسلک کو سچا نہ گردان سکیں۔قاضی شوکانی کی عبارت یہ ہے:مَاثُبِتَ اَنَّ الشُّهَدَاءَ اَحۡيَاءٌ يُرۡزَقُوۡنَ فِىۡ قُبُوۡرِهِمۡ وَالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ مِنۡهُمۡ۔

پس شہداء کا اپنی قبور میں زندہ ہونا اور انہیں رزق دیا جانا ثابت ہوا تو حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی انہی زندوں میں ہیں(نیلالاوطار 101ج5)

اے چشم شعلہ ذرا دیکھ تو سہی

یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

امتی عمل میں نبی کے برابر حتیٰ کہ بڑھ بھی جاتا ہے

دیوبندی وہابیوں کے امام اور نام نہاد قاسم العلوم مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ:عقیدہ:۔ انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بہت وقتوں میں بظاہر امتی مساوی و برابر ہوجاتے ہیں بلکہ امتی نبیوں سے عمل میں بڑھ جاتے ہیں۔(تحذیر الناس 52 مطبوعہ دیوبند) بانی مدرسہ دیوبند کا یہ عقیدہ بھی قرآن وحدیث کی واضح طور پر مخالفت کررہا ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (پ 30 ع)

ترجمہ:اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے

حدیث شریف میں بھی یہ مسئلہ ہے کہ جو کسی کو نیک عمل سکھائے یا بتائے اور جو اس نیک عمل پر گامزن ہو تو جتنا ثواب نیک عمل کرنے والے کو ہوگا اتنا ہی اجر اس نیک عمل بتانے والے کو بھی ملے گا اس مسئلہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ قیامت تک امت محمدیہ جو بھی نیک عمل کرے گی جتنا ثواب کل امت کے نیک کام کرنے والوں کو ملے گا اتنا ہی اجر ہمارے آقا و مولا اور ہادی و رہنما نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام اعمال میں جمع ہوگا کیونکہ سب نیکیاں بتانے والے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

انبیاء کرام بڑے بھائی ہیں!

عقیدہ: اولیاء، انبیاء، امام و امام زادے پیر وشہید یعنی جتنے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں۔اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔(التقویۃ الایمان 40) بڑے بھائی کو گالی دینے سے آدمی کافر نہیں ہوتا مگر نبی کو گالی دینے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے پھر وہ بڑے بھائی کیسے ہوئے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ(پ26 ع13) اے ایمان والو اللہ اور رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ادب کے عالم کا تذکرہ پروردگار عالم نے قرآن حمید میں اس شان سے فرمایا۔اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ (پ26 ع13) بیشک وہ لوگ جو رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں یہ وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کیلئے پرکھ لیا ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔مقام عبرت ہے کہ عظام علیہم الرضوان تو اپنی آوازوں کو پست رکھیں مگر وہابیوں کا امام

دہلوی قتیل بڑا بھائی لکھنے کی جسارت کرے۔نماز میں بڑے بھائی کوسلام کہنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے مگر محبوب خدا کا مقام یہ ہے کہ جب تک نمازی نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُاللهِ وَبَرَكَاتُهٗ نہ پڑھے تب تک نماز ہی نہیں ہوتی غیر مقلدین اور دیوبندی وہابیوں کے بزرگ اور مجدد اسماعیل دہلوی قتیل کا یہ عقیدہ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان اقدس میں بہت بڑی بے ادبی ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنید بایزید اینجا

نبی ایسے سردار ہے جیسے گاؤں کا چودہری

عقیدہ: سردار کے لفظ کے دومعنے ہیں ایک تو یہ کہ خود مالکِ مختار ہو اور کسی کا محکوم نہ ہو خود آپ جو چاہے سو کرے۔جیسے ظاہر میں بادشاہ سو یہ بات تو اللہ ہی کی شان ہے۔ان معنوں میں اس کے سوائے کوئی سردار نہیں اور دوسرے یہ کہ ریتی ہی ہومگر اور رعیتوں سے امتیاز رکھتا ہو کہ اصل حاکم کا حکم اوّل اس پر آوے اور اس کی زبانی اوروں کو پہنچے جیسا ہر قوم کا چودہری اور گاؤں کا زمیندار سو ان معنوں کو ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔(تقویۃ الایمان 64) مولوی اسماعیل دہلوی نے انبیاء کی سرداری کو قوم کے چودہری اور گاؤں کے زمیندار کے برابر اور مثل قرار دیا ہے۔جوکہ انبیاء کرام کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہے ہر پیغمبر کے الفاظ میں حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکات بھی شامل ہے لیکن ہمارے آقا تو صرف امت کے سردار ہی نہیں بلکہ سید المر سلین یعنی مرسلین کے بھی سردار ہیں۔حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سرداری کو قوم کے چودہری اور گاؤں کے زمیندار کے برابر قرار دینا کتنی بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے جوکہ صریحاً کفر ہے۔

قارئین! گاؤں کے چودھری کی کوئی تعظیم نہ کرے اور توہین کردے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔مگر حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین کرنے۔

یارسول اللہ، یاعلی کہنے والوں کوقتل کرنا جائز ہے!

عقیدہ: امام الوہابیہ اسماعیل غزنوی لکھتے ہیں کہ:"جو کوئی یا رسول اللہ(صلعم) یا یاابن عباس یا یا عبدالقادر جیلانی یااور کسی بزرگ مخلوق کو پکارے یااس کی دہائی دے اس پکارنے سے اس کا مدعاء دفع شر یا طلب خیر ہو یعنی ایسے امور میں امداد حاصل کرنا ہو جو خدا کے سوا کسی اور کے اختیار میں نہیں ہیں مثلاً کسی بیمار کا تندرست کرنا یا دشمن پر فتح حاصل کرنا یا کسی ملعم سے محفوظ رہنا وغیرہ تو ایسے امور میں خدا کے سوا کسی دوسرے سے امداد طلب کرنا شرک ہے

جو لوگ ایسا کریں وہ مشرک ہیں۔شرکِ اکبر کے مرتکب ہیں۔اگرچہ ان کا عقیدہ یہی ہو کہ فاعلِ حقیقی فقط رب العزت ہے اور ان صالحین سے دعا کرنے کا مقصد محض یہ ہے کہ ان کی سفارش سے مراد بر آئے گی۔گویا یہ ایک واسطہ ہیں۔یعنی ان کا فعل بہ بہر حال شرک ہے اور ایسے لوگوں کا خون بہانا جائز ہے۔اور ان کے اموال کا لوٹ لینا مباح ہے“ (تحفہ وہابیہ 59 مصنفہ اسماعیل غزنوی)

یہی اسماعیل غزنوی یکم جون 1945ء کو بلیک مارکیٹ کے الزام میں گرفتار ہوئے تھے۔

(اہلحدیث امرتسر 8،21 جون 1945ء)

نبی پاک ﷺ مرکر مٹی میں ملنے والے ہیں

دیوبندیوں اور غیر مقلدین وہابیوں کے امام اسماعیل دہلوی نبی پاک ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے۔عقیدہ:۔’میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں‘ (تقویۃ الایمان 61)

دنیا بھر کے دیوبندی اور غیر مقلدین وہابیوں کو چیلنج

ہم اعلان کرتے ہیں کہ خاتم الانبیاء شافع روزِ جزا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیث شریف ایسی پیش کریں جس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہو کہ:’میں بھی ایک دن مٹی میں ملنے والا ہوں‘ جب ایسا کسی حدیث میں نہیں تو پھر امام الوہابیہ کا ٹھکانہ جہنم ہے کیونکہ نبی پاک کا فرمان ہے:مَنۡ کَذَبَ عَلَیَّ متعمداًفلیتبوٴ امعقدہٗ مِنَ النَّارِ۔خداوند کریم جل جلالہٗ تو شہدا کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ ط بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ (پ2ع3)

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

رسولِ مختار سرکار ابد قرار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الۡاَرۡضِ اَنۡ تَاۡکُلَ اَجۡسَادَ الۡاَنۡبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرۡزَقُ۔ (ابن ماجہ 119)

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کیا ہے پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔

قرآن و حدیث کی رو سے یہ عقیدہ کفر ہے لہٰذا اس عقیدہ پر مرنے والا اور ایسے عقیدہ والے کو شہیدِ حق، بزرگ ولی، مجدد وغیرہ سمجھنے والا بھی یقینا کافر ہے۔

خاک منہ میں تیرے کہتا ہے کے خاک کا ڈھیر
مٹ گیا دین ملی خاک میں عزت تیری

مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی ہی نے لکھا ہے کہ:عقیدہ:”علم غیب خاصۃ حق تعالیٰ کا ہے۔اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاع کرنا شرک سے خالی

نہیں'' (فتاویٰ رشیدیہ ج 3) ''جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب جو خاصۂ حق تعالیٰ ہے ثابت کرے اس کے پیچھے نادرست'' (فتاویٰ رشیدیہ 114 ج 3)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کو صبی مجنون اور بہائم سے تشبیہ

مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ: عقیدہ: آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے۔ یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے'' (حفظ الایمان 16)

شیطان اور ملک الموت کا علم ثابت ہے نبی پاک ﷺ کا علم ثابت نہیں

دیوبندیوں کے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا ہے کہ: عقیدہ: غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کو وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے'' (براہین قاطعہ 51 مطبوعہ دیوبند)

عقیدہ: اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ'' (براہین قاطعہ 52)

علم شیطان کا ہوا علم نبی سے زائد

پڑھوں لاحول نہ کیوں دیکھ کے صورت تیری

دیوبندی وہابیوں کے قاری طیب مہتمم دار العلوم دیوبند نے بھی عقائد کے متعلق لکھا ہے کہ: عقیدہ: رسول اور امت رسول اس حد تک مشترک ہیں کہ دونوں کو علم غیب نہیں'' (فاران توحید نمبر کراچی 100)

عقیدہ: ''علم ما کان و ما یکون خاصہ خداوندی ہے جس میں کوئی بھی غیر اللہ اس کا شریک نہیں ہوسکتا''

(فاران توحید نمبر کراچی 114)

عقیدہ: حضرت سید الاولین و الآخرین کے لئے علم غیب کا دعویٰ اور شیطان و ملک الموت کے محیط زمین کے علم پر قرآن و حدیث میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی۔ جو شخص نص کا دعویٰ کرتا ہے وہ قرآن و حدیث پر نہایت ناپاک بہتان باندھتا ہے اسی طرح حضور ﷺ علیہ کے علم کو نصوص قطعیہ کے خلاف کہنا بھی قرآن و حدیث پر افترا عظیم ہے۔ قرآن و حدیث میں کوئی ایسی نص وارد نہیں ہوئی جس سے رسول اللہ ﷺ کے حق میں محیط زمین کے علم کی نفی ہوتی ہو۔ بلکہ قرآن و حدیث کے بے شمار نصوص سے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہر چیز کا علم ثابت ہے۔

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے جو آوازیں آئیں وہ شیطان کی چالیں تھیں!

وہابیوں کے امام اور مجدد ابنِ تیمیہ نے لکھا ہے کہ: عقیدہ: قبر کو بُت بنانا شرک کی ابتداء ہے اس لئے اس کے پاس بھی بعض لوگوں کو کبھی آوازیں سنائی دیتی ہیں ۔صورتیں دکھائی دیتی ہیں۔کوئی عجیب وغریب تصرف نظر آتا ہے جسے وہ مردہ کی کرامت سمجھتے ہیں۔مثلاً کبھی دکھائی دیتا ہے کہ قبر شق ہوگئی۔مردہ باہر نکل آیا باتیں کیں، معانقہ کیا اس طرح کی چیزیں نبیوں اوران کے علاوہ دوسروں کی قبروں پر بھی پیش آسکتی ہیں مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب شیطان کی چالیں ہیں جو آدمی کے بھیس میں ظاہر ہوکر مکروفریب کا کرشمہ دکھاتا ہوا کہتا ہے کہ میں فلاں نبی یا فلاں شیخ ہوں۔(کتاب الوسیلہ 51)

نبی پاک صلی اللہ وعلیہ وسلم کا انسانی شکل میں مدد کرنا شیطان کا مدد کرنا ہے!۔وہابیوں کے امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ: عقیدہ: فرشتے شرک میں کسی کی امداد نہیں کرتے نہ حیات میں نہ موت میں اور نہ اسے پسند کرتے ہیں۔البتہ شیاطین کبھی کبھی ان کی مدد کرتے اور انسانی شکل میں ان کے سامنے نمودار ہوتے ہیں چنانچہ وہ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں پھر کبھی کوئی شیطان ان سے کہتا ہے میں ابراہیم ہوں، مسیح ہوں، محمد ہوں، خضر ہوں، ابوبکر، عمر، عثمان، علی یا فلاں شیخ طریقت ہوں۔(کتاب الوسلیہ 41)



قارئین کرام! مندرجہ بالا وہابیوں کا عقیدہ طبرانی شریف کی حدیث شریف کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کا نصرت نصرت فرمانا یہ شیطان کی آوازیں یا شیطانی مدد قرار دی جائینگی جو کہ کفر ہے۔نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف سے آواز آنے کے کئی واقعات ہیں مشکوٰۃ شریف میں حضرت سعید بن مستیب رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور سے اذان کی آواز سننے کی روایت درج ہے۔تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار خلیفہ رسول، خلیفۂ اوّل خلیفۂ برحق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جنازے کو قبر نبوی کے پاس لے جانا اور قبر سے یہ آواز آنا کہ ایک دوست کو دوست کے ہاں داخل کردو۔درج فرمائی ہے جس کو وہابیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی جماں الاولیا 26 میں درج کیا ہے۔

خدا چاہے تو کروڑوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کردے۔امام الوہابیہ والدیانبہ اسماعیل دہلوی قتیل نے ایسا عقیدہ لکھا ہے کہ جس سے

ختم نبوت کے انکار کا دروازہ کھلتا ہے۔عقیدہ: ’اس شہنشاہ (اللہ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ، جبریل اور محمد ﷺ پیدا کر ڈالے۔(تقویۃ الایمان 31 مطبوعہ دہلی)

دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے امام کے اس عقیدہ سے ختم نبوت کا انکار واضح ہے نیز دہلوی کی علمی قابلیت اور قرآن دانی کا سارا راز بھی فاش ہوجاتا ہے۔دراصل اس میں دہلوی نے یہ گستاخی اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡر آیت کو صحیح نہ سمجھنے کی بناء پر کی ہے۔حالانکہ اس بیچارے کو اتنا علم نہیں کہ مفسرین عظام علیہم الرحمۃ نے اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان فرمائی ہے:اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ مَا یَشَاءُ قَدِیۡر ہ۔بیشک اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے اس پر قادر ہے۔

رب کریم کا یہ بھی اعلان ہے:مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔(پ22ع2)

محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں

جب اللہ کریم نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد نبوت ختم ہے آپ خاتم النبیین ہیں پھر اس کی وضاحت اعلانیہ طور پر تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمادی،لَا نَبِیَّ بَعۡدِیۡ، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔قرآن و حدیث کے ان واضح فرامین کے باوجود اسماعیل دہلوی یہ عقیدہ رکھے کہ خدا کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں محمد ﷺ کے پیدا کرڈالے۔خدا اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بغاوت نہیں تو اور کیا ہے کیونکہ اگر محمد پیدا کرے گا تو نبوت بھی دے گا۔اور اگر نبوت دے گا تو خاتم النبیین جو اللہ کا فرمان ہے وہ غلط ہوتا ہے جبکہ پروردگارِ عالم کا یہ بھی اعلان ہے۔

وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللہِ حَدِیۡثًا (پ5ع7)

اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمَاتِ اللہِ (پ11ع12) اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔وہابیوں کے امام دہلوی نے ہی مرزا قادیانی کو یہ راستہ دکھایا۔راہنمائی دہلوی نے کی اور دعویٰ قادیانی نے کیا کہ:

منم مسیح زماں منم کلیم خدا

منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب5،97)

نبی پاک ﷺ کا خیال گدھے کے خیال سے کئی درجے بدتر ہے

دیوبندی اور غیر مقلد وہابیوں کے امام اور مجدد اسماعیل قتیل نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں سرور عالمیاں صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کینہ اور بغض کا ثبوت اپنے مندرجہ ذیل عقیدہ میں روز روشن کی طرح دیا ہے جو کہ درج ہے۔

عقیدہ: از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت کا ذخر خود است۔'نماز میں زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اُسی جیسے بزرگوں کی طرف خواہ رسالتمآب ہی ہوں اپنی ہمت (خیال) کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ بُرا ہے۔(صراط مستقیم فارسی 82 مطبوعہ دہلی)

ناظرین کرام! ابوالوہابیہ اسماعیل دہلوی قتیل کا مندرجہ بالا نظریہ اور عقیدہ کسی قدر دلسوز اور عشاقِ رسول کے جذبات کو چھلنی کر دینے والا ہے اسلاف کا عقیدہ تو یہ ہو کہ جب نماز میں تشہید پڑھتے وقت بارگاہِ رسالتمآب میں ہدیۂ سلام السلام علیک ایہا النبی پیش کرے تو اس وقت یہ سمجھتے ہوئے پڑھے کہ امام الانبیاء حبیب کبریا محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بالمشافہ سلام عرض کر رہا ہے۔علامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سترہ النورانی نے لکھا ہے کہ: میں نے اپنے سردار علی خواص علیہ الرحمتہ کو سنا کہ فرماتے تھے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نمازی کو تشہد میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود و سلام عرض کرنے کا اس لئے حکم دیا ہے کہ جو لوگ اللہ عزوجل کے دربار میں غفلت کے ساتھ بیٹھتے ہیں انہیں آگاہ فرمادے کہ اس حاضری میں اپنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی دیکھیں اس لئے کہ حضور کبھی بھی اللہ تعالیٰ کے دربار سے جدا نہیں ہوتے فیخا طبونہ بالسلام مشافھۃ، پس حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بالمشافہ سلام عرض کریں۔(میزان الکبریٰ 167 ج 1 مطبوعہ مصر) امام غزالی علیہ الرحمتہ کا ارشاد ہے کہ: 'جب تشہد کیلئے بیٹھو تو ادب سے بیٹھو اور تصریح کرو کہ جتنی چیزیں تقرب کی ہیں صلوٰت ہو یا طیبات یعنی اخلاق ظاہر۔وہ سب اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اس طرح مُلک خدا کیلئے ہے اور یہی معنیٰ التحیات کے ہیں۔اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود باوجود کو اپنے دل میں حاضر کرو اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہو۔

(احیاء العلوم باب چہارم جلد اوّل)

شیخ المحدثین عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ القوی نے شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ: 'بعضے عرفا گفتہ کہ ایں خطاب بحیت سریاں حقیقت محمد یہ است درذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت درذرات مصلیاں موجود وحاضر است پس مصلی راباکہ ازیں معنیٰ آگاہ باشد وازیں شہود غافل نہ بودتا انوارقرب واسرارِمعرفت منوروفائز گردو۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کچھ قدرت نہیں

غیر مقلدین اور دیو بندی وہابیوں کے امام اور مجدد اسماعیل دہلوی قتیل نے عقیدہ لکھا ہے کہ: عقیدہ: 'حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ قدرت اور غیب دانی مجھ میں نہیں' (تقویۃ الایمان 24)

انبیاء کرام علیہم السلام اللہ کے عذاب سے عام آدمیوں کی طرح ترساں ولرزاں ہیں۔

وہابیوں کے نام نہاد مجدد ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ: 'ملائکہ وانبیاء بھی ویسے ہی خدا کے بندے ہیں جیسے کہ تم خود ہو۔ اور وہ بھی اس کی رحمت کے طالب اور اس کے عذاب سے اسی طرح لرزاں وترساں ہیں جس طرح تم خود ہو' (کتاب الوسیلہ 42)

انبیاء لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہ کی فضیلت جاننے کے محتاج ہیں وہابیوں کے مجدد محمد بن عبدالوہاب نجدی کا عقیدہ ہے کہ: عقیدہ: 'انبیاء بھی لَآاِلٰہَ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی فضیلت جاننے کے محتاج ہیں'۔ (کتاب التوحید مترجم 29)

قارئین عظام! آپ خود اندازہ کریں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان اقدس میں کتنی بڑی گستاخی اور بے ادبی ہے جس توحید کا پرچار کرنے کیلئے حق تعالیٰ نے انبیاء عظام علیہم السلام کو معبوث فرمایا وہ اور ہر نبی کے حکم کا پہلا جز وکلمہ آاِلٰہَ اِلَّا اللہ ہی ہے مگر وہابیوں کا نام نہاد شیخ الاسلام اور مجدد اعظم ان کے ہی متعلق ہی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اپنے کلمہ کی پہلی جز و کی فضیلت جاننے کے محتاج ہیں یہ عقیدہ دشمنان انبیاء کا ہی ہوسکتا ہے کسی مسلمان کا نہیں ہوسکتا۔ خاتم الانبیاء شہنشاہ دوسرا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی انبیاء میں آجاتے ہیں۔ میرے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ اَفۡضَلُ الذِّکۡرِ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہ ط (ابن ماجہ ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف 211)

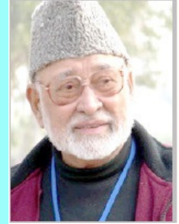
انبیاء اور اولیاء کو سفارشی ماننے والا ابوجہل جیسا مشرک ہے

عقیدہ: جو کوئی کسی (انبیاء و اولیاء) کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھے اور نذر و نیاز کرے گو اس کو اللہ کا بندہ مخلوق ہے سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔ (تقویۃ الایمان 8 مطبوعہ دہلی) عقیدہ: 'سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہوجاتا ہے۔'' (تقویۃ الایمان 37) عقیدہ: 'انبیاء اور اولیاء اللہ تعالیٰ کی عطا سے تصرف فرماتے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی اور وکیل ہیں یہ سب کچھ شرک اور خرافات ہیں' (تقویۃ الایمان 2 مصنفہ امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی)

وَآخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الحمد للہ رب العٰلمین

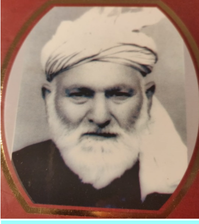
صوفی محمد رفیق نقشبندی

خادم جامعہ۔۔۔۔ان السلام



حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدیؓ

محترم بشیر احمد رفیق صاحب، لندن



محترم مکرم بشیر احمد رفیق صاحب سابق امام مسجد لندن حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدیؓ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَ هُوَالَّذِی جَعَلَ لَکُمُ النجوم لِیھتدُوْ بِھَا فِیْ ظلمٰتِ البرِّ والبحر ط قدفصَّلناَ الایاتِ یعلمونَ

(سورہ لانعام آیت 97)

سورۃ انعام کی ان آیات میں ستاروں کو رہنمائی کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔قرآن مجید کی اصطلاح میں بحر و بر سے مراد انسانوں کے دو طبقے عوام النّاس اور علماء ہیں۔ایک ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَبا النجم ھُم یھدوُن۔کہ راتوں کے مسافر ستاروں کی مدد سے اپنی راہ متعین کرتے ہیں۔سورۃ صٰفّٰت کی آیت 7 اور 8 میں ستاروں کو آسمان کے لئے زینت اور حفاظت کا ذریعہ بیان فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّا زَیَّنَّا السَّماءَ الدُّنیَا بِزِینَۃِنِ الکَوَا کِبْ وَ حِفْظاََ مِّنْ کُلِّ شَیْطٰنِ مَّارِد۔

ترجمہ:۔یقیناً ہم نے نزدیک کے آسمان کو ستاروں کے ذریعے ایک زینت بخشی ۔اور (یہ) حفاظت کے طور پر دھتکارے ہوئے شیطان سے جن دانشوروں کو کبھی رات کی تنہائیوں میں آسمان میں چمکتے ہوئے ان آبدار موتیوں کی چمک دمک مشاہدہ کرنے کا موقع ملا ہے انہوں نے اسکے حسن و جمال کا منظر ایسے رنگ میں پیش کیا ہے جو دن پر ترجیح رکھتا ہے ایک شاعر اس منظر سے متاثر ہوکر کہتا ہے۔

کھاتا ہے دن بھی تاروں بھری رات کی قسم

رات کے اسی حسین منظر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے۔فرماتے ہیں۔

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بےکل ہوگیا

احمدیت کے آسمان پر جو چاند طلوع ہوا اور جسکی ضیاء پاشی سے سارا عالم بقعۂ نور بن گیا۔اسکی تمام تر چمک دمک اور روشنی اس روحانی سورج سے مستعار ہے جو حجاز کے اُفق پر طلوع ہوا لیکن جو چمک اور روشنی اور نور آمنہ کے اس آفتاب میں ہے اسے سورج سے تشبیہ دوں تو تشبیہ کا حق ادا نہیں ہوسکتا کہ جو نور آمنہ کے لعل میں ہے وہ سورج میں کہاں۔جس چاند نے اس آفتاب کی روشنی کا مشاہدہ فرمایا تھا وہ کچھ یوں بیان فرماتے ہیں ۔فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آں شہ عالم کہ نامش مصطفی
سیّدِ عُشّاقِ حق شمس الضحیٰ

حسن روئے او بہ از صد آفتاب و ماہتاب
خاک کوئے او بہ از صد نافۂ شک ِ تتار

یعنی وہ دنیا کا بادشاہ جن کا نام مصطفیؐ ہے جو خدائے واحدو یگانہ کے سردار اور چاشت کے سورج ہیں (چاشت کا سورج اسلئے فرمایا کہ تا روشنی کی حدت اور تمازت کا تصور نہ ہو) ان کے چہرے کا حسن سو سورجوں اور چاندوں سے بڑھ کر ہے اور اسکے کوچے کی خاک تا تار کے سینکڑوں نافوں سے بڑھ کر ہے۔اس سورج کے بعد چاند طلوع ہوا جسکی اپنی کوئی روشنی نہ تھی سب اس سورج سے مستعار تھی۔آپ فرماتے ہیں کہ مجھے جو کچھ ملا ہے حضرت محمد مصطفی ﷺ کی شعاعوں کی انوار کی وجہ سے ہے جیسے فرمایا۔وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

لیکن اس اندھیری اور تاریک و تار رات میں جب یہ چاند اپنے ستاروں کے جَلو میں جلوہ فگن ہوا۔تو پھر آسمان کی سج دھج نے دنیا کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا:۔ اصحابی کا االنجوم۔با ۔ یّھُم اقتدیم اِھۡتَدَیۡتُم ۔حدیث

یعنی میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جسکی بھی پیروی کرو گے راہنمائی حاصل کرو گے۔آپکے اس منور چاند حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے ہمیں اسطرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

مسیح وقت اب دنیا میں آیا
خدا نے عید کا ہے دن دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے جانثار عشق و وفا کے پیکر عشق محمدی میں سرشار اور دین محمد مصطفی ﷺ کے غم خوار ساتھی عطا فرمائے تھے کہ جو حضرت محمد مصطفی ﷺ کے صحابہ کا عکس کامل تھے یہ صحابۂ کرام آسمانِ احمدیت پر تابندہ اور روشن اور روشنی بخش کہکشاں کی طرح آج بھی اپنی چمک دمک دکھلا رہے ہیں اور انکے ایمان افروز واقعات پڑھ کر اور سن کر آج مومنوں کے دلوں میں گرمئ ایمان پیدا ہوتی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی یادوں کو تازہ کیا جائے اور ان کے ذکر کو زندہ کیا جائے تا ہماری آنے والی نسلیں ان کے اُسوہ حسنہ پر چل کر صدق و صفا اور قربانیوں کے اعلیٰ نمونے پیش کر سکیں قرآن کریم نے بھی اپنے آباء کے ذکر کرنے کی مومنوں کو تلقین کی ہے۔

سیرت و سوانح کا کام کس قدر مشکل ہے اسکا اندازہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحم اللہ تعالیٰ کی اس تحریر سے ہوسکتا ہے آپ فرماتے ہیں۔

''جو قارئین مختلف قسم کی تصانیف کا تجربہ رکھتے ہیں وہ مجھ سے اس امر میں اتفاق فرمائیں گے کہ تصانیف کی مختلف انواع

میں سب سے مشکل اور دقت طلب نوع کسی کی سوانح حیات کی تصنیف ہے بعض ایسی شخصیات کی سوانح حیات کی تیاری میں بھی جو اپنی ہم عصر اور ہم قوم شخصیات میں کوئی غیر معمولی عظمت کا مقام رکھتی تھیں۔ انکے سوانح نگار کو بھی سالہا سال تک محنت اور کاوش کا سامنا کرنا پڑا چنانچہ ''لارڈ فشر'' کے سوانح نگار ایڈمرل بیکن نے ہمہ وقت کام کرنے کے باوجود اس کام پر دس سال صرف کر دیئے۔ یہ مثال محض اسلئے پیش کی جا رہی ہے کہ ایک سوانح نگار کی مشکلات کا کچھ اندازہ ہو سکے۔'' (سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 20)

تمام بکھرے مواد کی تلاش، ترتیب اور پھر تحریر آسان کام نہیں پھر اس بات کا بطور خاص خیال رکھنا کہ تحریر میں جس شخص کی سوانح لکھی جا رہی ہو انکے بارہ میں مبالغہ آرائی نہ ہو بلکہ ہر بات واقعہ اور حادثہ سچائی پر مبنی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سیرت و سوانح نگاری کے سلسلہ میں جو قیمتی ارشادات فرمائے ہیں۔

''یہ بات ظاہر ہے کہ جب تک کسی شخص کی سوانح کا پورا نقشہ کھینچ کر نہ دکھایا جائے تب تک چند سطریں جو اجمالی طور پر ہوں کچھ بھی فائدہ پبلک کو نہیں پہنچا سکتیں اور ان کے لکھنے سے کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوتا سوانح عمری سے اصل مقصد تو یہ ہے کہ تا اس زمانے کے لوگ یا آنے والی نسلیں ان لوگوں کے واقعات یا ہمت یا زہد و تقویٰ یا علم و معرفت یا تائید دین یا ہمدردی نوع انسان یا کسی اور قسم کی قابل تعریف ترقی کا اپنے لئے حاصل کر سکیں اور کم سے کم یہ قوم کے اولوالعزم لوگوں کے حالات معلوم کر کے اس شوکت و شان کے قائل ہو جائیں جو اسلام کے عمائد میں ہمیشہ سے پائی جاتی رہی ہے۔ تا کہ اسکو حمایت قوم میں ان مخالفین کے سامنے پیش کر سکیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کیلئے کسی قدر مفصّل واقعات کے جاننے کی ہر ایک کو ضرورت ہوتی ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک نامور انسان کے واقعات پڑھنے کے وقت نہایت شوق سے اسکی سوانح پڑھنا شروع کرتا ہے اور دل میں جوش رکھتا ہے اور اسکے کامل حالات پر اطلاع پا کر اس سے کچھ فائدہ اُٹھائے۔ اگر ایسا اتفاق ہو کہ سوانح نویس نے اجمال پر کفایت کی ہو اور زندگی کے نقشہ کو صفائی سے نہ دکھلایا ہو تو یہ شخص نہایت ملول خاطر اور منقبض ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات اپنے دل میں ایسے سوانح نویس پر اعتراض بھی کرتا ہے اور درحقیقت وہ اس اعتراض کا حق بھی رکھتا ہے کیونکہ اس وقت نہایت اشتیاق کی وجہ سے اسکی مثال ایسی ہوتی ہے کہ جیسے بھوکے کے آگے خوان نعمت رکھا جائے اور دو ایک لقمہ کے ساتھ ہی اس خوان کو اُٹھا لیا جائے۔ اسلئے ان بزرگوں کا یہ فرض ہے جو سوانح نویسی کیلئے قدم اُٹھائیں کہ اپنی کتاب کو مفید عام اور ہر دلعزیز اور مقبول عام بنانے کیلئے نامور انسانوں کی سوانح کو صبر اور فراخ حوصلگی کے ساتھ اس قدر وفا سے لکھیں کہ ان کی لائف کو ایسے طور سے

مکمل کر کے دکھائیں کہ اسکا پڑھنا ان کی ملاقات کا قائمقام ہو جائے۔تا اگر ایسی خوش بیانی سے کسی کا دل خوش ہو تو اس سوانح نویس کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کیلئے دعا کریں اور صفحاتِ تاریخ پر نظر ڈالنے والے خوب جانتے ہیں کہ جن بزرگوں محققوں نے نیک نیتی اور افادۂ عام کیلئے قوم کی ممتاز شخصیتوں کے تذکرے لکھے ہیں انہوں نے ایسا ہی کیا ہے''(کتاب البریہ صفحہ 159)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اورحضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحم اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور ہدایات کو حتی الوسع مد نظر رکھتے ہوئے ہم جس شخصیت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں ان کا نام حضرت قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی رضی اللہ عنہ ہے۔آپ ہوتی ضلع مردان کے رہنے والے تھے اور چونکہ قاضی صاحبؓ کی پیدائش کے لگ بھگ عیسائیوں نے مردان سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ''بغداد'' میں اپنا مشن قائم کر دیا تھا۔تا کہ افغانوں کو راہ راست سے ہٹا کر اور انہیں اسلام سے منحرف کر کے عیسائیت میں داخل کر سکیں۔اسلئے اللہ تعالیٰ کی مشیت نے یہ پسند کیا کہ ''کاسر صلیب'' کا ایک غلام اسی علاقہ میں جنم لے تا عیسائیت کے سحر کو پاش پاش کرتے ہوئے عیسائیت کی زبردست یلغار کو روک سکے۔تاریخ گواہ ہے کہ حضرت قاضی صاحبؓ نے صوبہ سرحد میں اپنی تحریرات،خطبات اور دعاؤں کے ذریعہ عیسائیوں کے خواب کو تتر بتر کر دیا اور فتح نصیب جرنیل ثابت ہوئے اور عیسائیت کے پاؤں صوبہ سرحد (خیبر پختون خواہ) میں نہ جمنے دیئے اور عیسائیت بغداد کے اس چھوٹے سے گاؤں سے باہر نہ نکل سکی انکا مقابلہ ایک ایسی قوت سے تھا جسکی پشت پناہ انگریزی حکومت تھی۔جو مال و دولت سے مالا مال تھی اور جن کا دبدبہ چار دانگ عالم میں تھا۔لیکن حضرت قاضی صاحبؓ جو خدا کے بشر تھے ایک لحظہ کیلئے ان سے مرعوب نہ ہوئے اور تحریر و تقریر کے ذریعہ ڈٹ کر انکا مقابلہ کیا اور ان کو عظیم شکست سے ہمکنار کر دیا۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند



حضرت قاضی صاحبؓ بڑے مخیر وسیع النظر اور عظیم بلند پایہ دانشور تھے۔وہ ایک صاحب کردار،خوددار بہادر اور نڈر انسان ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی منکسر المزاج بھی تھے وہ دوستوں کے دوست اور دشمنوں کیلئے ننگی تلوار تھے اور قرآن کریم کی اس آیت کی عملی تفسیر تھے۔

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔جہاں حضرت محمد مصطفی ﷺ اور آپکے روحانی فرزند اور غلام حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی عزت کا سوال ہوتا

توحضرت قاضی صاحبؓ وہاں خدا کے شیر بن کر دشمن پر حملہ آور ہوتے اور ہرگز اس بات کو خاطر خواہ نہ لاتے کہ دشمن کی دنیوی حیثیت اور شان وشوکت کیا ہے؟ حضرت محمد مصطفی ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے انہیں بے پناہ عشق تھا ان کو یاد کرکے اکثر انکی آنکھیں نم ہوجایا کرتیں تھیں۔ آپ نے انگریزی تعلیم بھی حاصل کی اور مذہبی علم بھی حاصل کیا لیکن ان علوم کا استعمال ایک نیک مقصد کے تابع رکھا۔ یعنی اعلائے کلمۃ اللہ و شانِ حضرت محمد ﷺ آپ بیک وقت اردو، فارسی اور پشتو زبان کے پایہ کے شاعر تھے۔ آپ کے برمحل اشعار کو پڑھ کر اور سن کر دشمن بھی داد دینے پر مجبور ہوجاتے تھے۔ لیکن آپکی شاعری کا مقصد محض اعلائے کلمۃ الحق تھا۔ گل وبلبل، چاند اور چکور اور عشق و محبت کی لایعنی داستانیں آپ کی شاعری میں داخل نہیں ہوسکیں۔ اپنے آقا حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے تتبع میں آپکی شاعری کا مقصد بالکل وہی تھا جو آقا کا تھا یعنی

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

آپنے شاعری کے ہر صنف میں طبع آزمائی کی غزل، نظم، قصیدہ اور ضرورت کے وقت ہجو اور مراثی لکھیں۔ لیکن کبھی قصیدہ مصلحت کوشی، خوشامد اور ذاتی منفعت کیلئے نہ لکھا بلکہ صرف اسی قدر تعریف کی جو اس کا حق تھا۔ مرثیہ لکھنا بہت مشکل ہے حالات کو تسلسل کے ساتھ قلمبند کرنا آسان نہیں پھر مراثی عموماً مبالغہ آمیزی کے شاہکار بن جاتے ہیں زیبِ داستان کیلئے جھوٹے واقعات بھی مرثیہ میں راہ پا جاتے ہیں۔ انیسؔ اور دبیرؔ کے مراثی اور جوشؔ ملیح آبادی کے مرثیے جہاں اردو ادب میں ایک بلند حیثیت رکھتے ہیں اور ادبی شہ پاروں میں شمار ہوتے ہیں وہاں ان میں بھی کثرت کے ساتھ مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے۔ حضرت قاضی صاحب نے شہدائے کابل کے دل ہلا دینے والے مراثی لکھے اردو، فارسی اور پشتو زبان میں انکو پڑھ کر ایک جگہ بھی مبالغہ کا عنصر نظر نہیں آتا ہر بات صحیح اور سچ اور اصل واقعات پر مشتمل ہے۔ اس مضمون کے آخر میں شہدائے کابل کے بارے میں آپکے مراثی درج کردیئے جائینگے۔ انشاء اللہ۔ غرض یہ کہ آپ علم کا سمندر تھے اردو، فارسی اور عربی علوم پر درجنوں کتابیں آپکے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ 1974 میں جب پاکستان کی قومی اسمبلی میں حضرت میرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحم اللہ تعالیٰ پر جرح کیلئے آپکو شیعہ مذہب کی بعض نایاب کتب کی ضرورت پڑی تو یہ کتب حضرت قاضی صاحبؓ کی لائبریری سے دستیاب ہوئیں۔ مکرمی دوست محمد شاہد صاحب مرحوم بمع چند احباب کے 42 نایاب کتب اس کام کیلئے آپکی لائبریری سے لے گئے۔

جن میں سے کچھ اب فضل عمر لائبریری میں موجود ہیں۔

آپ نے قریباً ایک سو پچیس کتب و رسائل تحریر کیں۔ عیسائیت آپکا دلپسند موضوع تھا۔ پنجاب میں جب فتنہ احرار

نے جنم لیا اور اس عزم کا اعلان کیا کہ نعوذ باللہ احمدیت کی اینٹ سے اینٹ بجا دینگے تو حضرت قاضی صاحبؓ بھی میدان میں اُتر ے اور تقریر وتحریر اور منظوم کلام کے ذریعہ احرار کی منافقت، بد دیانتی اور بدکراری اور بدعملی کو ایسے زوردار انداز میں پیش کیا کہ ان تحریرات کے نتیجہ میں جہاں ایک طرف جماعت احرار کو صوبہ سرحد میں پاؤں جمانے کا موقع نہ مل سکا۔ وہاں کئی غیر متعصب متلاشی حق احمدیت میں داخل ہو گئے اور احرار کا پانسہ پلٹ دیا گیا۔اور کیوں ایسا نہ ہوتا کہ آپکو حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلامی فوج کے فتح نصیب سپاہی کا خطاب دیا تھا۔ آپکے اس خط کی نقل آپ کی اپنی تحریر شدہ کتاب ('ظہور احمد موعودؑ) میں موجود ہے آپنے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی تمام توقعات کو اپنے عمل اور کردار سے سچ کر دکھایا۔خلافت سے محبت آپکے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور خلافت پر ہر ہونے والا حملہ اپنے اوپر حملہ سمجھتے تھے اور جب تک دشمن حملہ آور کو پسپائی میں نہ دھکیل دیتے تھے آپکو چین نہ آتا۔خلافت احمدیہ کی حفاظت اوراس سے آپکی محبت کا ایک واقعہ یاد آ رہا ہے ۔جو یوں ہے:۔حضرت مولانا غلام حسن خان صاحبؓ پشاوری صوبہ سرحد کے ایک نہایت معزز ماہر تعلیم تھے۔آپ کی وجاہت اور شان و شوکت سے پشاور میں ہر کوئی واقف تھا۔حضرت قاضی صاحبؓ کے والد صاحب کے تعلقات حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب اور حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب سے 1880ء سے تھے قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا کے بچوں کے ساتھ چھوٹا بڑا ہوا تھا۔آپ فرماتے ہیں کہ آپ حضرت مولانا غلام حسن صاحب کے درس القرآن میں احمدیت قبول کرنے کے بعد شامل ہوتے رہے حضرت قاضی صاحبؓ کا انکے گھر آنا جانا بالکل اپنے ماں باپ کی طرح تھا ۔حضرت قاضی صاحبؓ کو انکے گھر سے بے حد محبت تھی۔حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کی دختر کی شادی جب حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سے ہوئی تو دلہن کے ساتھ حضرت قاضی صاحبؓ مع ایک خاتون گئے تھے۔حضرت مولانا صاحبؓ، قاضی صاحبؓ کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتے تھے۔بدقسمتی سے 1914ء میں جب انتخاب خلافت ہوا تو حضرت غلام حسن خانصاحبؓ پیغامیوں سے متاثر ہوئے۔حضرت قاضی صاحبؓ کو اس کا بہت صدمہ تھا آپ وقتاً فوقتاً مناسب انداز میں انکو خلافت کی اہمیت کے موضوع پر تبادلہ خیالات کرتے اور انکے ساتھ عزت و احترام بھی قائم رکھا۔ایک دفعہ حضرت مولانا غلام حسن صاحبؓ نے اپنے ایک خطبۂ جمعہ میں یہ ذکر کیا جسے پیغام صلح نے من وعن شائع کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ نبوت کا نہ تھا۔بلکہ آپ صرف مجدد تھے تو حضرت قاضی صاحبؓ نے ظاہری احترام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس مضمون کا ایسا دندان شکن جواب شائع کروایا کہ پیغامیوں کے

حلقوں میں ہلچل مچ گئی ۔لیکن انکے پاس قاضی صاحبؓ کے دلائل رد کرنے کیلئے کوئی جواب موجود نہ تھا۔آپ نے بار ہا حضرت مولانا صاحبؓ کو اپنے اقوال یاد دلائے۔جو وہ انتخاب خلافت ثانیہ سے قبل رکھتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے ہمیشہ حق میں تھے۔

آپ کا یہ جواب کثرت سے شائع ہوا اسکی اشاعت سے پیغامیوں میں ہلچل مچ گئی ۔ بلا آخر حضرت قاضی صاحبؓ کے اصرار پر حضرت مولانا غلام حسن خانصاحبؓ حضرت قاضی صاحبؓ کے ہمراہ دو دفعہ قادیان گئے۔ پہلی دفعہ دسمبر 1928 اور دوسری دفعہ 1939 میں بلا آخر حضرت مولانا صاحبؓ کو بیعت ثانیہ کروانے میں کامیاب ہوئے ۔حضرت قاضی صاحبؓ کا ایک خاص وصف انکی انتہائی مہمان نوازی اور دوست نوازی تھی۔محلہ گلبادشاہ میں جماعت کی پہلی مسجد بنوائی۔آپ نے اس مسجد کے ساتھ دو بڑے کمرے مہمانوں کیلئے بھی بنوائے اور فیصلہ کیا کہ جو مہمان آئے تین دن ان کے قیام وطعام کا بندوبست جماعت کریگی۔ جمعہ کی نماز کے بعد آپ مسجد میں تشریف فرما ہوجاتے۔ جماعت کے افراد آپ کے ارد گرد آپ کے ارشادات سننے کیلئے حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے۔آپ سب سے پہلے مسجد سے ملحقہ ریسٹورنٹ سے کباب اور سبز چائے یعنی قہوہ منگواتے اور سب کو کھلاتے پلاتے اور اسمیں حد درجہ لطف محسوس کرتے تھے۔میں نے بھی ایسی کئی نشستوں میں شرکت کی ہے اور لذت کام و دہن کے علاوہ حضرت قاضی صاحبؓ کی اعلیٰ پاکیزہ روحانی گفتگو سے فائدہ اٹھایا ہے۔

قرآن کریم سے آپ کو عشق تھا قرآن کریم کا اکثر حصہ آپکو یاد تھا اسی عشق کلام الٰہی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے درس قرآن میں غیر احمدی علماء تک شامل ہوجایا کرتے تھے۔پشتو زبان میں پہلی دفعہ تفسیر آپ نے ہی لکھی۔لیکن افسوس ہے کہ یہ ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔آپ صاحب رؤیا و کشوف اور صاحب الہام تھے۔آپکے الہامات و کشوف ہم الگ باب میں درج کرینگے جن سے آپکے روحانی مقام کا اندازہ ہوسکے گا۔حضرت قاضی صاحبؓ پر قاتلانہ حملے ہوئے عیسائیوں شیعوں اور احراریوں نے آپ پر بار بار ناروا حملے کئے۔لیکن خدا کے شیر بھی کبھی ڈرتے ہیں؟ آپ نے انکے حملوں کی پرواہ بھی نہ کی اور ہر میدان میں ان کو شکستِ فاش سے ہمکنار کیا۔

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار ونزار

غرض حضرت قاضی صاحبؓ صفاتِ حسنہ اسلامیہ کا ایک نادر شاہکار تھے آپ نے تقریر وتحریر اور شاعری کے ذریعہ صوبہ سرحد میں بالخصوص اور ہندوستان میں بالعموم احمدیت کا پیغام پہنچایا۔اور اپنی تمام تر استعدادوں کو صرف اور صرف ایک مقصد کے حصول میں لگایا یعنی اعلائے کلمۃ الحق۔اگر میں انہیں افغانوں میں احمدیت کے قیام کے سلسلے میں افغان احمدیوں کا 'باوا آدم' کہوں تو ہرگز مبالغہ نہ ہوگا۔صوبہ سرحد کے

بے شمار متمول اور شہ زور خاندان میں احمدیت پھیلانے اور احمدیت کا رُعب صوبہ سرحد میں قائم کرنے کے سلسلہ میں آپ کی خدمات تاریخ احمدیت کا ایک سنہری باب ہیں۔آپ پچاس سال سے زیادہ عرصہ صوبہ سرحد کے پراونشل امیر رہے۔

حضرت قاضی صاحب ؓ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے بھی خوب نوازا تھا۔سُرخی مائل گورا رنگ ،مناسب قدوقامت اور مضبوط جسم تو تھا ہی اس پر آپ خوش لباس بھی تھے۔اپنے وقت کے لحاظ سے عمدہ کپڑے کا کوٹ زیبِ تن فرماتے تھے۔

کپڑے ہمیشہ صاف سُتھرے پہنتے تھے۔صفائی سے آپ کو خاص لگاؤ تھا۔آپ کا گھر بھی آپ کی خاص توجہ سے صاف ستھرا ہوتا تھا۔گھر کے صحن میں ایک تالاب بنوا کر اس میں سنہری مچھلیاں چھوڑ رکھی تھیں۔گھر کے صحن میں پھلدار درخت بھی اُگائے تھے۔اور اس طرح کا گھر جنتِ ارضی کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کرتا تھا۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے کمال کا حافظہ دیا تھا۔سینکڑوں حوالے زبانی یاد ہوتے تھے۔کتابیں لکھتے وقت اکثر حوالے اپنی یادداشت سے ہی لکھ دیا کرتے تھے۔آپ کی اس غیر معمولی یادداشت کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنی جلسہ سالانہ کی ایک تقریر میں یوں کیا:’’حضور نے فرمایا کہ جلسہ کے دنوں میں جماعتی ملاقاتوں کے وقت جماعت کے اُمراء اپنی جماعت کے ممبران کا تعارف کرواتے ہیں۔ان میں سے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ امیر صاحب کے ذہن سے کسی کا نام محو ہو گیا۔یا وہ سِرے سے کسی ملاقاتی کو پہچانتے ہی نہیں ۔لیکن حضرت قاضی محمد یوسف صاحب ؓ تمام صوبہ سرحد کے ملاقاتیوں کا تعارف کرواتے وقت نہ صرف اسکا نام بتاتے ہیں بلکہ اُن کے والد اور خاندان کا بھی بتاتے ہیں۔اور کبھی بھی ایسا نہ ہوا کہ انہیں کسی کا نام یاد نہ رہا ہو۔یا خاندان کا ذکر نہ کر سکے ہوں۔‘‘

غرض حضرت قاضی صاحب ؓ صفاتِ حسنہ کا ایک حسین گلدستہ تھے۔آپ کو زندگی میں مساجد کی تعمیر اور آبادی سے خاص لگاؤ تھا۔آپ نے صوبہ سرحد میں کئی مساجد تعمیر کروائیں۔ان میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔حتیٰ کہ ہوتی مردان میں اپنے سکونتی گھر سے بالکل ملحق ایک مسجد بنائی۔مساجد کے اس عشق کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے یہ چاہا کہ آپکی وفات بھی مسجد میں ہی ہو۔تا آپ کی رُوح بیت اللہ سے سیدھی بہشت کو سدھار لے۔آپ پر یہ مصرع خوب صادق آتا ہے کہ ’’خوش فکر و بذلہ سنج ہنر پرور وغیوا‘‘ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ کی ایک فارسی نظم کے آخر میں فرمایا:

بعد رحلت سُوئے اللہ میروسیم
بہر وصلش روح من مشتاق ہست





مولانا کرم الٰہی ظفر۔جدید سپین کا طارق بن زیاد

ڈاکٹر فضل الرحمان بشیر افریقہ

' سپین سے مسلمان بے دخل کئے گئے۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم سپین کو بھول گئے ہیں۔ہم ہرگز سپین کو نہیں بھولے۔ جہاں ہماری تلواریں کُند ہوئیں وہاں سے اب ہم اپنی روحانی جنگ کا آغاز کریں گے اور محبت سے دلوں کو فتح کر کے ایک بار پھر سپین پر غلبہ حاصل کریں گے جو ہمیشہ قائم رہے گا'' یہ وہ ولولہ انگیز اعلان تھا جو مسیح محمدی کے اولوالعزم خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ نے 1936 میں اپنے روحانی جرنیلوں کو سپین بھجواتے وقت کیا۔یہ بہت مشکل دور تھا۔ 1934 میں ایک دہشت گرد تنظیم مجلس احرار نے پورے ہندوستان میں احمدیوں کے خلاف خطرناک شورش برپا کر رکھی تھی۔قادیان پر حملے کے لئے قافلے تیار کئے جارہے تھے۔یہ اعلان کیا جارہا تھا کہ نہ صرف ھندوستان سے بلکہ خاص قادیان سے بھی احمدیوں کا نام و نشان مٹا دیا جائیگا۔دوسری طرف جماعت احمدیہ دنیا بھر میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے قادیان سے مبلغین کے قافلے بھجوانے کی منصوبہ بندی میں مصروف تھی۔

محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

اندازہ کریں ایک طرف قافلے قادیان کی تباہی کے لئے نکلے ہوئے تھے تو دوسری طرف قادیان سے قافلے دنیا کو فتح کرنے کے لئے نکل رہے تھے۔کیا عجیب نظارہ تھا۔اسلام کی عالمگیر فتح کے لئے تحریک جدید کی بنیاد رکھی جا چکی تھی۔حضرت مصلح موعودؓ کی ولولہ انگیز قیادت کے سامنے احرار کی سازشیں ملیا میٹ ہوگئیں اور احمدیوں کو عبرت کا نشان بنانے کے دعوے کرنے والے عطاء اللہ شاہ بخاری اور اس کے چیلے چانٹے ذلت و رُسوائی کے ساتھ ناکام و نامراد ہو کر خود عبرت کا نشان بن گئے۔

لُوٹنے نکلے تھے جو امن وسکونِ بے کساں
خود اُنہی کے لُٹ گئے حُسن و شبابِ زندگی

سپین کے لئے بھجوائے جانے والے پہلے مبلغ مکرم ملک محمد شریف گجراتی تھے جو 10 مارچ 1936 کو میڈرڈ پہنچے مگر اسی سال شروع ہونے والی زبردست خانہ جنگی کے باعث انہیں سپین چھوڑنا پڑا۔اپنے اس مختصر قیام کے دوران وہ سپینش احمدیوں کی چھوٹی سی جماعت قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ملٹری ڈکٹیٹر جنرل فرانکو نے ہٹلر اور مسولینی کی مدد سے سول وار میں کامیابی حاصل کی۔1939 سے لیکر 1975 تک سپین پر حکومت کی۔ یہ آمریت کا بدترین دور تھا۔ NON

CATHOLIC ORGANIZATIONS پر مکمل پابندی تھی۔ اسلام کا نام لینا بھی جرم تصور کیا جاتا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ پر حضرت مصلح موعودؓ نے سپین میں اسلام کا پرچم سربلند کرنے کے لئے اپنے سپہ سالار کرم الٰہی ظفر کا انتخاب کیا۔



کرم الٰہی ظفر 31 دسمبر 1919 کو فیض اللہ چک میں پیدا ہوئے جو قادیان سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ میٹرک تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے کیا۔ ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔ اگرچہ مولوی فاضل نہیں تھے مگر حضرت مصلح موعودؓ کی خداداد صلاحیت نے کرم الٰہی ظفر میں چھپا ہوا مستقبل کا طارق بن زیاد پہچان لیا تھا۔ انہیں بعض اور مبلغین کے ساتھ حضور نے انٹرویو کے لئے بلایا۔ جس دن انٹرویو تھا اس دن دفتر سے انہیں اطلاع ملی کہ ان کا نام لسٹ میں موجود نہیں۔ یہ دفتری غلطی تھی۔ کرم الٰہی صاحب ظفر بے حد رنجیدہ ہوئے کہ شائد ان کی کم علمی کی وجہ سے یا ان کی کسی اور کمزوری کی وجہ سے انہیں لسٹ میں سے نکال دیا گیا ہے۔ شدید اضطراب اور کرب کی حالت میں مسجد اقصیٰ پہنچے۔ خادم مسجد میاں سراج دین صاحب سے منارۃ المسیح کی چابی لی اور ساری رات نوافل پڑھتے ہوئے گریہ وزاری اور دعاؤں میں گزاری۔ اگلی صبح انہیں اطلاع ملی کہ حضرت مصلح موعودؓ نے انہیں ان کی عدم موجودگی میں سپین کا مبلغ مقرر کیا ہے۔ سبحان اللہ۔ یہ ان کی منارۃ المسیح پر کی گئی ساری رات کی گریہ وزاری اور دعا کی قبولیت تھی۔ انہیں ایک عظیم مہم جوئی کے لئے منتخب کر لیا گیا تھا کہ جس کے نتیجے میں ان کا نام ہمیشہ ہمیش کے لئے تاریخ احمدیت اور تاریخ سپین میں امر ہو جانے والا تھا۔ کرم الٰہی صاحب ظفر 24 جون 1946 کو میڈرڈ پہنچے۔ پہلے چھ ماہ سپینش سیکھی اور تبلیغِ اسلام کا کام شروع کر دیا۔ مگر ایک سال بعد 1947 میں ھندوستان کی پارٹیشن کی وجہ سے جماعت احمدیہ کو اپنا مرکز قادیان چھوڑنا پڑا۔ نئے مرکز کی تعمیر نے بے حد مالی بوجھ ڈال دیا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے انہیں ہدایت کی کہ سپین مشن عارضی طور پر بند کر کے لندن چلے جائیں۔ کرم الٰہی ظفر صاحب نے حضور سے درخواست کی کہ انہیں سپین میں رہنے دیا جائے وہ اپنی فیملی اور مشن کے اخراجات کے لئے مرکز سے کوئی مطالبہ نہیں کریں گے۔ حضور کی طرف سے اجازت ملنے پر آپ نے عطر بنانا سیکھا اور ہر ہفتہ شہر میں لگنے والے اتوار بازار (Sunday Market) میں جا کر فروخت کرنا شروع کر دیا۔

تبلیغِ اسلام کا منفرد اور اچھوتا انداز

آپ کے پاس ایک چھوٹا سا بریف کیس ہوتا جس میں پرفیوم کی شیشیاں ہوتیں اور ایک چھوٹا میز جس پر آپ ان شیشیوں کو سجا کر انہیں فروخت کے لئے پیش کیا کرتے تھے۔ اصل مقصد تو اسلام واحمدیت کا پیغام پہنچانا تھا۔ چنانچہ جب بھی



کوئی گاہک آتا آپ اسے پرفیوم دیتے اور کہتے'' اس پرفیوم کی خوشبو زیادہ سے زیادہ دو یا تین دن تک تمہارے ساتھ رہے گی اور پھر ختم ہو جائے گی۔مگر میرے پاس ایک ایسی خوشبو بھی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی اور اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھ رہے گی'' گاہک چونک پڑتے اور اس خوشبو کا مطالبہ کرتے تو آپ انہیں اسلام اور احمدیت کی خوشبو سے آگاہ کرتے۔جب آہستہ آہستہ بہت سے سپینش اس حقیقی خوشبو کے اسیر ہونے لگے تو حکومت حرکت میں آئی اور کرم الٰہی ظفر صاحب کو گرفتار کر لیا گیا۔جب آپ رہا ہوتے تو دوبارہ تبلیغ شروع کر دیتے اور پھر گرفتار ہو جاتے۔بلکہ ایک مرتبہ نماز سنٹر پر چھاپا مار کر پولیس نے آپ سمیت تمام سپینش احمدیوں کو گرفتار کر لیا۔یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔ایک دفعہ آپ کو جیل سے رہا کرتے وقت پولیس افسر نے کہا کہ میں آئندہ آپ کو گرفتار نہیں کروں گا کیونکہ آپ جب بھی جیل میں آتے ہیں تو آپ کی تبلیغ اور حسنِ کردار سے متاثر ہو کر بہت سے قیدی اسلام قبول کر لیتے ہیں۔مولانا کرم الٰہی ظفر صاحب نے 1969 میں جنرل فرانکو کو خط لکھ کر اسلام و احمدیت کا تعارف کروایا اور اسلامی اصول کی فلاسفی سمیت متعدد اسلامی کتب کا تحفہ بھجوایا جسے جنرل فرانکو نے قبول کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا۔1971 میں جماعت کو سپین میں رجسٹر کر لیا گیا۔جنرل فرانکو نے 36 سال تک سپین پر اپنی ڈکٹیٹرشپ کے پنجے گاڑھے رکھے۔1975 میں فرانکو کی موت نے سپین میں جمہوریت کی راہ آسان کی اور مذہبی آزادی کا آغاز ہوا۔

سقوطِ غرناطہ کے پانچ سو سال بعد سپین میں پہلی مسجد کی تعمیر



مجاہد اسلام مولانا کرم الٰہی صاحب ظفر کی چونتیس سالہ تبلیغی جدوجہد اور شبانہ روز گریہ وزاری اور دعائیں بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئیں اور آخرکار حکومت کی طرف سے جماعت احمدیہ کو سپین میں مسجد بنانے کی اجازت دے دی گئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر قرطبہ کے قریب پیدروآباد میں ایک بہت موزوں جگہ پر مسجد کے لئے پلاٹ حاصل کر لیا گیا۔یہاں یہ بات کہنا بہت ضروری ہے کہ مبلغین کی اصل طاقت خلیفۃ المسیح کی راہنمائی، قیادت اور دعائیں ہی ہوتی ہیں جو انہیں کامیابی سے ہمکنار کرتی ہیں۔اس کے بغیر تمام کوششیں بے سود اور بے کار ہوتی ہیں۔سپین میں اسلام کے احیائے نو کا تمام کریڈٹ خلافت احمدیت کو جاتا ہے۔خلفاء کی بالغ نظری، بیدار مغزی اور دعائیں ہی ہیں جو سلسلہ احمدیہ کے خداموں کو کامیابی سے ہمکنار کرتی ہیں۔

مسجد بشارت سپین کا سنگ بنیاد؛

LOVE FOR ALL HATRED FOR



NONEمورخہ 9 اکتوبر 1980 کو وہ تاریخ ساز لمحہ آیا جب سقوطِ غرناطہ کے پانچ سو سال بعد پہلی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے پہلی بنیادی اینٹ رکھی اور فضا اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے گونج اُٹھی۔مسیح محمدیؐ کے غلاموں کے اشکوں سے سجدہ گاہیں تر ہو گئیں۔سپین میں اسلام کے احیائے نو اور سربلندی کے لئے پرسوز دعائیں کی گئیں۔یہی وہ تقریب تھی جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے پریس کے نمائندوں کے سوالوں کے جواب میں فرمایا کہ ہم سپین میں امن اور محبت کا پیغام لے کر آئے ہیں اور ہمارا ماٹو ہے۔ LOVE FOR ALL HATRED FOR NONEاس ماٹو نے اکنافِ عالم میں شہرت پائی اور اب یہ جماعت کے علاوہ دوسرے حلقوں میں بھی مقبولیت کے بامِ عروج پر ہے کہ'' محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں''

مسجد بشارت کا افتتاح بی بی بی ۔'' حضور آج عید ہے

''جون 1982 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات کے بعد حضرت مرزا طاہر احمد چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے۔آپ نے اپنا پہلا غیر ملکی دورہ سپین کا فرمایا اور 10 ستمبر 1982 کو مسجد بشارت کا افتتاح فرمایا۔حضور کے خطبہ جمعہ کے دوران مولانا کرم الٰہی ظفر آبدیدہ ہو گئے اور اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا حضور آج عید ہے۔حضور نے فرمایا ہاں آج عید ہے۔مولانا کرم الٰہی ظفر صاحب نے سپین کے علاوہ پرتگال میں بھی 9 سال تک تبلیغ و تربیت کا فریضہ سر انجام دیا۔ساٹھ سال خدمت کے میدان میں گزارنے کے بعد 12 اگست 1996 کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔تبلیغ کا جنون آخری سانس تک قائم رہا۔جب آپ ICU میں زیرِ علاج تھے اور



آپ کی سانس اُکھڑنے لگی تو ڈاکٹر کو بلایا گیا اس وقت آپ کو آکسیجن لگی ہوئی تھی۔اس حالت میں بھی آپ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اس ڈاکٹر کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی دے دینا۔اس کے چند لمحوں بعد آپ کی رُوح جسد خاکی سے پرواز کر گئی۔سبحان اللہ مسیح محمدیؐ کو خدا نے کیسے کیسے فدائی اور جانثار عطا کئے کہ جنہوں اسلام کی سربلندی کے لئے اپنا تن من دھن عزت و آبرو ہر چیز قربان کر دی ۔ بے وقوف اور نادان ہیں وہ لوگ جو اس جماعت کو مٹانے کی سوچ رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس مجاھد احمدیت کے درجات بلند فرمائے اور احمدیت کو ایسے مخلص فدائی خدمت گزار عطا کرتا چلا جائے آمین۔



گلدستہ

مرتبہ اے آر خان



باجماعت نماز کے دوران مقتدی کہاں کھڑا ہو؟

اگر امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے والا صرف ایک شخص ہو تو وہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے۔

ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کے ہاں رات گزاری۔ رات کے وقت نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے، آپ ﷺ نے مشکیزہ کھولا اور وضو کیا پھر مشکیزہ بند کر دیا، پھر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پس میں بھی بیدار ہوا اور وضو کیا جیسا کہ آپ ﷺ نے وضو کیا تھا پھر میں آپ ﷺ کے بائیں طرف جا کر کھڑا ہو گیا۔ پس آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے پیچھے کی طرف سے مجھے گھما کر اپنی دائیں طرف کھڑا کیا پس میں نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ باب الرجلین یؤم احدھما صاحبہٗ کیف یقومان)

اگر امام ایک مقتدی کے ساتھ نماز باجماعت شروع کروائے اور بعد میں ایک اور مقتدی شامل ہو جائے تو پھر دونوں مقتدی امام کے پیچھے صف بنا لیں گے۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور میرے اوپر ایک چادر تھی جو کہ چھوٹی تھی۔ میں نے اس کے دونوں کناروں کو پلٹا کر اسے اپنی گردن پر باندھا۔ پھر میں آ کر رسول اللہ ﷺ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا تو آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اور گھما کر مجھے اپنی دائیں طرف کھڑا کر دیا پھر جبار بن صخرؓ آئے۔ انہوں نے وضو کیا پھر آ کر رسول اللہ ﷺ کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ہم دونوں کے ہاتھوں کو پکڑ کر ہمیں ہٹا کر اپنے پیچھے کھڑا کر دیا۔

(صحیح مسلم کتاب الزھد والرقائق)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقتدی ایک ہو تو وہ امام کے دائیں طرف کھڑا ہو جائے اور اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو پھر سب امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔

اگر مقتدیوں میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہوں تو ان کی علیحدہ صف ہونی چاہیے جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے: حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور میرے بھائی یتیم نے اپنے مکان میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھی اور میری والدہ ام سلیمؓ ہمارے پیچھے تھیں۔

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب المرأۃ وحدھا تکون صفا)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے اور ان کی والدہ یا ان کی خالہ کے ہمراہ نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے مجھے اپنی دائیں طرف اور عورت کو یعنی میری والدہ کو ہمارے پیچھے کھڑا کیا۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشادات کی روشنی میں عقیدہ ناسخ و منسوخ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:10) یعنی ہم نے ہی قرآن شریف کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی محافظت کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ کا لفظ صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ صدی کے سر پر ایسے آدمی آتے رہیں گے جو گمشدہ متاع کو لائیں اور لوگوں کو یاد دلائیں۔‘‘

(احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے؟ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 469)

آخرین کے دور میں قرآن کریم کے سب سے بڑے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و امام مہدی ہیں۔ آپ کے حلقہ ارادت میں کئی عاشق قرآن شامل ہو گئے جن میں ایک حافظ قرآن حضرت حکیم مولانا نورالدین بھیروی تھے جو بعد میں آپ کے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے جن کی ساری عمر قرآن کریم سیکھنے اور سکھانے میں گزر گئی۔ اُس دور کا ایک مسئلہ ناسخ ومنسوخ تھا۔ بعض لوگوں نے 500 کے قریب آیات کو منسوخ قرار دیا ہوا تھا۔ سیوطی اور ابن عربی کے نزدیک 31 آیات اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے نزدیک 5 آیات منسوخ تھیں۔ اس کی بنیاد وہ قرآن کریم میں البقرہ کی آیت 107 اور بعض دوسری آیات پر رکھتے تھے۔ اور ناسخ ومنسوخ کا انکار کرنے والوں کو بدعتی کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عجیب شان

ہے کہ یہ مسئلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں اور آپؑ کے ذریعے سے حل ہوا۔ اس مضمون میں حضرت مولانا حکیم نورالدین بھیروی کی ریسرچ قبل از احمدیت کو پیش کرنا مقصود ہے۔

آپؓ فرماتے ہیں۔

''مدینہ میں ایک ترک کو مجھ سے بہت محبت تھی اس نے کہا اگر کوئی کتاب پسند ہو تو ہمارے کتب خانہ سے لے جایا کریں گو ہمارا قانون نہیں ہے مگر آپ کے اس عشق و محبت کی وجہ سے جو آپ کو قرآن سے ہے آپ کو اجازت ہے۔ میں نے کہا کہ مسئلہ ناسخ و منسوخ کے متعلق کوئی کتاب دو انہوں نے مجھے ایک کتاب دی جس میں 600 آیات منسوخ لکھی تھیں۔ مجھے یہ بات پسند نہ آئی ساری کتاب کو پڑھا اور مزا نہ آیا۔ میں اس کتاب کو واپس لے گیا اور کہا میں جوان آدمی ہوں اور خدا کے فضل سے یہ 600 آیتیں یاد کر سکتا ہوں مگر مجھے یہ کتاب پسند نہیں۔ وہ بہت بوڑھے تھے اور ماہر شخص تھے انہوں نے ایک اور کتاب دی جس کا نام اتقان تھا۔ ایک مقام اس میں بتایا جہاں ناسخ و منسوخ کی بحث تھی۔ خوشی ایک ایسی چیز ہے کہ میں نے فوز الکبیر کو جو پچاس روپے کی خریدی تھی ابھی پڑھا بھی نہیں تھا۔ میں اتقان کو لایا اور پڑھنا شروع کیا اس میں لکھا تھا کہ 19 آیتیں منسوخ ہیں۔ میں اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور میں نے سوچا کہ 19 یا 20 آیتوں کو تو فوراً یاد کر لوں گا۔ گو مجھے خوشی بہت ہوئی مگر مجھ کو ایسا قلب اور علم دیا گیا تھا پھر بھی وہ کتاب پسند نہ آئی۔ اب مجھ کو فوز الکبیر کا خیال آیا اس کو بھی تو پڑھ کر دیکھیں اس کو پڑھا تو اس کے مصنف نے لکھا تھا کہ خدا تعالیٰ نے جو علم مجھے دیا ہے اس میں 5 آیتیں منسوخ ہیں۔ یہ پڑھ کر تو بہت خوشی ہوئی میں نے جب ان پانچ پر غور کی تو خدا تعالیٰ نے مجھے سمجھ دی کہ یہ ناسخ و منسوخ کا جھگڑا ہی بے بنیاد ہے۔ کوئی 600 بتاتا ہے کوئی 19 یا 21 اور کوئی پانچ اس سے معلوم ہوا کی یہ صرف فہم کی بات ہے۔

میں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ قطعی فیصلہ کر لیا کہ ناسخ و منسوخ کا معاملہ صرف بندوں کے فہم پر ہے ان پانچ نے سب پر پانی پھیر دیا۔ یہ فہم جب مجھے دیا گیا تو اس کے بعد میں ایک زمانہ میں لاہور کے اسٹیشن پر شام کو اترا۔ بعض اسباب ایسے تھے کہ چینیاں والی مسجد میں گیا شام کی نماز کے لئے وضو کر رہا تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے بھائی میاں علی محمد نے مجھ سے کہا کہ جب عمل قرآن و حدیث پر ہوتا ہے تو ناسخ و منسوخ کیا بات ہے میں نے کہا کچھ نہیں۔ وہ پڑھے ہوئے نہیں تھے گو میر ناصر کے استاد تھے انہوں نے اپنے بھائی سے ذکر کیا ہوگا یہ ان دنوں جوان تھے اور بڑا جوش تھا میں نماز میں ہی تھا اور وہ جوش سے ادھر ادھر ٹہلتے رہے۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو کہا کہ ادھر آؤ تم

نے میرے بھائی کو کہہ دیا کہ قرآن میں ناسخ ومنسوخ نہیں ہے۔تب بڑے جوش سے کہا کہ تم نے ابومسلم اصفہانی کی کتاب پڑھی ہے وہ احمق بھی قائل نہ تھا میں نے کہا پھر تو ہم دو ہو گئے پھر اس نے کہا کہ سید احمد کو جانتے ہو مراد آباد میں صدر الصدور ہے میں نے جواب دیا کہ میں رامپور، لکھنو اور بھوپال کے عالموں کو جانتا ہوں ان کو نہیں جانتا اس پر کہا وہ بھی قائل نہیں تب میں نے کہا بہت اچھا تو ہم تین ہو گئے کہنے لگا کہ یہ سب بدعتی ہیں۔شوکانی نے لکھا ہے کہ جو نسخ کا قائل نہیں وہ بدعتی ہے میں نے کہا تم دو ہو گئے۔ میں ناسخ ومنسوخ کا ایک آسان فیصلہ آپ کو بتاتا ہوں تم کوئی آیت پڑھ دو جو منسوخ ہو اس کے ساتھ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ پانچ آیتوں میں سے پڑھ دے تو کیا جواب دوں۔ خدا تعالیٰ سمجھائے تو بات بنے۔اس نے ایک آیت پڑھی۔میں نے کہا فلاں کتاب نے جس کے تم قائل ہو اس کا جواب دیا ہے۔کہنے لگا ہاں۔ پھر میں نے کہا اور پڑھو تو خاموش ہی ہو گیا۔

علماء کو یہ وہم رہتا ہے ایسا نہ ہو کہ ہتک ہو اس لئے اس نے یہی غنیمت سمجھا کہ چپ رہے۔اس کے بعد بھیرہ میں ایک شخص نے نسخ کا مسئلہ پوچھا اور میں نے اپنے فہم کے مناسب جواب دیا اور کہا پانچ کے متعلق میری تحقیق نہیں۔تو اس دوست نے کہا کہ آپ ان پانچ پر نظر ڈالیں۔میں نے تفسیر کبیر رازی میں بہ تفصیل ان مقامات کو دیکھا تو تین مقام خوب میری سمجھ میں آ گئے اور دو سمجھ میں نہ آئے۔تفسیر کبیر میں اتنا تو لکھا ہے کہ شدت اور خفت کا فرق ہو گیا۔پھر میں ایک مرتبہ ریل میں بیٹھا ہوا ایک کتاب پڑھ رہا تھا جیسے بجلی کوندجاتی ہے میں نے پڑھا کہ فلاں آیت منسوخ نہیں ہے میں بڑا خوش ہوا کہ اب تو چار مل گئیں صرف ایک رہ گئی۔ بڑی بڑی کتابوں کا تو کیا، جھٹ بھبوں کی پڑھ لیتا ہوں اس طرح ایک کتاب میں وہ پانچویں بھی مل گئی اور خدا کے فضل سے مسئلہ ناسخ ومنسوخ حل ہو گیا۔(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 122)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔(البقرہ: 107) یعنی جس کسی پیغام کو بھی ہم منسوخ کر دیں یا بھلوا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسا پیغام ہم دوبارہ دنیا میں لے آتے ہیں۔اس آیت کریمہ پر حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مختصر نوٹ لکھتے ہوئے فرمایا ہے۔

''مفسرین نے اس کے یہ معنے کئے ہیں کہ جب قرآن کی کوئی آیت منسوخ کی جائے تو ویسی ہی آیت اور

آجاتی ہے لیکن اگر کتاب ہی کی آیت مراد لینی ہو تو اس آیت کے یہ معنے لینے چاہئیں کہ اگر ہم تورات اور انجیل میں سے کسی حصہ کو منسوخ کریں تو قرآن کریم میں یا تو ویسی ہی تعلیم نازل کر دیں گے یا اس سے بہتر نازل کر دیں گے۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ نہ قیامت تک منسوخ ہوگی۔''

(تفسیر صغیر از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

(بحوالہ الفضل روزنامہ لندن 12 دسمبر 2019ء)



حضرت بابو طفیل احمدؓ

اتر پردیش، انڈیا

مکرم غلام مصباح بلوچ۔کینیڈا تحریر کرتے ہیں کہ

حضرت مولوی طفیل احمد رضی اللہ عنہ ولد مکرم منشی نور محمد بھارتی صوبہ اتر پردیش کے شہر چندوسی (Chandausi) ضلع مراد آباد (اب یہ ضلع سمبھل میں آگیا ہے) کے رہنے والے تھے اور سپرنٹنڈنٹ سرشتہ چونگی تھے۔آپ کا بہت مختصر ذکر جماعتی لٹریچر میں محفوظ ہوا ہے۔ آپ کے قادیان حاضر ہونے کا ذکر اخبار الحکم میں ایک جگہ یوں درج ہے۔

جناب شیخ طفیل احمد سپرنٹنڈنٹ سرشتہ چونگی چندوسی سے جو اُس علاقہ میں ایک سرگرم اور مخلص فرد سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہیں، تین ہفتہ کی رخصت لے کر دارالامان وارد ہوئے اور کُوْنُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ پر عمل کر کے فیض اٹھا رہے ہیں۔

(الحکم 17 مئی 1905ء)

آپ بہت ہی مخلص اور جماعتی کاموں میں مستعدی سے حصہ لینے والے تھے، جب نظام وصیت کا آغاز ہوا تو آپ اس کے اولین شاملین میں سے تھے، آپ کا وصیت نمبر 153 ہے۔ جماعتی کاموں میں اخلاص اور باقاعدگی کی ایک مثال محترم ناظر صاحب بیت المال قادیان کی ایک رپورٹ میں بھی ملتی ہے۔ وہ ایک جگہ چندوسی جماعت کے متعلق لکھتے ہیں۔

''یہ جماعت بڑی پُرانی جماعت ہے، منشی طفیل احمد سیکرٹری مال ہیں جو نہایت مستعدی سے باقاعدہ کام کرتے اور ہر ایک قسم کے چندے نہایت باقاعدگی کے ساتھ مرکز میں ارسال کرتے ہیں۔ان کی کوششوں کا شکریہ۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرماوے۔''

(الفضل 28 جنوری 1930ء)

حضرت بابو طفیل احمد رضی اللہ عنہ نے مورخہ 23 فروری 1940ء کو بعمر 65 سال وفات پائی۔آپ کی میت قادیان نہ آسکی جبکہ یادگاری کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان

میں لگا ہوا ہے۔آپ کی وفات کی خبر دیتے ہوئے آپ کے بیٹے مکرم رفیق احمد صاحب نے لکھا۔

”میرے والد منشی طفیل احمد سیکرٹری مال جماعت احمدیہ چندوسی ضلع مراد آباد کا 23 فروری 1940ء کو انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔آپ بہت پُرانے اور مخلص احمدی تھے،نماز جنازہ میں چند آدمی ہی شریک ہوسکے،بوجہ اختلاف مذہب کافی مخالفت کی گئی۔میں اور میرے بڑے بھائی وطن سے دور ہونے کی وجہ سے نہ پہنچ سکے،جماعت کے بھائیوں سے استدعا ہے کہ وہ مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیں اور نماز غائبانہ ادا کریں۔“

(الفضل 14 مارچ 1940ء)بحوالہ 13 دسمبر 2019)



بلڈ پریشر کے اثرات،احتیاط اور علاج!

مکرم زکریا ورک صاحب۔کینیڈا لکھتے ہیں کہ

کینیڈا میں مقیم ہندو پاکستان سے آئے ہوئے مرد و خواتین کو اپنے بلڈ پریشر کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔ بلڈ پریشر کے زیادہ ہونے کی عموماً وجہ ہمارے مرغن کھانے اور کھانوں میں نمک کا زیادہ استعمال ہے۔ہائی بلڈ پریشر کو ڈاکٹرز خاموشی سے ہلاک کرنے والا Silent Killer کہتے ہیں۔اس لئے ہمیں اپنے بلڈ پریشر کا خواہ ہم کسی عمر کے بھی ہوں خاص خیال رکھنا چاہئے۔اب تو ہر ڈرگ سٹور میں بلڈ پریشر چیک کرنے کیلئے مشینیں نصب ہیں۔ گروسری سٹورز کے ساتھ عموماً اب ڈرگ سٹورز ہیں اس لئے جب بھی گروسری شاپنگ کیلئے جائیں تو ڈرگ سٹور میں لگی بلڈ پریشر مشین سے اپنا بلڈ پریشر ضرور چیک کریں۔

پریشر چیک کرنے پر بلڈ پریشر مشین کے اوپر 3 قسم کے نمبر ظاہر ہوتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سب سے اوپر والے پہلے نمبر کو سسٹا لک نمبر Systolic number کہا جاتا ہے۔ ہمارے جسم کی شریانوں میں خون کا یہ دباؤ اس وقت ہوتا ہے جب دل کے پٹھے سکڑتے ہیں اور خون دل سے نکل کر پورے جسم میں پہنچ جاتا ہے۔اس کیلئے نارمل نمبر 120 یا اس کے ارد گرد ہونا چاہئے۔اگر یہ نمبر 120 140_mmgh کے درمیان ہے تو اس چیز کو پری ہائپر ٹینشن کہا جاتا ہے یعنی بلڈ پریشر کی اولین صورت۔اگر یہ نمبر 140 سے اوپر ہو تو اس چیز کو ہائپر ٹینشن کہا جاتا ہے۔اگر آپ کا نمبر 140 سے اوپر ہے تو فوراً اپنے ڈاکٹر سے رجوع کریں یا پھر ہسپتال کے ایمرجنسی روم میں فوراً جائیں تاکہ آپ کو بلڈ پریشر کم کرنے کیلئے مناسب دوا دی جاسکے۔

ڈایاسٹالک پریشر نیچے والا نمبر ہے۔ شریانوں میں ایسا دباؤ اس وقت دیکھا جاتا ہے جب دل آرام کی حالت میں ہوتا اور اس میں خون پورے جسم میں سے گردش کرتا ہوا واپس آکر جمع ہوجاتا ہے۔ یہ نمبر 90 سے کم ہونا چاہیئے۔مگر 60 سے کم نہیں ہونا چاہیئے۔مشین کے اوپر تیسرا نمبر ہماری نبض کا ہوتا ہے جو عام طور پر 70 کے ارد گرد ہونا چاہیئے۔

ہائی بلڈ پریشر کے نقصانات

اگر بلڈ پریشر زیادہ عرصہ تک ہائی رہے تو اس صورت میں آپ کے گردے فیل ہوسکتے ہیں۔ اکثر یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ فالج کا حملہ ہوجاتا ہے۔ میرے ایک عزیز امریکہ میں ہیں انہوں نے بلڈ پریشر کا علاج خود ہی جڑی بوٹیوں، وزن گرانے سے شروع کر دیا مگر افسوس کہ اس کا انجام گردوں کے فیل ہونے میں نمودار ہوا۔ اب وہ کئی سالوں سے ڈائیلسز کروا رہے ہیں۔ ایک اور جاننے والے ہیں ان کو پتہ ہی نہ تھا کہ ان کو ہائی بلڈ پریشر ہے اس لئے ایک روز فالج سے آنکھ کھلی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اپنا علاج خود مت کریں، ڈاکٹر کے پاس جائیں خواہ وہ ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہو، یا نیچرو پیتھک ڈاکٹر یا اس کا علاج ایکوپنکچر سے ہوسکتا ہو۔ جو بھی علاج کریں اپنا بلڈ پریشر ضرور چیک کرتے رہیں۔ اگر ایک طریقہ سے علاج نہیں ہوتا تو کوئی دوسرا طریقہ استعمال کریں۔ اس مرض کو ہرگز نظر انداز نہ کریں اور اس کو سنجیدہ معاملہ سمجھیں جو دائم المرض پر منتج ہوسکتا ہے۔

بلڈ پریشر مانیٹر

بلڈ پریشر چیک کرنے کیلئے مشینیں کسی بھی ڈرگ اسٹور سے خرید سکتے ہیں۔ گھر میں مشین رکھنا زیادہ مناسب ہے تاکہ انسان کسی بھی وقت پریشر چیک کر سکے۔

بلڈ پریشر کیسے کم کیا جائے؟

پانی سے بہتر کوئی نعمت نہیں۔ دن میں کم از کم 8 گلاس پانی ضرور پیئیں اس سے بلڈ پریشر کم کرنے میں مدد ملے گی۔ اس کے علاوہ پانی پینے کے اور بھی فوائد ہیں جیسے شوگر کنٹرول، وزن وغیرہ۔ کھانوں میں نمک بالکل ختم کردیں۔ راقم الحروف گزشتہ 20 سال سے نمک کے بغیر کھانے کھا رہا ہے۔ اب تو یہ سیکنڈ نیچر بن گئی ہے اس لئے جب کسی کے یہاں مدعو ہوتا ہوں اور کھانے میں نمک زیادہ ہو تو بہت بُرا لگتا ہے۔

اپنے کھانوں میں بیف یا ریڈ میٹ کا استعمال بھی ختم یا کم سے کم کریں۔ سرخ رنگ کا گوشت نارتھ امریکہ میں رہائش پذیر دیسی لوگوں کیلئے ہرگز فائدہ مند نہیں۔ بعض لوگوں نے دیکھا کہ ڈارک چاکلیٹ کھانے سے ان کا بلڈ پریشر کم ہوگیا۔

اپنا وزن مناسب رکھیں، زیادہ وزن سے بھی بلڈ پریشر ہو سکتا ہے۔ اگر وزن زیادہ ہے تو کم کریں۔ سٹریس بھی وجہ ہوسکتی

ہے اس کے لئے دیکھیں کون سی چیز آپ کو سٹریس دی رہی ہے۔

روزانہ سیر کیلئے جائیں اور آدھ گھنٹہ سے 45 منٹ تک ضرور واک کریں۔ سردیوں کے موسم میں انسان سرد موسم اور برفباری کے پیش نظر کسی پلازہ یا بڑی مال میں جا کر واک کر سکتا ہے۔ نارتھ امریکہ کے حالات کے پیش نظر کسی بھی وقت واک کیلئے چلے جائیں۔ واک کے دوران اگر آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ یا کوئی دوست ہو تو یہ مد ثابت ہو سکتا ہے۔ پیدل چلنا نہ صرف پورے جسم کیلئے اچھا بلکہ یادداشت کیلئے بھی بہت اچھا ہے۔

ہائی بلڈ پریشر کی وجوہات

ہائی بلڈ پریشر کی بڑی وجہ تو موروثی ہے۔ اکثر ڈاکٹر سوال کرتے ہیں کیا آپ کے خاندان میں کسی کو فشار خون کا عارضہ تھا یا خاندان میں کسی کو فالج کا حملہ ہوا تھا؟ مثبت جواب کی صورت میں اس کا اثر آپ پر بھی ہر طور پر ہو سکتا ہے۔ زیادہ جسمانی وزن کی صورت میں بھی ہائی بلڈ پریشر ہو سکتا ہے۔ اس لئے اپنا وزن کم کریں۔ وزن کم کرنے کے لئے فطری کھانے پھل اور طریقے استعمال کریں۔ دوائیاں کھا کر وزن کم کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وزن واپس چڑھ آتا ہے۔

ہاہپوٹینشن

اس عارضہ کو لو بلڈ پریشر Low blood pressure بھی کہا جاتا ہے۔ بلڈ پریشر کنٹرول کرنے کے لئے جو دوائیں دی جاتیں یا اینٹی ڈپریسنٹ دی جاتی ہیں، وہ نالیوں کے نظام میں گڑبڑ پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر جسم میں پانی کی کمی ہو جائے خواہ یہ ورزش کے بعد زیادہ پسینہ سے، یا چائے کافی زیادہ پینے سے، یا اسہال سے، یا ضرورت سے کم پانی پینے سے، یا پیشاب آور دوائیوں diuretics کے استعمال سے کم ہو جائے تو انسان کو لو بلڈ پریشر ہو جاتا ہے۔ اس کا آسان علاج یہ ہے کہ کھانے میں نمک کا استعمال بڑھا دیا جائے اور ڈاکٹر سے مشورہ کیا جائے کہ آیا اپنی دوائیاں کم کر سکتے ہیں یا ممکن ہے ڈاکٹر دوائی تبدیل کر دے۔

جسم میں جب پانی کم ہو جاتا ہے تو اس کمی کو دور کرنے کیلئے دل اپنی دھڑکن بڑھا دیتا ہے۔ لیکن بعض مریضوں کو دل کے ایسے مسائل لاحق ہوتے ہیں کہ دل اپنی دھڑکن بڑھانے پر قادر نہیں ہوتا اس مسئلہ کو پیس میکر Pacemaker سے حل کیا جاتا ہے۔



تین چیزیں

* تین چیزیں ایک ہی جگہ پرورش پاتی ہیں۔

پھول، کانٹا، خوشبو

* تین چیزیں ہر ایک کو ملتی ہیں۔

خوشی، غم، موت

* تین چیزیں ہر ایک کی الگ الگ ہوتی ہیں۔

صورت، سیرت، قسمت

* تین باتوں کو کبھی چھوٹا نہ سمجھو۔

مرض، قرض، فرض

* تین چیزوں کو کبھی نہ ٹھکراؤ۔

دعوت، تحفہ، مشورہ

* تین چیزوں کو ہر کوئی اپنا لے۔

صبر، شکر، رزق حلال

* تین باتوں کو ہمیشہ یاد رکھو۔

نصیحت، احسان، موت

* تین چیزوں کو ہمیشہ پاک رکھو۔

جسم، لباس، خیالات

* تین چیزیں حاصل کرو۔

علم، اخلاق، ہنر

* تین چیزوں سے پرہیز کرو۔

غیبت، حسد، چغل خوری

* تین چیزوں کو قابو میں رکھو۔

زبان، غصہ، نفس

* تین چیزوں کے لئے لڑو وطن، حق، عزت

* تین چیزیں کبھی واپس نہیں آتیں۔

زندگی، جوانی، وقت





دعاؤں سے سالِ نو کا آغاز

(عبدالجلیل عبادؔ۔ جرمنی)

نئے اس سال کی آمد پہ ہم کچھ خواب بُنتے ہیں
بھلا کر تلخیاں ساری گلِ شاداب چُنتے ہیں
چلو پھولوں کی خوشبو سے ہوا پر پیار لکھتے ہیں
چلو نفرت کے صحراؤں پہ اُلفت کو چھڑکتے ہیں
چلو آؤ مناتے جشن؛ آنکھوں کے ستاروں سے
چلو اِس سالِ نو کو رنگ دیتے ہیں بہاروں سے
چلو آؤ اذاں دیں ہم محبت کے میناروں سے
چلو آؤ گلے ملتے ہیں ہم گھر کے نِگاروں سے
چلو آؤ کریں آغاز سالِ نو دعاؤں سے
چلو آؤ نئے کچھ عہد کرتے ہیں وفاؤں سے



مسجد بیت المقیت، نیوزی لینڈ



مسجد بیت المسرور، آسٹریلیا



احمدیہ مسجد، گھانا



مسجد نور، یو کے